مفیدُ الوارثین

اسلامی قانونِ وراثت و وصیت

اُردو زبان میں وراثت اور وصیت کے مسائل پر عام فہم اور مستند کتاب جسمیں میراث سے متعلق پیش آنے والی تمام صورتوں کو نقشوں کے ذریعے تفصیلاً اور آسان انداز سے ذکر کیا گیا ہے۔ طلباء، علماء، مفتیانِ کرام اور عوام الناس کے لیے یکساں مفید ہے۔

تالیف

حضرت مولانا سید میاں صاحب اصغر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ

محدث دارالعلوم دیوبند

ناشر
مکتبۃ العلم
۱۸-اردو بازار لاہور۔ پاکستان
7231788

Marfat.com

مفید الوارثین

اسلامی قانونِ وراثت و وصیت

اُردو زبان میں وراثت اور وصیت کے مسائل پر عام فہم اور مستند کتاب جس میں میراث سے متعلق پیش آنے والی تمام صورتوں کو نقشوں کے ذریعے تفصیلاً اور آسان انداز سے ذکر کیا گیا ہے طلباء، علماء، مُفتیان کرام اور عوام الناس کے لئے یکساں مفید ہے۔

تالیف:

استاذ المحدثین، عالم کامل حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین، رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الحدیث دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸- اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان

فون 7231788-7211788

Marfat.com

نام کتاب :۔۔۔۔۔۔ **مفید الوارثین**

تالیف : ۔۔۔۔۔۔ استاذ المحدثین، عالم کامل حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین رحمہ اللہ

طابع :۔۔۔۔۔۔ خالد مقبول

ملنے کے پتے

- مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون 7224228، 7221395
- اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اردو بازار، لاہور۔ فون 7223506، 7230718
- خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون 7314169
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی۔ فون 5554798
- مکتبہ مجددیہ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون 7231294

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

Marfat.com

فہرست

عرض ناشر	7
تمہید و دیباچہ	9
پہلا باب: میراث و فرائض کے امور ضروریہ کا بیان	13
فصل اول: علم فرائض کی فضیلت	13
فصل دوم: میراث و فرائض کی حقیقت	16
انبیاء کے وارث نہ ہونے کا بیان	21
فصل سوم: میراث کے اسلامی احکام نازل ہونے کا بیان	26
فصل چہارم: ترکہ اور مال میراث کا بیان	35
دوسرا باب: جو چیزیں میراث پر مقدم ہیں۔	40
فصل اول: تجہیز و تکفین کا بیان	40
فصل دوم: قرض کا بیان	44
فصل سوم: مرض الموت اور مریض کے اقرار کا بیان	49
فصل چہارم: وصیت کا بیان	57
وصیت کس طرح پوری کی جائے اور کون سی کی جائے اور کون سی نہ کی جائے۔	65
وصیت سے پھر جانے کا بیان	69
وصی کا ذکر	69
تیسرا باب: محروم و مجوب وغیرہ کا بیان	71
فصل اول: جو چیزیں میراث پانے سے محروم کر دیتی ہیں	71
فصل دوم: دوسری ان امور کا بیان جو باعث محرومی نہیں	76
فصل سوم: حجب کا بیان	77
حجب نقصان والوں کا بیان	78
حجب حرمان والوں کا بیان	79
حاجب نقصان یعنی حصہ کم کرنے والوں کا بیان	80

Marfat.com

حاجب حرمان یعنی محروم کرنے والوں کا بیان	80
فصل چہارم ان رشتہ داروں کا بیان جو شرعاً وارث نہیں ہیں	81
چوتھا باب: مقدمہ وارثوں کا بیان اور ان کی قسمیں	91
وہ تین قسم کے وارث یہ ہیں	91
ذوی الفروض کا بیان	101
فصل اول: باپ کی میراث کا حال اور حصے	102
فصل دوم: میت کے دادا کے حصے اور میراث کا بیان	104
فصل سوم: اخیافی بھائی کی میراث کا بیان	107
فصل چہارم: شوہر کے حصوں اور میراث کا بیان	109
فصل پنجم: زوجہ کی میراث کے حالات	112
فصل ششم: ماں کی میراث اور حصوں کا بیان	114
فصل ہفتم: بیٹی کے حصوں اور میراث کا بیان	116
فصل ہشتم: پوتی کے حصوں کا بیان	117
فصل نہم: حقیقی ہمشیرہ یعنی سگی بہن کے حالات	119
فصل دہم علاتی بہن کے حصے	122
فصل یازدہم: اخیافی بہن کی میراث کا بیان	125
فصل دوازدہم: ہم جدہ یعنی دادی اور نانی کی میراث کا حال	126
دادیوں کے حصے کا بیان	126
نانیوں کے حصے کا بیان	128
ذوی الفروض کے بیان کا ضمیمہ مفید سوال و جواب	134
پانچواں باب: عصبات کا بیان	138
فصل اول: درجہ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑ پوتا)	140
عصبہ درجہ اول نمبر اول بیٹا	140
عصبہ درجہ اول نمبر ۲۔ پوتا	143
عصبہ درجہ اول نمبر ۳ پڑپوتا	145

Marfat.com

عصبہ درجہ اول نمبر ۴ سکڑ پوتا	146
عصبہ درجہ دوم نمبر اول باپ	146
عصبہ درجہ دوم نمبر ۲/ ۶ دادا	147
عصبہ درجہ دوم نمبر ۳/ ۷ پڑدادا	147
عصبہ درجہ دوم نمبر ۴/ ۸ سکڑ دادا	148
عصبہ درجہ سوم نمبر اول/ ۹ حقیقی بھائی	149
عصبہ درجہ سوم نمبر ۲/ ۱۰ علاتی بھائی	150
عصبہ درجہ سوم نمبر ۳/ ۱۱ حقیقی بھتیجا (یعنی حقیقی بھائی کا بیٹا)	151
عصبہ درجہ سوم نمبر ۴/ ۱۲ علاتی بھتیجا (یعنی علاتی بھائی کا بیٹا)	152
عصبہ درجہ سوم نمبر ۵/ ۱۳ حقیقی بھائی کا پوتا (یعنی بھتیجے کا بیٹا)	152
عصبہ درجہ سوم نمبر ۶/ ۱۴ علاتی بھائی کا پوتا	152
عصبہ درجہ سوم نمبر ۷/ ۱۵ حقیقی بھائی کا پڑپوتا	153
عصبہ درجہ سوم نمبر ۸/ ۱۶ علاتی بھائی کا پڑپوتا	153
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲/ ۱۸ علاتی چچا (یعنی باپ کا علاتی بھائی)	155
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۴/ ۲۰ علاتی چچا کا بیٹا	155
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۵/ ۲۱ حقیقی چچا کا پوتا	156
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۶/ ۲۲ علاتی چچا کا پوتا	156
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۷/ ۲۳ حقیقی چچا کا پڑپوتا	156
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۸/ ۲۴ علاتی چچا کا پڑپوتا	157
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۹، ۱۰/ ۲۵، ۲۶ باپ کا حقیقی وعلاتی چچا	157
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۱، ۱۲/ ۲۷، ۲۸ میت کے باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا اور علاتی چچا کا بیٹا	157
عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۳، ۱۴/ ۲۹، ۳۰ میت کے باپ کے حقیقی چچا کا پوتا اور علاتی چچا کا پوتا	157
نقشہ نمبر ۳ فہرست عصبات بنفسہ ترتیب وار تا چہار پشت بہ قید درجہ و نمبر سلسلہ وار مع کیفیت مختصر	159
چھٹا باب: ذوی الارحام کا بیان	163

Marfat.com

فصل اول: ذوی الارحام کا پہلا درجہ	165
فصل دوم: ذوی الارحام کا دوسرا درجہ	169
نقشہ نمبر۵ مشتمل بر ذوی الارحام درجہ دوم تا چہار پشت	175
فصل سوم: ذوی الارحام کا تیسرا درجہ	176
کل مال ۳۰ روپے تقسیم شدہ ہر پندرہ سہام	180
ذوی الارحام کا سب سے آخری چوتھا درجہ	182
ساتواں باب	196
فصل اول: حصے نکالنے اور سہام لگانے کے طریقے	196
نقشہ نمبر۶ مشتمل بر شش حصہ مقرر شدہ برائے ذوی الفروض مع تفصیل مستحقین	197
قاعدہ	199
فصل دوم: عول یعنی سہام بڑھانے کا بیان	208
فصل سوم: رد یعنی حصے بڑھا دینے کا بیان	213
فصل چہارم: فرائض کے مسائل لکھنے کا طریقہ	217
فصل پنجم: چند سوال و جواب تخریج فرائض برائے مثال	221
فصل ششم: خنثی مشکل کا بیان	232
حمل کی میراث کا بیان	233
مفقود یعنی گم گشتہ کا بیان	238
مسائل متفرقہ متعلقہ فرائض	242
مناسخہ کا بیان	244
اعداد کی نسبتوں کا حال	245
مناسخہ کی مثالیں	267
حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کا علمی و روحانی ورثہ	277
آپ کی تالیفات وتصنیفات	278
آپ کا ابتدائی مدرسہ	278

Marfat.com

عرض ناشر

حضور ختمی عصمت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''علم فرائض (میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔''
کیونکہ زندگی کے بعد موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار یا اس سے فرار ممکن نہیں۔
اس لیے اس کی تیاری بھی ضروری ہے اور اس ذیل میں یہ بھی لازم ہے کہ حکم قرآنی کے تحت اپنے ورثاء کو اس بات کی تاکید کرے کہ وہ حکم الٰہی کے تحت میراث کی تقسیم کریں۔ اور اس کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ نے جو حصص مقرر فرمائے ہیں ان کے مطابق تقسیم ہونا چاہیے۔
قرآن مجید کی سورۃ نساء میں میراث کی تقسیم کے بنیادی اصول وضوابط ذکر کر دیئے گئے۔
ان کی مزید وضاحت حضور خاتم النبیین والمعصومین علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرما دی۔ مگر حالات کے مطابق جب اس مسئلہ میں الجھاؤ پیدا ہوتا گیا تو علماء امت نے قرآن وسنت کے مقرر کردہ اصول و ضوابط کے مطابق اس کے لیے تفصیلات ذکر کیں۔ ابتدأ تو یہ کتب عربی وفارسی زبان میں تھیں اور عام طور پر علماء کرام کو درسی طور پر پڑھائی جاتی تھیں مگر برصغیر پر انگریزی اقتدار کے بعد جب دینی مدارس کے مقابل دیگر تعلیمی وفنی ادارے قائم ہوئے اور انہیں مسائل میراث کی تعلیم کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا ہوا تو عارف باللہ کنافی رسول واقف اسرار شریعت بزرگ حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''مفید الوارثین'' کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی جس سے وکلاء، قانون کے طلباء، علماء کرام اور شعبہ افتاء سے متعلق لوگوں کے لیے آسانی ہوگئی۔ اس کتاب کی اشاعت تقسیم سفر سے قبل ہوتی رہی حضرت میاں صاحب قدس سرہ العزیز کے انتقال کے بعد مفتی اعظم ہند مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں مناسب ترامیم واضافہ جات کئے۔ جس سے اس کتاب کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہوا۔
اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ''مکتبۃ العلم'' لاہور نے اس کو جدید انداز سے شائع کرنے کی کوشش کی ہے۔ تا کہ طباع لطیف کو اس کتاب کے مطالعہ سے گرانی نہ ہو اور یہ مشکل و

Marfat.com

پیچیدہ علم بھی باذوق لوگوں کے لیے دلچسپی کا باعث بن جائے۔

اب یہ فیصلہ قارئین محترم ہی کرسکیں گے کہ ہم اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ انسانی بساط و کوشش کے مطابق اس کی تصحیح و تزئین کی کوشش کے باوجود قابل قدر قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کی بہتری کے لیے اپنی تجاویز سے آگاہ فرمائیں اور اگر غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ادارہ اس کوشش کے لیے آپ کا تہہ دل سے شکرگزار ہو گا۔

والسلام
خالد مقبول

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق سبحانہ تعالیٰ شانہ کی ذات جو حمد وثنا کی اصل مستحق ہے اس کی حمد کسی ناچیز وناکارہ سے کیسے ہوسکتی ہے جب اس کا برگزیدہ اور برحق رسول سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین خود فرماتا ہے کہ میں حق ثنا ادا نہیں کرسکتا - اس لئے اپنا مدعا شروع کرتا ہوں بندہ نے اپنے طفلانہ شوق سے اردو کے دو چار مختصر رسالے لکھے تھے ناواقفوں کو ان کا عیب نظر نہ آیا - بزرگوں نے چشم پوشی فرمائی اس لئے جرأت ہوگئی اور روز بروز ان کی تعداد بڑھتی رہی گو حقیقت کچھ بھی نہیں تھی - انہیں رسالوں میں ایک مختصر رسالہ میراث المسلمین ہے اس کی نسبت بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر مضمون کسی قدر بڑھا دیئے جائیں تو بہتر ہو - مجھے بھی مناسب معلوم ہوا لیکن چونکہ اس پر بڑے بڑے مقتدر علماء نے اظہار خوشنودی کے علاوہ تصدیق وتصحیح بھی فرمادی تھی اور میری دانست مین وہ رسالہ نہایت مقبول ومتبرک ہوگیا تھا لہذا اس میں کچھ اضافہ کرکے مخدوش کرنا اور ترتیب توڑنا گوارا نہ ہوا بلکہ مستقل مفصل رسالہ فرائض کا بنام مفید الوارثین لکھ دیا جس کو میراث المسلمین کی شرح کہیں تو بے جا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو بھی پہلے رسالہ کی طرح مقبول فرمادے اور میرے شفیق بزرگان مدظلہم العالی کی تصدیق وتصحیح سے مزین کرادے (آمین)

احقر نے مثل اپنے دیگر رسالوں کے یہ رسالہ بھی محض اردو خواں ناواقف کم استعداد مسلمانوں کے لئے لکھا ہے لمبی لمبی عبارتیں اور موٹے موٹے الفاظ لکھے ہیں اور ایک ایک بات کو مکرر سہ کرر یاد دلایا ہے اور کئی کئی طرح سمجھایا ہے - اگر اہل علم بھی مطالعہ فرمائیں تو اس طولِ فضول اور تکرار بے سود سے نہ گھبرائیں - یہ عبارتیں آپ کے نزدیک طول وفضول معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ آپ پہلے سے ان مسائل کو سمجھے ہوئے ہیں کسی ناواقف کم استعداد سے پوچھئے کہ اس کو باوجود اس قدر صراحت اور طول کے بھی بہت سے شک رہ جائیں گے - یہ ظاہر ہے کہ اہل فہم ہیں - لیکن اس پر بندہ قادر نہیں - قواعد کلیہ کا سمجھنا چونکہ عوام پر دشوار ہوتا ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہوا ہے جزئیات لکھ دیئے ہیں چنانچہ جس جگہ پوتی کا حال لکھا گیا ہے کہ وہ اپنے برابر والے اور نیچے کے پوتے کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہاں آپ کو یہ بات بخوبی ظاہر ہوجائے گی اگرچہ اور بھی جابجا اس کی رعایت کی ہے - ایک ایک قاعدہ کی کئی کئی مثالوں سے یہ فائدہ ہے کہ بہت سے

Marfat.com

مسائل جزئیہ کا ذکر آ جائے اور اگر کوئی مثال کسی کے حسب حال نکل آئے تو فائدہ ہو۔ بجائے اس کے کہ آخر میں بہت سے مسئلے اور سوال و جواب بڑھائے جاتے مثالوں کی تعداد بڑھا دی ہے اس سے قاعدہ بھی سمجھ میں آ جائے گا اور بہت سے مسائل بھی خاص طور سے معلوم ہو جائیں گے چونکہ اصل غرض اس کتاب سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے جو فرائض سے بالکل ناواقف اور با قاعدہ اس کو حاصل کرنے سے عاجز ہیں اس لئے وہی مسائل اور امور ذکر کر کئے ہیں۔ جو ضروری (۱) اور عام فہم ہوں یا حتی الوسع عام فہم کر دیئے گئے ہوں۔

علاوہ بہت سے مختلف امور کے خاص تقسیم ترکہ کی نسبت کتاب سے اتنا معلوم ہو جائے گا کہ کس وارث کو کتنا حصہ پہنچتا ہے اور کس کو کتنا؟ اب اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کے لیے سہام لگانے کا پورا قاعدہ۔ یا اگر میراث تقسیم ہونے سے پہلے یکے بعد دیگرے چند وارث مر گئے ہوں ان کا مناسخہ (۲)۔ یہ باتیں اس کتاب میں نہیں لکھی گئی ہیں کیونکہ ناواقف اور عام لوگ ان کو نہیں سمجھ سکتے اور جو طالب علم با قاعدہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ کتب عربیہ سے حاصل کرتے ہیں آج تک کسی کو دیکھا نہیں کہ اردو کی کتابیں دیکھ کر پورا فرائض دان بن گیا ہو۔ کتب عربیہ میں بلکہ اردو کے رسالوں میں بھی جب بیٹے پوتے کو لکھ دیتے ہیں کہ اسی طرح نیچے تک یعنی خواہ پوتا ہو یا پوتے کا پوتا ہو یا اس کا بھی پوتا پڑپوتا ہو سب کا یہی حکم ہے ایسے ہی باپ دادا کے ذکر میں لکھتے ہیں وَاِنْ عَلا.

(یعنی اگر چہ اوپر تک جائے یعنی دادا اور اس کا دادا اور پھر اس کا دادا، ہم جیسے کم عقل واقفوں کو اس اوپر اور نیچے کے اشارہ کو سمجھنے میں شاید دقت ہو۔ اس لئے احقر نے بجائے اس کے بیٹا پوتا سکڑ وتا لکھ دیا ہے اور بعض جگہ صرف پڑپوتے تک لکھ کر چھوڑ دیا ہے اور باپ دادے میں پڑدادا یا سکڑ دادا تک لکھ کر باقی چھوڑ دیا ہے۔ (۳) کیونکہ دنیا میں خصوصاً اس زمانہ میں ایسے بہت کم لوگ ہیں جن کے پڑدادا یا سکڑ دادا میراث لینے کے لیے زندہ بیٹھے ہوں اور نہ کوئی ایسا خوش قسمت ہے کہ اپنی زندگی

---

(۱) بعض جگہ ان اصول وضوابط کی پابندی نہیں ہو سکی اور کسی جگہ کوئی نکتہ ولطیفہ اپنی طالب علمانہ طبیعت سے مجبور ہو کر لکھ دیا ہے تا کہ اہل علم بھی کتاب کو بے لطف نہ سمجھیں۔

(۲) دوبارہ طبع ہونے کے وقت دوستوں کے اصرار پر مناسخہ کی بحث کا اضافہ کر دیا گیا۔

(۳) البتہ عصبات کی بحث میں دوسری طرح سمجھا دیا ہے۔

Marfat.com

میں پوتوں کے پوتے اور پھر ان کے پوتے دیکھ لے لہذا اولاد میں پڑپوتے اور سکڑ پوتے سے زیادہ اور باپ دادا میں پڑدادا، سکڑ دادا سے زیادہ لکھنا فضول سمجھا۔ اہل علم خود جانتے ہیں اور ناواقفوں کو اس سے زیادہ جاننے کی حاجت نہیں۔ جو قول مفتی اور جمہور علمائے حنفیہ کا معمول بہ ہے احقر نے ہر جگہ وہی لکھا ہے اختلاف وخلاف لکھ کر لوگوں کا ذہن پریشان نہیں کیا۔

اثنائے تحریر رسالہ میں ایک معتبر کتاب مذہب شیعہ کی مل گئی تھی۔ ارادہ تھا کہ حاشیہ پر جا بجا اہل سنت اور شیعوں کا اختلاف ظاہر کردوں تاکہ ساتھ ساتھ دو فرقوں کے فرائض کا بیان ہو جائے لیکن چونکہ رسالہ پہلے ہی سے بہت طویل ہو گیا تھا اس لئے کچھ ارادہ ڈھیلا ہوا اور پھر اس خیال نے بالکل ہی ارادہ فسخ کرادیا کہ اہل سنت کو اس کی ضرورت نہیں اور شیعہ صاحب میرے لکھے ہوئے کا کیوں اعتبار کریں گے بشرط حیات ڈیڑھ (۱) سال کے بعد بعض باتوں میں تغیر کر کے اور کچھ مضامین بڑھا کر احقر انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس کو از سر نو مرتب کرے گا۔ جن صاحبوں کو اس میں کسی اور مضمون کی ضرورت معلوم ہو یا کوئی غلطی نظر آئے براہ عنایت بلا تکلف احقر کو مطلع فرمادیں ممنونیت کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح اصلاح کردی جائے گی۔ اَلْمُؤمِنُ مِرْاۃُ الْمُؤمِنُ کے یہی مشہور معنی ہیں اور مؤمنین صالحین کی یہی شان ہے۔

یہی بڑا احسان ہے کہ دیندار لوگ اس ناچیز رسالہ کو ملاحظہ کی عزت بخشیں اس کے معاوضہ میں ناظرین سے حسب دستور دعا کی استدعا کرنا بے موقع ہے۔ ہاں اگر وہ از خود کرم فرما کر دعائے خیر سے یاد فرمادیں تو بعید از نوازش نہ ہو۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو مومن (۲) کسی کے لئے دعا کرتا ہے ایک فرشتہ اس کے لئے کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو بھی نعمت نصیب کرے۔

---

(۱) اتفاقات تقدیر سے پندرہ برس کے بعد دوبارہ طبع کی توفیق ہوئی اور مخلص حضرات نے جو اصلاح و ترمیم پیش کی اس پر عمل کیا گیا ۱۲ اصغر حسین ۱۳۴۳ھ

(۲) سنن ابی داؤد۔ صفحہ ۲۲۱ مجتبائی ۱۲

Marfat.com

ایک وہ زمانہ آئے گا کہ دنیا میں میرا کہیں نشان نہ ہوگا میری شکستہ قبر کا کہیں پتہ نہ ملے گا البتہ کتاب کو اگر خدا تعالیٰ نے شرف قبول بخشا تو یہ اس وقت بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوگی اور آپ کی دعا میرے عذاب کے تخفیف کا ذریعہ اور رفعت درجات کا سبب بنے گی۔

اب اصل کتاب شروع کرتا ہوں اور دیباچہ کو اس دعا پر قائم کئے دیتا ہوں

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

کتبہ فقیر سید اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی عفی عنہ

۲۵ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب
میراث وفرائض کے امور ضروریہ کا بیان
فصل اول
علم فرائض کی فضیلت

علم فرائض نہایت شریف اور قابل قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کی تعلیم فرمائی ہے اور ہر ایک وارث کے حصے کو جدا جدا مقرر و معین فرمادیا ہے اس لئے اس کو فرائض کہتے ہیں (کیونکہ فریضہ کہتے ہیں لغت میں امر مقرر شدہ و طے شدہ کو فرائض اس کی جمع ہے) اور اس مضمون کو بیان کر کے خدائے تعالیٰ نے فرمایا (۱) کہ اس طرز تقسیم کی حکمتوں کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان (۲) احکام کی تعمیل کریں گے ہم ان کو جنت میں جگہ دیں گے (جو اصل مقام حیات جاوید اور فلاح اخروی کا ہے اور جس کا ہر اہل ایمان طالب ہے)۔

اور جو لوگ ہماری بات کو نہیں مانیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہونگے جو غضب خداوندی کا مقام ہے اور جس سے خائف رہ کر پناہ مانگنا ہر مؤمن کا کام ہے اور ان احکام کے خاتمہ پر فرمایا (۳) کہ ہم یہ صاف وصریح احکام اپنی طرف سے اس لئے مقرر فرماتے ہیں تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہو جاؤ (کیونکہ مال و میراث کے بارے میں عدل وانصاف سے کام لینا بڑا مشکل ہے۔ ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور

۱۔ سورہ نساء رکوع دوم

۲۔ القول الاول ان قولہ تلک اشارۃ الی المواریث۔

۳۔ خاتمہ سورہ نساء ۱۲ اصغر حسین

اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے) پس جب یہ علم اور اس کے بموجب عمل کرنا حسب ارشاد حق تعالیٰ شانہ باعث ہدایت و دخول جنت ہے اور اس سے ناواقف رہنے میں گمراہی کا خطرہ لگا ہوا ہے اور اس کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دوزخ لکھا ہوا ہے تو اس کے سیکھنے سکھلانے اور عمل کرنے میں جس قدر فضیلت اور جس قدر تاکید ہوگی وہ اہل عقل سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حاصل کرنے اور تعلیم کرنے کی نہایت تاکید اور اس پر ترغیب فرمائی ہے۔

آپ نے ایک فصیح و بلیغ پر درد و رقت آمیز موثر وعظ میں فرمایا کہ اے لوگو! میں تم میں ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ فرائض کو سیکھ لو اور (یکے بعد دیگرے) لوگوں کو سکھلاؤ۔ وہ وقت قریب ہے کہ وحی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (یعنی آپ کی وفات کے بعد وحی اور رسالت و نبوت سب ختم ہو جائے گی) اور علم کے معدوم ہونے کا وہ زمانہ آئے گا کہ دو آدمی ایک ضروری مسئلہ میں جھگڑتے ہوں گے اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہ (۱) ملے گا۔

دوسرے موقع پر فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ نصف (۲) علم ہے اور سب سے پہلے جو علم میری امت سے اٹھالیا جائے گا وہ علم فرائض ہے۔ آپ کے اس ارشاد کی تصدیق آنکھوں سے نظر آ رہی ہے۔ جو لوگ علمائے دین کہلاتے ہیں ان میں بھی بہت سے اس متبرک علم

۱۔ امام احمد و ترمذی و نسائی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور حاکم نے تصحیح کی ہے۔ (۲) فرائض کو نصف علم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چند وجوہ سے فرمایا۔ (۱)۔ آدمی کی دو حالتیں ہیں ایک زندگی دوسری مرنے کے بعد۔ دیگر علوم میں زندگی کے پیش آئندہ واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے اور فرائض میں بعد الموت کی حالت کا۔ اس لحاظ سے فرائض نصف ہو علم ہوا (۲) معاملات کے بعض اسباب تو اختیاری ہیں جیسے خرید و فروخت وغیرہ۔ اور بعض غیر اختیاری ہیں جیسے میراث جن میں لینے والے اور دینے والے کا کچھ چارہ نہیں خواہ مخواہ ایک کی ملک سے نکل کر دوسری کی ملک ہو جاتا ہے فرائض میں چونکہ غیر اختیاری سبب سے مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے لہذا فرائض نصف علم ہوا اور باقی نصف وہ ہے جس میں اسباب اختیاری سے مالک ہونے کی بحث ہے (۳) اس کی صورتیں اور پیش آنے والے مسائل اس قدر کثیر اور مختلف ہیں کہ گویا دیگر تمام مسائل کے برابر اور مساوی ہیں۔ مسائل کی تعداد اور ذخیرہ میں گویا نصف حصہ دیگر مسائل کا ہے اور نصف فرائض کے مسائل کا (۴) احکام شرعیہ بعض قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور بعض قیاس و اجتہاد سے اور فرائض کے مسائل سب قرآن و حدیث ←

Marfat.com

سے عاری ہیں-عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے. بہت سے دیندار لوگ جو صوم وصلوٰۃ وغیرہ کے اکثر ضروری مسائل سے باخبر اور ادھر ادھر کے بہت سے قصوں سے واقف ہوتے ہیں وہ فرائض کا ایک بھی مسئلہ نہیں جانتے -حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات وتاکیدات کا اثر ہر زمانہ میں آپ کی امت کے علمائے کاملین پر بخوبی ہوا اور ان لوگوں نے خود بھی توجہ فرمائی اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور رغبت دلائی -صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے عالم فرائض حضرت زید بن ثابت تھے اور حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود ابن عباس اور حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہم اجمعین اس فن میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔فرائض کی مشکلوں کو حل کرتے تھے اور قواعد ومسائل فرائض تعلیم فرماتے اور لوگوں کو توجہ دلاتے تھے عول کا ضروری اور مفید قاعدہ عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا اور تمام (۱) صحابہ کے اجماع سے منظور ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جس طرح قرآن مجید ۲ کو سیکھتے ہو-کبھی فرماتے تھے کہ مسلمانو فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے-

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اس کو فرائض بھی سیکھ لینا چاہیے یعنی جس طرح قرآن مجید (۲) سیکھنا ضروری ہے ایسے ہی فرائض بھی ضروری ہے۔

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن سیکھے اور فرائض نہ سیکھے وہ ایسا ہے جیسے بے چہرہ کا سر ہو۔یعنی بدون فرائض کے علم بے رونق اور بے زینت بلکہ بے کار رہتا ہے۔علمائے مجتہدین اور ان کے بعد علماء نے بھی اس ضروری علم کی طرف کچھ کم توجہ نہیں فرمائی ہر شخص نے صحابہ

← سے مستنبط ہیں لہذا ایک خاص قسم اور بمنزلہ ایک نصف کے ہوئے (۵) فرائض نصف علم ہے جس قدر محنت تمام علوم پر کرنی ہوتی ہے اس قدر اس تنہا پر۔(٦) ثواب اس میں چونکہ کثیر ہے اس لئے تمام علوم کے برابر ثواب اس میں حاصل ہوتا ہے۔علماء نے فرمایا ہے کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر دوسرے قسم کے سو مسئلوں کے برابر ثواب ہوتا ہے۔۱۲-مِنْ شُرُوْحِ الْحَدِیْثِ وَ بَعْضاً مَنْ کَشْفَ الظُّنُوْن.

۱۔ابن عباس نے عمر کی وفات کے بعد اختلاف کیا تھا۱۲۔

(۲) یہ روایت دارمی شریف میں ہے یہ اس زمانہ کی نصیحت ہے جب لوگ معانی ومطالب واحکام قرآن مجید کو دل سے سیکھتے اور شوق سے یاد کرتے تھے اس زمانہ میں قرآن کریم کی طرف توجہ ہے نہ فرائض کا خیال۔دارمی شریف

Marfat.com

کے اصول کو لے کر اسی کے مطابق ضابطے اور قواعد تمہید کیے اور مسائل جزئیات اور احکام کو تحریر فرمایا۔ فقہائے حنفیہ نے اس میں خاص حصہ لیا اور دیگر علماء نے بھی کوتاہی نہیں فرمائی چنانچہ علم فرائض علم فقہ کا ضروری جز بن کر تمام کتب فقہ میں داخل ہو گیا اور اس کے علاوہ گیارہویں صدی تک تقریباً ستر مستقل کتابیں اس فن میں لکھی گئیں جن میں چالیس کے قریب اصل کتابیں اور چوبیس شروح اور پانچ چھ حاشیے۔ ان شروح وحواشی میں دو تین کے سوا باقی سب فرائض سراجی کے متعلق ہیں جو امام سراج الدین بن محمود حنفی سجاوندی کی تالیف ہے اور اس لئے اس کو فرائض سجاوندی (۱) بھی کہتے ہیں۔ گیارہویں صدی کے بعد بھی حسب حیثیت زمانہ بہت سی تصانیف ہوئیں اور آخری زمانہ میں فارسی کی مختصر کتابیں اور پھر اردو کے بعض رسائل لکھے گئے اور دیکھئے قیامت تک کس قدر کتابیں لکھی جاتی ہیں اور علماء کی کس قدر توجہ اس طرف رہتی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ علوم شریعت میں سب سے پہلے یہی علم دنیا سے مفقود و معدوم ہو جائے گا جیسا کہ پیشین گوئی فرمائی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

فصل دوم

میراث وفرائض کی حقیقت

یہ خاک کا پتلا جو بعض دفعہ ہمچو من دیگرے نیست کا نعرہ مارنے لگتا ہے بالکل معدوم تھا اس موجود حقیقی جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو موجود کیا اور رحم مادری ہی سے اس کے لئے ضروری سامان مہیا کرنا شروع کر دیا۔ آنکھ' ناک' دل' دماغ' سارے اعضا جو ایسی نعمتیں ہیں کہ دنیا کی کوئی نعمت ان کے مقابل نہیں ہو سکتی اسی اندھیری کوٹھڑی میں اس کو عطا فرمائے۔ غذا کا سامان سانس لینے کا راستہ ایسی حکمت سے رکھا کہ بڑے بڑے عاقلوں کی عقل چکر کھا گئی جب باہر آنے کے قابل ہوا اور دنیا میں آیا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا بالکل خالی ہاتھ۔ غریب لوگ کس شمار میں ہیں

۱۔ یہ کتاب وقت تصنیف سے آج تک نہایت مقبول و متداول اور ہمیشہ درسیات میں داخل رہی ہے شہرت وقبول کی یہ بھی کافی دلیل ہے کہ بیس پچیس شروح اور شرحوں پر حواشی لکھے گئے اور محشی وشارح بھی کوئی معمولی اہل علم نہیں بلکہ علامہ تفتازانی جیسے علمائے نامدار اور سید شریف جرجانی جیسے فخر روزگار ہیں۔ اصل کتاب کی طرح سید صاحب کی شرح کو بھی قبولیت عامہ نصیب ہوئی اور اس پر متعدد حواشی لکھے گئے۔ ۱۲

Marfat.com

وہ بڑے بڑے جاہ وحشمت والے رئیس اور ملک و دولت والے عظیم الشان بادشاہ جن کے غرور و تکبر کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں رہتا جب پیدا ہوئے تو سر پر ٹوپی تھی نہ پاؤں میں لیترا نہ بدن پر چیتھڑا۔ غور کرو یہ سب سامان کس نے دیئے۔ اور کیوں دیئے۔ ہمارا کوئی حق اس کے ذمہ واجب تھا۔ چھوٹی سے لے کر بڑی تک سب چیزیں اس نے مرحمت کیں جس کو ہم بھول گئے اور محض اپنے فضل و عنایت سے دیں نہ کسی کا حق واجب تھا نہ احسان نہ معاوضہ نہ تاوان بہت سی چیزیں تو اس کے لئے ہزاروں برس پہلے سے تیار تھیں اور اس سے پہلے آنے والوں کے استعمال میں آ رہی تھیں اور اس کی آمد کی منتظر تھیں۔ آسمان' زمین' دریا' پہاڑ' ہوا' آگ' چاند اور سورج جیسی عظیم الشان مخلوقات۔ گویا دست بستہ کھڑی تھیں کہ آنے کے ساتھ ہی خدمت میں مصروف ہوگئیں اور پوری طرح زمین پر پاؤں بھی نہ رکھا تھا کہ تمام اسباب راحت و ضرورت رفتہ رفتہ اسی طرح مہیا ہو گئے کہ اس کو اصلی منعم کا خیال بھی نہ آیا اور اپنے ظاہری اختیار اور قبضہ و قدرت کو دیکھ کر پورا مختار اور اصلی مالک ہونے کا خیال بندھ گیا لیکن بہت جلد اس کو اپنی خام خیالی معلوم ہوگئی اور اس کا یہ گمان غلط نکلا اور اس بارونق سرائے کے مستعار اسباب سے جی بھر کر نفع نہیں اٹھایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجا اور رخصت کی گھنٹی نے چونکا دیا اور جبراً روانگی کا سامان شروع ہو گیا اس سرائے ناپائیدار میں گو اتفاقیہ آیا تھا اور کبھی کبھی آہستگی سے کان میں یہ آواز آ جاتی تھی کہ یہ سب چیزیں چند روزہ اور مستعار ہیں ہمیشہ یہاں رہنا نہیں ان چیزوں سے دل نہ لگانا لیکن یہاں آ کر کچھ ایسی دلچسپی ہوگئی تھی کہ دنیا چھوڑنے اور یہاں سے جانے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔ بہت ہاتھ پاؤں مارے' حیلے حوالے' عذر معذرت سب ہی کچھ کئے مگر شنوائی نہ ہوئی ؎

خدا کے حکم کے آگے کسی کی چل نہیں سکتی ۔۔۔ گھڑی وعدے کی جس دم آن پہنچی ٹل نہیں سکتی

وعدہ برابر ہو گیا حکم ناطق آ گیا سارے سامان دھرے رہ گئے اور یہ روانہ ہو گیا نہ کوئی چیز ساتھ لی نہ کچھ ہمراہ۔ جیسے تنہا شکم مادر سے باہر آیا تھا اسی طرح بیک بنی دو گوش چل دیا ؎

تھا جو مشغول ہوس تعمیل فرمان چھوڑ کر ۔۔۔ چل دیا وہ آج سب ہستی کے سامان چھوڑ کر

بظاہر سمجھا یہ جاتا ہے کہ دو چار گز کپڑا ساتھ لے گیا لیکن غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بھی اس کا نہیں اس مہمان سرائے دنیا میں جو چیزیں اس کو مستعار دی گئی تھیں اس کی طرف سے سب بیکار ہو گئیں کیونکہ وہ ایسی جگہ نہیں گیا جہاں (۱) سے واپس آئے اب تو وہ کبھی سلام و پیام بھی نہ

۱۔ مسئلہ: اگر بالفرض کوئی مردہ زندہ ہو کر واپس آ جائے تو وارثوں کے پاس سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے ۱۲ درمختار

Marfat.com

بھیجے گا لوٹ کر آنے کا تو ذکر کیا ہے۔ اب فرمائیے کہ یہ تمام سامان اور ساری چیزیں کسی کو دی جائیں جس میں کچھ عقل ہوگی وہ فوراً کہہ دے گا کہ اصلی وحقیقی مالک کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے دلوادے اور جس طرح مرضی ہو صرف کرے۔ پس اس علیم وحکیم مالک حقیقی کے حکم سے ان پس ماندہ چیزوں پر دوسرے لوگوں کا استحقاق اور ملک ثابت ہو جانے کا نام میراث ہے اور موجودہ رشتہ داروں کے جو حقوق اور حصے خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں فرائض (۱) ہیں۔

اس رحمان ورحیم مہمان نواز کی مہربانی دیکھو کہ اس کی پس ماندہ چیزیں ابتداء ہی سے بطور خود تقسیم نہیں کیں بلکہ کچھ عرصہ تک اسی رخصت ہونے والے مسافر کو اختیار دے دیا تھا کہ جس طرح مناسب سمجھے اپنے والدین اور رشتہ داروں پر اپنا مال تقسیم کر جائے۔ (یعنی دین محمدی کے ابتدائی زمانہ میں مال چھوڑنے والے شخص پر فرض تھا کہ موت کے قریب اپنے والدین اور اقرباء کے لئے اپنی مرضی سے مناسب طریقہ پر وصیت کر جائے کہ اس قدر فلاں کو دیا جائے اور اس قدر فلاں کو) لیکن اس قدر عرصہ کے تجربہ سے جب خدا تعالیٰ نے لوگوں کو دکھلا دیا اور ان کو یقین کرا دیا کہ پورا عدل وانصاف انسانی طاقت سے باہر ہے رواداری ولحاظ ومروت کی وجہ سے کچھ نہ کچھ بے انصافی ہو ہی جاتی ہے تو اس انسان مسافر ومہمان کے ہاتھ سے یہ اختیار نکال لیا اور اس کام کا خود متکفل ہوا اور اس قدر اہتمام کیا کہ بلا واسطہ ملک (فرشتہ) مقرب اور بلا تشریح نبی مرسل ہر ایک مسافر آخرت کے پس ماندہ مال کو اپنے خاص حکم سے تقسیم فرما کر اس کے پس ماندوں کے حصے خود مقرر ومنضبط فرمادیئے (یعنی وارثوں کے لئے وصیت کرنے کا حکم منسوخ فرما کر صاف صاف حصے وارثوں کے قرآن مجید میں تجویز فرمادیئے) میراث وفرائض کی حقیقت کے بیان سے آپ کے خیال میں آ گیا ہوگا کہ میراث وتوریث کوئی اختیاری امر نہیں بلکہ ایسا حق ہے کہ بلا اختیار مورث اور وارث کے خواہ مخواہ ثابت ہو جاتا ہے جب پہلا شخص مر جائے گا تو جس جس شخص کو جس مقدار میں اس کا قائم مقام اور نائب بنا دیا ہے بن جائے گا خواہ مرنے والا اس کو پسند کرے یا نہ کرے اور لینے والا اس پر راضی ہو یا نہ ہو اگر وارث کسی (۲) وجہ سے چاہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے مال

۱۔ فرائض جمع فریضہ کحدائق جمع حدیقہ والفریضۃ بمعنے المفروضہ ای مقدرا او معلوما او مقطوعا عن غیرہم ۱۲ فتح الباری

۲۔ مثلاً کسی شخص نے اپنے وارث سے جھگڑے اور لڑائی کے وقت قسم کھائی کہ اگر میں تیرا کچھ بھی مال میراث میں لوں تو زوجہ کو طلاق ہے اب مورث کے انتقال پر یہ شخص بلا اختیار اس کے مال کا مالک ہو جائے گا اور زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی۔

Marfat.com

سے حصہ نہ پاؤں اور اس کا مالک نہ بنوں تو اس کی آرزو سے کچھ نہیں ہو سکتا جب وہ شخص مال چھوڑ کر مرے گا تو یہ شخص خود بخود شرعاً اس کا مالک اور وارث ہو جائے گا خواہ قبول کرے یا نہ کرے (۱) البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ مالک ہونے اور لینے کے بعد کسی دوسرے کو عطا کر دے اور خود نہ رکھے علی ہذا القیاس اگر مورث چاہتا ہو کہ فلاں وارث میرے مال سے محروم رہ جائے اور اس کو حصہ نہ ملے تو اس کی خواہش سے کچھ نہیں ہو سکتا اس کے مرنے کے بعد وہ شخص جو شرعاً وارث ہے ضرور مالک ہو جائے گا اور جس قدر حصہ اس کو شرعاً پہنچتا تھا پہنچے گا

(اگر بالفرض اس مورث نے عاق نامہ بھی تحریر کر دیا کہ میں اپنے فلاں وارث سے (بیٹا ہو یا بیٹی یا اور کسی قسم کا وارث ہو) فلاں وجہ سے ناراض ہوں وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رکھا جائے تو بھی وہ شخص شرعاً محروم نہ ہو گا اور حصہ مقررہ فرائض اس کو پہنچے گا۔ ایسے ہی اگر خلاف قاعدہ شرعی اپنے مال اور ترکہ کی نسبت زبانی یا تحریری فیصلہ کر دیا کہ میری وفات کے بعد اس طرح تقسیم ہو یعنی شرعی حصوں سے کم و بیش مقرر کر دیا تو یہ فیصلہ اس کا بالکل نا قابل اعتبار اور باطل ہو گا میراث حسب قاعدہ شرعی تقسیم ہو گی اور اس ظلم کا گناہ بے لذت اس کے سر پر رہے گا ضرورت اور مجبوری میں کسی وارث کو محروم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ موجودہ سامان و جائیداد جن لوگوں کو دینا چاہتا ہے زندگی ہی میں ان کو دے کر ان کا قبضہ اور تصرف کرا دے اس کے مرنے کے بعد جب کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث جاری ہو گی نہ کسی کو حصہ ملے گا۔)

لیکن جب تم کو یہ معلوم ہے کہ اس سراپا احتیاج فقیر و مفلس انسان کو جو کچھ نقد و جنس مال و متاع زمین و مکان خدائے تعالیٰ نے مستعار دیا تھا اس کے رخصت ہونے کے بعد خود ان چیزوں کا انتظام فرما دیا ہے تو تم نہایت افسوس کرو گے اس ناشکر و ناسپاس شخص کی حالت پر جو خلاف حکم مالک حقیقی ان چیزوں میں تصرف کرے اور اس احکم الحاکمین کے قواعد و انتظام کو توڑ کر تدبیر اور حیلوں سے بلا اجازت شریعت اصلی وارثوں کو محروم کر دے یا ان کے حصے میں خلل ڈالے تف ہے اس کے افعال ناشائستہ پر اور نفرین ہے اس کی حرکات ناباِیستہ پر۔

• ایک صحیح حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں

(۱) یہاں تک کہ اگر کوئی وارث اپنے حق کو لینے سے گریز کرے تو حاکم و قاضی کو اختیار ہے کہ جبراً اس کے مکان میں پہنچا دے حاشیہ شریف۔

Marfat.com

لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں (یعنی بلاوجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کر دیتے ہیں یا حصہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ میں پہنچا دیتا (۱) ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم فرما دیں گے۔

ہندوستان کے بعض جاہل مسلمانوں میں لڑکیوں اور نکاح ثانی کرنے والی عورتوں کو میراث سے محروم رکھنے کی کافرانہ اور نہایت معیوب رسم اب تک جاری ہے۔ شادی، غمی وغیرہ تقریبات میں کچھ نقد و جنس ان کو دے کر بطور اشک شوئی معاوضہ ادا کر دیا جاتا ہے اور میراث و ترکہ پر مرد قابض و مالک رہتے ہیں۔ بعض اضلاع میں جب منجانب سرکار انگریزی اراضی کا جدید بندوبست ہوتا ہے تو وہاں کے مسلمان رئیسوں اور زمینداروں سے دریافت کیا جاتا ہے کہ تم بقاعدہ شریعت ترکہ تقسیم کرانا چاہتے ہو یا حسب رواج سابق صرف بیٹوں کو جائیداد دلوانا چاہتے ہو۔ ان میں سے اکثر ناخدا ترس و ناعاقبت اندیش لوگ منوجی (۲) کے قاعدے اور مشرکان عرب کے رواج کو قانون خداوندی اور شریعت محمدی پر ترجیح دے کر اپنی جائیداد و مال کو رواج کے موافق تقسیم کرانا پسند کرتے ہیں اور عورتوں کو محروم (۳) لکھوا دیتے ہیں اسی طرح قانون پاس ہو جاتا ہے اور ان لوگوں کے انتقال پر اسی طرح عمل درآمد اور داخل خارج ہوتا ہے اور وہ غافل لوگ احکام خداوندی کے خلاف کرنے کی سزا میں اور شریعت محمدیہ سے سرتابی و سرکشی کرنے کے وبال میں فوراً (۴) دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ احکام میراث کی نافرمانی کرنے کی نسبت خدائے تعالیٰ نے صاف يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ فرمادیا ہے اب دیکھئے وہاں سے نکلتے ہیں یا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پس پشت ڈال کر ایک کافرانہ رسم پر عمل درآمد کرنا کوئی معمولی خطا نہیں ہے۔ نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجہ کا جرم ہے بلکہ کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ بیزار افسوس ہے ایسے مسلمانوں کی حالت پر اور نہایت حسرت ہے ان کی غفلت پر علمائے

۱۔ مشکوۃ شریف از احمد و ترمذی وابوداؤد وغیرہ ۱۲

۲۔ ہنود کا مشہور پیشوا گزرا ہے ۱۲

۳۔ بیوہ اگر نکاح ثانی نہ کرے تو کھانا کپڑا شوہر کی جائیداد سے ملتا ہے ورنہ بالکل محروم کر دیتے ہیں افسوس ۱۲

۴۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل فرمائے گا جہاں وہ مدتوں رہے گا اور نہایت ذلیل کرنے والا عذاب پائے گا ۱۲

Marfat.com

اہل اسلام اور دیگر مسلمانوں سے جہاں تک ممکن ہو ایسی رسم کو مٹانا اور ان مسلمانوں کو سمجھا کر عذاب آخرت سے بچانا لازم وضروری ہے پہلے ظاہر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام سامان اور سب نعمتیں بلا ہماری قدرت واختیار کے اور بلا کسی قسم کے استحقاق کے محض اپنے فضل و کرم سے دفع تکالیف اور رفع ضرورت کے لئے چند روزہ مستعار عطا فرمادی تھیں پس اگر انسان کے مرنے کے بعد ایسے لوگوں کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا جاتا جن کو اس رخصت ہونے والے سے کچھ بھی علاقہ نہ ہوتا اور بالکل غیر ہوتے تب بھی کوئی بے انصافی اور ظلم نہ ہوتا لیکن اس کے فضل کے قربان جایئے کہ اس نے ان چیزوں کے عطا فرمانے میں علاوہ انسانی اور اسلامی تعلق کے ہمیشہ کسی خاص تعلق وخصوصیت کا لحاظ فرمایا ہے اور بالآخر قرابت ورشتہ داری کے تعلق پر میراث کو منحصر کر دیا تاکہ انسان نادان کو ان مستعار چیزوں کے چھوٹنے کا زیادہ غم نہ ہو۔ (جن کو عرصہ دراز کے استعمال اور مدت طویل کے قبضے کی وجہ سے اپنی ذاتی ملک سمجھنے لگا تھا) اور یہ سمجھ کر تسلی پائے کہ خیر مجھ سے چھوٹی تو میری اولاد وغیرہ عزیز واقرباء کے کام آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

انبیاء کے وارث نہ ہونے کا بیان

انبیاء علیہم السلام کی دوربین اور حقیقت شناس نظروں پر غفلت کا پردہ نہیں تھا خداوند تعالیٰ کے مالک ومتصرف حقیقی ہونے کا مشاہدہ اور یقین کامل ان کو حاصل اور اسباب دنیا کے مستعار ہونے اور انسان کی مسافرانہ حالت کا نقشہ ان کو پیش نظر رہتا تھا۔ خود بھی یہی سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم فرماتے تھے۔ ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو دنیا سے بس ایسا ہی تعلق ہے جیسے ایک سوار تھوڑی دیر درخت کے سایہ میں ٹھہرے اور چل دے اور فرمایا کہ دنیا میں ایسے بسر کرو جیسے کوئی مسافر کسی جگہ ٹھہر جائے یا راستہ پر چلا جاتا ہو۔ لہذا انبیاء کو اس سامان دنیا سے کچھ بھی دلچسپی نہ ہوتی تھی نہ زندگی میں یہ حسرت تھی کہ ہمارے اقربا کا متروکہ ہم کو دیا جائے اور نہ بوقت وفات اپنے سامان کے چھوٹنے کا کچھ قلق وافسوس ہوتا تھا اس لئے ان کو کسی طفل تسلی کی ضرورت نہ ہوئی کہ مال ان کے وارثوں پر تقسیم کیا جائے اس لئے قانون الٰہی میں نہ انبیاء کا پس ماندہ مختصر اسباب وترکہ تقسیم ہو کر ان کے وارثوں کو پہنچتا ہے اور نہ ان کو اپنے اقربا کی میراث سے حصہ ملتا ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام[1] انبیاء کا یہ حال بایں الفاظ ظاہر

Marfat.com

فرمایا۔

اِنَّامَعَاشِرُ (۲) الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَةٌ. یعنی ہم نبیوں کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں اس کا حکم صدقہ کی مانند ہے۔ یعنی تمام مسلمانوں کا حق ہے ایسے امور میں صرف کیا جائے جس سے عام مسلمانوں کو نفع پہنچے اور خاص اپنی نسبت یہ ارشاد فرمایا۔

(۵) لَایُقْسَمُ (۳) وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا مَا تَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَ مُؤْنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ یعنی میرے وارث کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کریں گے جو کچھ میری عورتوں کے ضروری خرچ اور جائیداد کے کارکن کی اجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے چنانچہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں اسی ارشاد پر عمل ہوا۔ درہم و دینار نہ آپ نے چھوڑا نہ کسی نے تقسیم کیا آپ کی پیشین گوئی پوری ہوگئی کسی قدر زمین اور درخت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

ا۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے الانبیاء لا یرثون بعض علماء کے نزدیک یہ صرف جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم میراث سے مخصوص و مستثنیٰ ہیں باجماع صحابہ و اتفاق علماء ۲۔ اخرجه النسائی ولم تثبت الروایته نحن کما هو مشهور وقوله لانورث بفتح الراء علی البناء للمجهول ولو روی بالکسر لکان صحیحاً وصدقة مرفوع علی الخبریة وادعی الشیعة انها منصوبة علی ان مانا فیته وقال البعض یتحمل ان یکون قوله ماترکنا صدقة مفعولا ثانیا بقوله لانورث ای لانورث الشئ الذی ترکنا صدقه ورد الوجهان بان الروایة ثانیة بالرفع ویؤیده قوله علیه السلام ماترکت بعد نفقه نسائی وموته عاملی فهو صدقة وایضا فی الاحتمال الثانی لاتبقی خصوصیة الانبیاء لان من جعل ماله صدقة لاترثه کان نبیاً اولم یکن کتبه بالعربیته لا المنقعین بهذه الحاشیة عارفون بالعربیه فتح و کبیر

۳۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ میرے وارثوں کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کرنا چاہئے جو کچھ ازواج کے نفقے اور کارکن کی اجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے۔ عامل جو اس روایت میں ہے اس کے چند معنی ہو سکتے ہیں کارپرداز۔ خلیفہ، خادم، گورکن یعنی قبر کھودنے والا اور وان اردت لطائف الحدیث وتفصیل المقام فعلیک بفتح الباری ۱۲ منہ افیہ نظر کمالا یخفی ۱۲ منہ

نے اس کو تقسیم کرانے کا ارادہ کیا تھا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے تقسیم ہونے اور میراث میں دیئے جانے کی درخواست بھی فرمادی تھی لیکن جب ان بزرگ بیبیوں کو خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس کی نسبت معلوم ہو گیا تو کسی نے پھر اس کا خیال نہیں کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تو پھر تمام عمر اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ زمین کی پیداوار میں سے آپ کے ارشاد کے موافق آپ کی ازواج مطہرات کا نفقہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہتا وہ رفاہ عام کے کاموں اور جہاد وغیرہ کے ساز و سامان میں صرف ہوتا رہا اور آپ کے عزیز و اقارب نواسوں وغیرہ کو بیش قرار وظیفے اور بڑی بڑی تنخواہیں مال غنیمت وغیرہ سے ملتی رہیں۔ حضرت ابوبکر و عمر کے بعد حضرت عثمان اور حضرت حسن کی خلافت میں بھی اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

انبیاء علیہم السلام کی میراث وارثوں پر تقسیم نہ ہونے میں ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء چونکہ بحیثیت نبوت و بلحاظ ہدایت تمام امت کے روحانی باپ ہوتے ہیں اور سب کے ساتھ یکساں علاقہ اور ان پر مساوی شفقت رکھتے ہیں لہذا ان کے پس ماندہ مال و ترکہ کو صدقہ عامہ قرار دیا گیا جو بلا اعتبار حر و عبد اور بغیر فرق صالح و فاسق اور بدون لحاظ قریب و بعید عام مسلمانوں کی مصالح میں خرچ ہو اور سب کے کام آئے کیونکہ ذرہ ذرہ تقسیم کرنا دشوار ہوتا اور اگر خاص جماعت اقرباء کو میراث پہنچتی تو اس کے ساتھ علاقہ خاص کا اظہار ہو کر دیگر امتیوں کے لئے ایک طرح دل شکنی کا باعث ہوتا علی ہذا القیاس اگر اقربا کی میراث انبیاء کو دلوائی جاتی تو وہی خاص علاقہ ثابت ہوتا جو شفقت عامہ کے بظاہر مخالف تھا۔

نیز چونکہ انبیاء علیھم السلام احکام خداوندی کو بلا کسی غرض کے پہنچانے والے اور ناصح مشفق ہوتے تھے اور بآواز بلند علی الاعلان کہتے تھے کہ ہم اپنی نصیحت وابلاغ و خیر خواہی کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے ہم تم سے مال طلب نہیں کرتے اب اگر وہ کسی وارث کی میراث میں سے حصہ پاتے تو دشمنوں کو کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھئے اپنی امت سے مال حاصل کیا (کیونکہ انبیاء کے اقرباء بھی تو ان کی امت میں داخل ہوتے ہیں اور جب انبیاء کی میراث ان کے وارثوں کو پہنچتی تو مخالفین کو شبہ ہونے کی گنجائش تھی کہ اپنے عزیزوں کے لئے مال جمع کر کے گئے۔ اب اس اعتراض اور شبہے کی جڑ ہی کٹ گئی نہ کسی سے مال لیتے ہیں نہ دیتے ہیں اور اگر بالفرض لیں اور جمع

Marfat.com

بھی کریں تو اس سے ان کو کوئی ذاتی نفع نہ پہنچے بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہو جائے۔) (۱)

اعتراض۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی یا خداوند تعالیٰ مجھ کو ایسی اولاد عطا فرما جو میری وارث ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے مال میں میراث جاری ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (۲)۔ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ یعنی سلیمان علیہ السلام اپنے والد داوٗد

ا۔ احکام خداوندی کی حکمتوں کا حصر و شمار نہیں ہو سکتا چنانچہ انبیاء کے وارث نہ ہونے کی دو تین مصلحتیں احقر نے نقل کیں جو اس مقام کے مناسب تھیں علاوہ ان کے علمائے محققین نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چونکہ ایک اعلیٰ قسم کی حیات اخروی حاصل ہے لہٰذا وہ عام لوگوں کے مانند مردہ شمار نہیں ہوتے اور اسی حیات کا اثر ہے کہ ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اور اسی حیات کی تاثیر ہے کہ ان کے اجسام مبارک گلنے سڑنے سے محفوظ رکھے گئے اور ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اخروی چونکہ سب سے زیادہ قوی اور روشن تھی اس لئے اس پر اس کے علاوہ اور بھی بعض ثمرات مرتب ہوئے مثلاً یہ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کے لیے نکاح ثانی کرنا اسی طرح حرام رہا جیسا آپ کی حیات میں حرام تھا اور ازواج مطہرات کا نان ونفقہ بھی گویا آپ کے ذمہ واجب رہا اس لئے آپ نے ازواج سے فرما دیا تھا کہ مجھے اپنی وفات کے بعد سب سے زیادہ تمہاری فکر ہے اور تمہارے ساتھ احسان وسلوک وہی کرے گا جو نہایت کامل ہوگا۔ ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء کے وارثوں کو کبھی ان کی موت کی آرزو کا خیال اور وسوسہ بھی نہ آئے۔ کیونکہ کبھی آدمی کے دل میں یہ خیال آ جاتا ہے کہ اگر میرا فلاں مورث مر جائے تو اس کا ترکہ اور مال مل جائے گو وہ اس خیال کو بہت جلد اپنے سینے سے نکال دے یعنی بمقتضائے بشریت ممکن تھا کہ کبھی انبیاء کے وارثوں کے دل میں بھی اس قسم کا خیال آ کر ان کے لئے مضر اور باعث ہلاکت ہو پس اللہ تعالیٰ نے میراث میں ان کا کچھ حق ہی نہ رکھا اور اس خفیف نقصان کو برداشت کرا کر ایک بہت بڑے وبال سے بفضل خاص محفوظ کر دیا (فائدہ لطیفہ) آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان الصدقۃ لا تحل لنا اور انا لا ناکل الصدقۃ یعنی مجھ پر اور میرے اقربا پر صدقہ حرام ہے اور دوسرے موقعوں پر فرما دیا کہ ما ترکنا صدقۃ یعنی انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ان دونوں باتوں کے ملانے سے معلوم ہو گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کو آپ کی میراث لینا حرام ہے کیونکہ صدقہ ان لوگوں پر حرام کر دیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوڑی ہوئی میراث صدقہ ہے ۱۲۔ من کتب المحققین

۲۔ سولھواں پارہ شروع سورہ مریم۔

Marfat.com

علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ اس سے دونوں باتیں معلوم ہوئیں کہ انبیاء کے مال میں میراث جاری ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کے عزیزوں کی میراث پہنچتی ہے کیونکہ داؤد سلیمان علیہما السلام دونوں باپ بیٹے نبی تھے۔

جواب۔ (۱) ان مواقع میں مال واسباب کا وارث ہونا مراد نہیں بلکہ وہ علمی وراثت مراد ہے جو ایک نبی سے دوسرے نبی کو پہنچتی ہے۔ زکریا علیہ السلام کی بھی یہی دعا تھی کہ مجھ کو ایسی اولاد مرحمت ہو جس کو نبوت بھی عطا فرمائی جائے تا کہ حکمت ہائے ربانی اور علوم خداوندی کو مجھ سے بطور میراث کے حاصل کرے اور میرے بعد لوگوں کو سنبھالے جواب دیا جا سکتا ہے کہ ان آیات میں میراث کے مشہور ومعروف معنے مراد نہیں بلکہ بعض جگہ صرف جانشین کرنا اور بعض جگہ دینا اور کسی جگہ لینا مراد ہے لیکن یہ جانشینی اور دنیا لینا بطور میراث نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ان آیات کے علاوہ دوسری جگہ بھی دینے لینے اور جانشین کرنے کے معنی موجود (۲) ہیں۔

اعتراض:۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی لونڈی ام ایمن آپ کو میراث میں حاصل ہوئی تھیں جنہوں نے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش کی ہے اور جن کا نکاح آپ نے اپنے متبنّیٰ زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ نیز آپ کو اپنی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال کثیر میراث میں پہنچا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دوسروں کے مال سے میراث اور حصہ مل سکتا ہے۔

جواب۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا چونکہ آپ کے والد ماجد کی لونڈی تھیں اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہیں اس لئے سمجھا گیا کہ آپ کو میراث میں پہنچی تھیں (۳) ورنہ فی الحقیقت وہ والد ماجد کے انتقال کے بعد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا صاحب اور والدہ صاحبہ کا حق اور حصہ ہوگئی

---

(۱) سورنمل رکوع دوم۔

(۲) جو علماء فرماتے ہیں کہ وارث نہ ہونا صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے دیگر انبیاء کا یہ حکم نہیں نہ ان پر یہ اعتراض پڑتا ہے نہ ان کو جواب کی ضرورت ہے۔ وَ اَوْرَثْنٰھا بنی اسرائیل ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قوم کا جانشین بنا دیا۔ نورثھا من عبادنا من کان تقیا. ہم جنت اپنے پرہیزگار بندوں کو دیتے ہیں۔ کنا نحن الوارثین. آخر ہم ہی لینے والے ہیں۔

(۳) الصالحات میں اسی اعتبار سے لکھ دیا گیا ہے کہ ام ایمن آپ کو میراث میں مل گئی تھیں ۱۲ منہ۔

Marfat.com

تھیں ان دونوں صاحبوں نے بوجہ شفقت آپ کی خدمت میں رکھا اور گویا آپ کو دے دیا اور پھر آپ نے ان کو آزاد فرما دیا علاوہ ازیں یہ قصہ اس زمانہ کا ہے جب تک آپ کو ظاہری اعتبار سے باضابطہ نبوت ورسالت عطا نہیں ہوئی تھی اس زمانہ میں اگر آپ کو میراث مل بھی جاتی تو کچھ تعجب نہ تھا کیونکہ بہت سے احکام اور خصوصیات جو نبی ہونے کے بعد لگ جاتے ہیں نبوت سے پہلے موجود نہیں ہوتے۔

اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام مال واسباب زندگی ہی میں آپ کی نذر کر دیا تھا تا کہ لوگ فقیری اور مفلسی کا طعنہ نہ دے سکیں (سورہ الضحیٰ (۱) میں اسی کی طرف اشارہ ہے) خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نہ کچھ ان کا ترکہ رہا نہ آپ کو میراث میں پہنچا جو کچھ تھا وہ ہمیشہ سے آپ ہی کا تھا۔

فصل سوم

میراث کے اسلامی احکام نازل ہونے کا بیان

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جو غایت درجہ کے شرک وکفر اور ناشائستگی کا زمانہ لوگوں پر گزرا ہے اس کو جاہلیت کہتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں جہاں اور طرح طرح کی ظالمانہ رسمیں اور جاہلانہ خیالات (مثلاً لڑکیوں کا زندہ درگور کردینا۔ غلاموں کے ساتھ سختی اور تشدد کرنا ان کو چوپایوں کے مانند ذلیل اور گویا غیر ذی روح جنس سمجھنا' یتیموں کا مال کھانا' طرح طرح کے باطل معبودوں کی پرستش کرنا) شائع اور رائج تھے وہاں ایک پرستم طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ مرے والے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے جو پورے جوان۔ میدان جنگ میں جانے کے قابل ہوں۔ عورتوں' بچوں اور ضعیفوں کو میراث نہیں ملتی تھی۔ مفلس وبے کس بیوہ اور معصوم ویتیم واجب الرحم لڑکے اور لڑکیاں روتے چلاتے رہ جاتے اور جوان قوی مالدار چچا اور بھائی آکر آنکھوں کے سامنے سب مال پر قبضہ کر لیتے تھے۔ ان کی آہ کا سننے والا اور ظالموں کے پنجے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا آخر ان ضعیف مظلوموں کی آہ کا دھواں آسمان کو چیر کر عرش پر

۱۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ. اور آپ کو تنگدست پایا پس غنی کر دیا۔ اس کا مفصل بیان الصالحات میں احقر نے لکھ دیا ہے۔ ۱۲ منہ۔

Marfat.com

پہنچا اور اہل عالم کی حرکات دیکھ کر غیرت خداوندی کو جوش آیا۔ رحمۃ للعلمین مبعوث ہوئے اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا۔ یتیموں کے مال عورتوں کے دیگر حقوق' معاملات کی بتدریج اصلاح ہو رہی تھی کہ میراث کا نمبر پہنچا۔

جاہلیت میں مردوں (۱) کو دو تین علاقوں کی وجہ سے میراث پہنچتی تھی۔

علاقہ نسب: یعنی میت کی اولاد میں آباؤ اجداد میں داخل ہونا عہد معاہدہ یعنی دو شخصوں کا باہمی اقرار کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے رنج و راحت موت و حیات میں شریک رہیں گے ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کرے گا جو زندہ رہے وہ مرنے والے کی میراث پائے گا۔

متبنیٰ کر لینا۔ جو شخص کسی غیر کی اولاد کو بیٹا بنا لیتا وہ دونوں باہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے اور ایک دوسرے کا وارث ہوتا۔ ابتدائے اسلام میں بھی انہیں علاقوں کی وجہ سے میراث ملتی رہی اور ایک علاقہ (۲) مواخات کو زیادہ کر دیا گیا یعنی جس مہاجر اور انصاری کو آپ باہم بھائی بنا دیتے ان میں ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اگرچہ فی الحقیقت یہ بھی عہد معاہدہ ہی کی ایک قسم ہے۔ اور کچھ دنوں کے بعد یہ بھی لازم ہو گیا کہ ہر شخص بوقت وفات اپنے والدین اور اقرباء کے لئے اپنی رائے سے مناسب سمجھ کر وصیت کر جائے اور اپنے مال میں سے حصہ مقرر کر جائے چنانچہ اس آیت میں بھی حکم ہے (۳) کُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَنِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ.

جب اس صیغے کی اصلاح منظور ہوئی تو حسب قاعدہ خداوندی بتدریج عمل درآمد شروع ہوا کیونکہ دفعتہً سخت حکم پر عمل کرنا نہایت شاق اور گراں ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ ضروری حکم سب سے پہلے نازل ہوا اور ارشاد فرمایا گیا کہ عزیز و اقارب جو مال چھوڑ کر مر جاتے ہیں اس میں جیسے مردوں کا حق ہے۔ اسی طرح عورتوں کا بھی حق ہے۔

۱۔ چونکہ متبنیٰ کرنا بھی عہد معاہدہ کی ایک قسم ہے لہذا دو تین کہا ۱۲۔ من

۲۔ احقر نے شراح حدیث کا قول لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں ہے کہ دو علاقے بڑھے ایک مواخات دوسرا ہجرت یعنی دو مہاجر باہم میل ملاپ رکھتے ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا۔

۳۔ لازم کیا گیا ہے تم پر جس وقت کسی کو تم میں سے موت پیش آئے اگر مال چھوڑ جائے وصیت کرنا واسطے والدین اور قرابت مندوں کے بطور پسندیدہ سورہ بقرہ رکوع ۲۲۔

Marfat.com

روایت۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ ایک زوجہ مسماۃ کحہ چھوڑی اور تین (۱) بیٹیاں۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے جن دو شخصوں کو اپنے مال کا کارپرداز اور وصی بنادیا تھا انہوں نے کل مال اوس رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائیوں خالد (۲) اور عرفطہ کو دے دیا اور زوجہ اور بیٹیاں روتی رہ گئیں۔ ایسے بے کس اور غریب مسلمانوں کا چارہ گر اور مددگار ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہوسکتا تھا دوڑی گھبرائی ہوئی خدمت شریف میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ شوہر کے کارپردازوں نے نہ مجھ کو کچھ دیا نہ میری بیٹیوں کو۔ آپ کو یہ حال زار سن کر نہایت افسوس ہوا لیکن (جیسا آج کل بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے) آپ خودمختار حاکم اور خدا کی خدائی میں شریک نہ تھے اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ فرما سکتے تھے اس لیے احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرمایا آپ نے اوس رضی اللہ عنہ کی زوجہ کو تسلی دے کر فرمایا کہ اپنے مکان کو لوٹ جاؤ اور جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ ہو صبر کرو۔ اور (جیسا کہ آپ ہمیشہ واقعات اور معاملات کے حکم کے لئے منتظر رہا کرتے تھے اور اسی طرح حسب موقع وضرورت تئیس برس میں رفتہ رفتہ قرآن مجید نازل ہوا ہے) جناب احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرما رہے تھے کہ یہ ارشاد نازل ہوا۔

لِلرِّجَالِ (۳) نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ .... الخ۔

اس حکم سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ترکہ اور میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ مردوں کی طرح عورتوں کا بھی اس میں کوئی حق مقررہ ہے اگرچہ اس زمانہ کے لئے یہ حکم نہایت عجیب اور چونکا دینے والا تھا لیکن اس خوبی سے بیان فرمایا گیا کہ شاق اور ناگوار نہیں گزرا اس مجمل حکم سے ایک قسم کا شوق پیدا ہوگیا کہ دیکھئے عورتوں کے لئے کیا حصہ مقرر ہوتا ہے اور چونکہ ظاہر الفاظ سے یہ شبہ

---

(۱) بعض روایات میں دو بیٹیاں اور ایک صغیر لڑکا ہے۔ ۱۲۔

(۲) (اختلاف روایات التفاسیر و عبارتهافی اسمهاد کو نها اخویه اوا بنی عمه اووصیین له فاخترت وجه التوفیق ان کان حقافمن الله والا فمنی ۱۲۔)

(۳) یعنی مردوں کے لئے بھی والدین اور عزیزوں کے ترکہ میں حق مقرر شدہ ہے اور عورتوں کے لئے بھی خواہ وہ ترکہ قلیل ہو یا کثیر۔ ۱۲

Marfat.com

بلکہ گمان غالب ہوتا تھا کہ عورتوں کو برابر کی شریک اور بالکل مردوں کے مانند حصہ دار بنادیا جائے گا اس لئے پیچھے نازل ہونے والے حکم سے عورتوں کا مردوں سے آدھا حصہ سن کر گرانی نہیں ہوئی بلکہ خاص تسلی یا خوشی حاصل ہوگئی فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

اس حکم کو سن کر آپ نے اوس رضی اللہ عنہ کے کارپردازوں کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حق بھی میراث میں مقرر فرمادیا ہے لیکن ابھی تک مقدار اور حصہ مقرر نہیں فرمایا لہذا تم اوسؓ کے مال کو بجنسہ حفاظت سے رکھنا ایک حبہ خرچ نہ کرنا عنقریب کوئی حکم ہو جائے گا۔

اس قصے کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور ہنوز کوئی حصہ خاص معین نہیں فرمایا گیا تھا کہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے جلیل القدر انصاری صحابی شوال ۳ھ ہجری میں احد کی مشہور لڑائی میں بارہ زخم لگ کر شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے حسب دستور قدیم کل مال پر قبضہ کرلیا زوجہ اور دو بیٹیاں محروم رہ گئیں۔

مسلمانوں کا ماوا ملجا اور بے کسوں کا فریادرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی تھا ہی نہیں ان کی زوجہ بھی لڑکیوں کو ہمراہ لے کر آپ ہی کی خدمت میں فریاد کرنے آئیں اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے شوہر سعد بن ربیع کی یہ دو لڑکیاں ہیں ان کے والد نے غزوہ احد میں حضور کے قدموں پر جان نثار کردی جو کچھ ان کا ترکہ اور مال تھا وہ سب ان لڑکیوں کے چچا نے لے لیا اور ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا اب ان کے نکاح کی فکر ہے اور جب تک کسی قدر مال نہ ہو عزت کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا کیا علاج کریں۔ آپ نے اس کے تصفیہ کو بھی خدا تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ملتوی رکھا اور سعد بن ربیع کی زوجہ کو یہ ارشاد فرما کر رخصت کر دیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں گے۔

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ میراث میں عورتوں کا بھی حق ہے صرف حصہ اور مقدار معین ہونے کا انتظار تھا۔ اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ ہوتا ہے اور صاحب الغرض (۱) مجنون مشہور ہے سعد رضی اللہ عنہ کی زوجہ کچھ عرصے تک صبر کرنے کے بعد پھر روتی ہوئی خدمت مبارک میں آئیں۔ ان کا رونا رحمت کے لئے بہانہ بن گیا اور میراث کا سب سے آخری اور قطعی صاف اور مشرح حکم

۱۔ حاجت وضرورت میں آدمی دیوانے کی مانند ہو جاتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (آخر رکوع تک)[1]

نازل ہو گیا جس میں زوجہ اور بیٹیوں کا حصہ بھی مقرر فرما دیا گیا ہے اور تمام وارثوں کے نہایت وضاحت سے یقینی اور قطعی حصے مقرر فرما دیئے گئے ہیں جن میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل میں سعد بن ربیع کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال میں سے دو ثلث[2] لڑکیوں کو دے دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو اور جو کچھ باقی رہے وہ تمہارا ہے۔ اسلام کے اس پر حکمت اور سب سے آخری قاعدہ میراث کے مطابق جو سب سے پہلی میراث تقسیم ہوئی ہے وہ یہی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی میراث تھی۔[3]

اس کے بعد آپ نے اوس رضی اللہ عنہ کے مال میں سے بھی دو حصے تین بیٹیوں کو اور آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی چچازاد بھائیوں کو دلوا دیا۔ اور اسی قاعدہ پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔

اب صیغۂ میراث کی اصلاح کامل ہو گئی اور بدون کسی ناگواری کے عورتوں کا حق ثابت ہو کر نصف حصہ مقرر ہو گیا۔ یہ وہ حکم تھا جس نے عورتوں کی حالت کو بالکل بدل دیا اور اس انسانی

۱۔ وان کان رجل یورث کلالۃ سے آخر رکوع تک حضرت جابر کے حال کے متعلق ہے۔ یہاں مجازاً تمام رکوع کا شان نزول قصہ زوجہ سعد بن ربیعؓ کو بیان کیا گیا ہے جیسے بعض روایتوں میں پورے رکوع کا شان نزول قصہ جابر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا ہے۔

(۲) واختلاف البنتین ومقاسمۃ الجد لیس من الشبہات الناشیہ من العبارۃ۔

(۳) فوق اثنین کے متعلق جو ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جمہور علماء میں اختلاف ہے اس کی نسبت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے قصے سے جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ دو بیٹیوں کا بھی وہی حصہ ہے جو دو سے زیادہ کا ہے گو اس پر مختلف وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے لیکن سب سے بہتر یہ حدیث اور شان نزول ہے چنانچہ محدثین ومفسرین نے اس قصہ دختران سعد رضی اللہ عنہ کو جمہور کے استدلالات میں شمار فرمایا ہے۔ اور اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی میراث کے قصے سے لفظ فوق کو زیادہ کرنے کی خاص وجہ بھی معلوم ہو گئی یعنی چونکہ مورد اور مصداق نص اور شان نزول کے ایک واقعہ میں دو سے زیادہ بیٹیاں موجود تھیں لہذا ان کا حکم ذکر کیا گیا اور فوق اثنتین فرمایا گیا گو حصہ اور حکم دو بیٹیوں کا بھی دو ثلث ہے و ذکر والزیادۃ لفظ فوق وجوہا بعضہا افضل من بعض ولکن لم ار من تعرض لما ذکرتہ

فللہ الحمد۔ ۱۲۔

Marfat.com

فرقے میں جسے اہل عالم نے غیر ذی روح کے درجے میں ڈال رکھا تھا اس اسلامی حکم نے روح تازہ پھونک دی جیسے کہ دیگر احکام قرآنی نے اس مسکین اور قابل قدر جماعت کی خاص عزت و وقعت قرار دی ہے ورنہ اہل دنیا خصوصاً اہل عرب نے ان کو صرف ذریعہ نسل اور سامان نشاط سمجھ رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اول تو کسی کو کبھی عورتوں کو میراث دینے کا خیال ہی نہ آیا اور اگر اتفاق سے عرب کے ایک عاقل اور مصلح شخص عامر بن جشم کو خیال بھی آیا تو اس نے بالکل مردوں کے برابر کر کے پورا حصہ کر دیا جس پر چند روز اس کے پیرو اور تابع لوگوں نے عمل کیا اور پھر یہ قاعدہ بالکل متروک اور نسیاً منسیاً ہو گیا۔ ایسی ہی مثالوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عقول انسانی ہزار بلند پرواز کریں لیکن اُس احکم الحاکمین اور حکیم مطلق کی مصالح اور حکمتوں کی برابری نہیں کر سکتیں۔

سوال: یہ ظاہر ہے کہ عورت چونکہ خود مال حاصل کرنے سے عاجز ہے لہذا وہ زیادہ قابل رحم اور مستحق مال ہے۔ تجارت و زراعت مثل مردوں کے نہیں کر سکتی نیز شوہر کی خدمت اور بچوں کی پرورش میں مصروف رہتی ہے علاوہ ازیں وہ خلقتاً ضعیف ہے اور پھر حمل کی گرانی، پیدائش کی تکلیف، دودھ پلانے کی محنت اس کو بالکل ہی ناتواں بنا دیتی ہے۔ نیز بوجہ ناقص العقل ہونے کے وہ اکثر فریب کھاتی ہے اور مال ضائع ہو جاتا ہے ان امور کے لحاظ سے عورتوں کو مردوں سے زیادہ حصہ دیا جانا مناسب تھا ورنہ کم از کم برابر تو ضرور ہی دیا جاتا یہ کیسا انصاف ہے کہ نصف کر دیا گیا۔

جواب۔ عورتوں کو خرچ کی بہت ہی کم ضرورت ہوتی ہے عام حالت یہ ہے کہ نہ اپنا ضروری خرچ ان کے ذمہ ہوتا ہے نہ اولاد کا بلکہ شادی ہونے تک ماں باپ ان کی پرورش کرتے ہیں اور نکاح کے بعد ان کا تمام ضروری خرچ شوہر کے ذمے واجب ہو جاتا ہے۔ اور پھر شوہر سے علاوہ میراث کے مہر کی بھی مستحق ہیں اور ہر قسم کے زائد خرچوں سے آزاد ہیں اس حالت میں تو نصف حصہ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ خود اپنے اور اولاد و زوجہ کے تمام مصارف اس کے متعلق ہوتے ہیں۔ اولاد کی پرورش کے مصارف ان کی تعلیم کے اخراجات سب وہی دیتا ہے۔ شادی نکاح وغیرہ کے بڑے بڑے خرچوں کا بار وہی اٹھاتا ہے۔ شادی غمی اور جملہ تقریبات کا وہی متکفل ہوتا ہے۔ مہمانوں کی میز بانی نہ کرے تو بخیل کہلاتا ہے۔ عام صورتوں میں خیرات اور چندہ بھی اسی سے طلب کیا جاتا ہے۔ جتنی بیبیوں سے نکاح کرے ان سب کا مہر سر پر سوار رہتا ہے۔ معاملات رکھنے اور ملنے ملانے کی وجہ سے کبھی کبھی تاوان و نقصان بھی اسی کے سر پڑتے ہیں۔

Marfat.com

مکان دکان لباس وشان جس قدر دنیا کے خرچ ہیں سب اسی کے اوپر ہیں۔ بخلاف عورت کے کہ کوئی بھی خرچ اس کے ذمے نہیں چنانچہ یہ امر کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ خصوصاً اس زمانہ اور اس دیس میں پوری طرح اس کا مشاہدہ ہورہا ہے۔ ایسی حالت میں عورتوں کو مردوں سے نصف حصہ ملنے کو اگر کوئی شخص زیادہ سمجھ لے تو چنداں تعجب نہیں نصف (۱) حصے کو خلاف انصاف سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔

جواب دوم: عورت کم عقل ہے اگر زیادہ مال ہوگا تو زیادہ ضائع کرے گی اور کثرت مال اس کے لئے باعث وبال ہوجائے گا اور طرح طرح کے فساد برپا کرے گی۔ اس لئے کم مال دلا کر فساد سے بھی بچالیا اور مستحق وحقدار قرار دے کر محرومی اور ناقدری سے نجات بخشی۔

غرض اس آخری حکم نے میراث کے ان تمام احکام کی میعاد کو ختم کردیا جو چند روز کے لئے جاری کردیئے گئے تھے اور وہ سب اس کی وجہ سے منسوخ سمجھے گئے۔ مہاجرین وانصار کی باہمی میراث کا قصہ ختم ہوا متبنیٰ کو ترکہ ملنے کا طریقہ معدوم ہوا وارثوں کے لئے وصیت ناجائز قرار دی گئی۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر بلند آواز سے فرمادیا (۲)

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ. فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ.

اب اسباب وعلاقہ میراث صرف تین رہ گئے۔ نسب۔ نکاح۔ ولا۔ (یعنی باہمی عہد معاہدہ اور غلام آزاد کرنے والے کا حق) اور تمام وارثوں کے وہ مختلف احکام اور حصے مقرر ہوگئے جو ہمیشہ کے لئے واجب العمل اور قیامت تک نافذ وجاری رہنے والے ہیں۔

یہ احکام میراث جو قرآن مجید کے نصف صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں ایسی بلیغ وفصیح اور مفید و

۱۔ عورتوں کو مردوں سے آدھا حصہ ملنے کی ایک واعظانہ وجہ یہ ہے کہ حوا علیہا السلام نے گندم کے تین حصے کر کے ایک کھالیا اور ایک چھپا کر اپنے لئے رکھ دیا اور ایک آدم علیہ السلام کو کھانے کے لئے دیا گویا اپنا دو چند حصہ لیا۔ منجانب اللہ اس کی یہ سزا دی گئی کہ ان کی تمام بیٹیوں کا حصہ نصف کردیا گیا اور مردوں کا دو چند۔ ۱۲۔ کبیر

۲۔ یہ ارشاد آپ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مستحق کو اس کا پورا حق عطا فرمادیا ہے پس اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نسائی ابن ماجہ دارقطنی نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی ایک باب کا اس کو عنوان بنایا ہے۔ امام شافعیؒ صاحب نے اپنی کتاب ام میں اس حدیث کا متواتر ہونا ظاہر فرمایا ہے

Marfat.com

مختصر عبارت میں ادا کیے گئے ہیں اور فرائض و میراث کے مسائل و واقعات کے دفتر اس خوبی سے اس میں بھر دیئے ہیں کہ سمجھنے والے عش عش کرتے ہیں کہ الفاظ کا یہ اختصار و وضاحت اور معانی و مطالب کی حکمت طاقت انسانی سے باہر ہے۔ وہی ذات احکم الحاکمین ہے جس نے اس حسن انتظام سے مختلف حالات کے مناسب وارثوں کے مختلف حصے تجویز فرما لئے اور پھر ان کو اس خوبی سے بیان فرمایا کہ وہ احکام جو بڑی بڑی عبارتوں میں بیان نہ ہوتے نہایت مختصر آیتوں میں ادا ہو گئے بلکہ ایک ایک آیت اور ہر ہر (1) لفظ میں متعدد احکام۔

ا۔ بطور مثال چند عام فہم امور ذکر کئے جاتے ہیں اول نہایت شفقت سے یوصیکم اللہ کہہ کر احکام کو شروع فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نہایت خیر خواہی سے تم کو یہ حکم دیتے ہیں اور وارثوں میں سے پہلے اس قسم کے وارثوں کو بیان کرنا شروع کیا جو بلا واسطہ غیر میّت سے علاقہ رکھنے والے ہیں اور پھر ان میں سب سے پہلے اولاد کا ذکر فرمایا جس سے میّت کو سب سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور اس کو نہایت عزیز رکھتا ہے اور لخت جگر سمجھتا ہے اس کے بعد والدین کے حصے ذکر فرمائے جو بلا واسطہ میت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اولاد کی بہ نسبت ان سے محبت کم ہوتی ہے تیسرے نمبر پر شوہر اور زوجہ کا ذکر فرمایا کیونکہ ان سے اگر چہ میت بلاواسطہ غیر علاقہ رکھتا ہے لیکن باہم ایک دوسرے کا جز و نہیں ہیں بخلاف اولاد اور والدین کے جب وارثان بلاواسطہ ختم ہو گئے تو بھائی بہن کے حصوں کا ذکر فرمایا جو میت سے بالواسطہ علاقہ رکھتے ہیں اور خاص ایسے بھائی بہنوں کا ذکر فرمایا جو صرف میت کی ماں میں شریک ہوں کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ کے مشہور صحابی بیمار تھے اور اسی قسم کے بھائی بہنوں کی نسبت سوال کرتے تھے۔ وان کان رجل یورث سے آخر رکوع تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں نازل ہوا ہے اسی مناسبت سے بعض روایات میں کامل رکوع اور ابتدائے آیات کا شان نزول بھی قصہ جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کر دیا گیا ہے جب ایسے بھائی بہنوں کا حال معلوم ہو گیا تو لوگوں نے ایسے بھائی بہنوں کا حال پوچھنا شروع کیا جو صرف باپ میں شریک ہوں یا ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوں یعنی حقیقی ہوں اس کے جواب میں سورہ نساء کا آخری حکم ایسے بھائی بہنوں کی نسبت بھی نازل ہوا (چونکہ جابر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب کو سن کر لوگوں نے اس قسم کے بھائی بہنوں کا سوال کیا تھا اسی تعلق سے بعض روایات میں خاتمہ سورہ نساء کا شان نزول قصہ جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا گیا وہذا تطبیق بین الروایات لایفہمہ الامن اوتی علما نافعا (فائدۃ لطیفہ) اولاد کے حصوں میں اول بیٹوں کا حصہ بیان فرمایا کیونکہ مرد کو ایک فضیلت و شرافت عورتوں پر حاصل ہے۔ لطافت اس میں یہ ہے کہ جن لوگوں کے دل پر عورتوں کو میراث ملنے کا حکم باقتضائے طبیعت شاق گزرتا ہو ان کو ایک قسم کا جواب مل جائے۔

Marfat.com

باوجودیکہ ان احکام کی بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ظاہر ہیں اور کچھ نہ کچھ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن چونکہ عقل انسانی پوری مصلحت شناسی سے عاجز و قاصر ہوتی ہے بعض احکام کی حکمتیں بعض لوگوں کے ذہن و خیال میں نہیں آتیں کبھی عین منفعت کو مضرت سمجھنے لگتے ہیں اور کبھی سراسر مضرت کو منفعت اس لئے انہیں احکام کے ذکر میں چند مرتبہ متنبہ کر دیا گیا کہ تم لوگ اپنے عزیز و اقربا میں سے نفع بخش اور نقصان رساں کو نہیں جانتے (بظاہر قوی و جوان دیکھ کر میراث دیتے تھے معلوم نہیں یہ ضعیف کس درجہ پر پہنچ جائے اور اس قوی کا کیا حال ہو جائے۔ اور معلوم نہیں کون کس سے پہلے مر جائے) اور کم و بیش حصوں کی حکمتیں اور مصلحتیں نہیں پہچانتے۔ خدا تعالیٰ ان سب باتوں سے خوب واقف اور سب سے زیادہ عالم ہے اسی کے فرمانے پر اعتقاد رکھو اور سمجھ لو کہ دین و دنیا میں اس سے زیادہ نافع احکام اور مفید صورتیں تجویز نہیں ہو سکتی چنانچہ ایک موقع پر ان الفاظ سے تنبیہ و تسکین فرمائی ہے۔

اٰبَآءُ کُم (۱) وَاَبْنَآءُ کُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا. فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا.

(بقیہ حاشیہ) اور تسلی ہو جائے کہ بس اور کیا چاہتے ہو مرد کو عورت سے دو چند دلوا دیا گیا۔ اگر اس طرح ابتدا فرماتے کہ عورت کو مرد سے نصف ملے گا تو یہ خوبی باقی نہ رہتی اس طرز میں ایک دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ جب صرف بیٹا ہوا اس کا حال بھی معلوم ہو گیا کیونکہ اول یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ مرد کو عورت سے دو چند ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیٹی جب تنہا ہو تو اس کو نصف ملتا ہے پس بیٹا اگر تنہا ہو تو اس کو نصف کا دو چند یعنی کل مال مل جائے گا (جو ذوی الفروض کے بعد باقی رہے۔ اگرچہ یہ حکم احادیث صحیحہ سے بھی معلوم ہو گیا ہے لیکن نص قرآنی اور آیات فرقانی بھی اس سے خالی نہیں۔ ۱۲ من اسفار المحققین

(۱) یعنی تم یہ نہیں جانتے کہ تمہارے والدین اور اولاد میں سے تمہارے لئے زیادہ نافع کون ہے۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے ہیں جو بڑا علیم و حکیم ہے۔

فصل چہارم

ترکہ اور مال میراث کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان سے آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ فی الحقیقت انسان کسی چیز کا مالک نہیں۔ مالک ومتصرف رب العالمین ہے لیکن بندہ کی ضرورتوں پر لحاظ کر کے کام نکالنے کے لئے مختلف ذریعوں سے اس کو بہت کچھ سامان دے دیا ہے جس کو نہ یہ ہمراہ لایا تھا نہ ساتھ لے جائے گا۔ البتہ بعض ذرائع اور اسباب ایسے ہیں کہ ان سے جو سامان اس کو حاصل ہوا ہے اس کو شریعت نے اس کا مملوک اور اس شخص کو مالک قرار دے دیا ہے۔ مثلاً خرید وفروخت میراث وہبہ وغیرہ سے جو چیزیں اس کے تحت وتصرف میں آتی ہیں وہ اس کی مملوک اور یہ ان کا مالک کہلاتا ہے اور اگر کسی سے مستعار لے کر یا چوری اور غصب وغیرہ کر کے کوئی چیز حاصل کرے شرعاً ملک نہیں اور یہ اس کا مالک نہیں گو اس سے بلا تکلف اسی طرح آرام ونفع اٹھاتا ہے جیسے اپنی مملوک چیزوں سے پس وہ تمام مال جس پر شریعت نے اس کے ملک اور مملوک ہونے کا حکم لگا دیا ہے اور غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق نہیں اور میت اس کو چھوڑ کر رخصت ہو گیا ہے وہ سب ترکہ اور مال میراث کہلائے گا خواہ اس کو ماں باپ دادا وغیرہ کسی رشتہ دار کی طرف سے میراث میں پہنچا ہو یا زوجہ یا شوہر کی جانب سے ملا ہو یا اس نے اپنا روپیہ اور محنت لگا کر خریدا اور حاصل کیا ہو۔ غرض جو چیزیں بوقت مرگ آخری دم میں اس کی خالص مملوک تھیں خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وہ چیزیں زمین، باغ، مکان، نقد، زیور، کپڑا اور جانور ہوں یا گھر کا اسباب وآرائش کا سامان ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ میں داخل ہے اور سب چیزوں سے وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں اور اگر میت کی جیب میں ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ بلا اجازت وارثوں کے اس کو منہ میں ڈال لے کیونکہ وہ وارثوں کا حق ہے کسی ایک آدمی کا حصہ نہیں۔

بعض لوگ دریافت کیا کرتے ہیں کہ صاحب وہ مال تو اس کے باپ کی طرف سے نہیں پہنچا تھا۔ بلکہ خود اس نے اپنی کمائی سے خریدا تھا پھر اس کے بھائی کو حصہ کیوں دیا گیا لہذا مطلع ہونا

چاہئے کہ بوقت وفات جس قدر مال میت کے پاس ہوتا ہے سب میں میراث جاری ہوتی ہے۔ بھائی کے مال وترکہ میں سے اگر بھائی اور بہنوں کو کچھ دیا جاتا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں دیا جاتا کہ ان کے باپ کا مال ہے بلکہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کے بھائی نے چھوڑا ہے۔

جو مال میت کو ایسے ذریعہ سے ملا ہو کہ شریعت نے اس پر ملک ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ یا غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ میں داخل نہ ہوگا پس

(۱) جو چیز میت نے کسی سے رعایت (مانگی ہوئی) لی تھی یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھی ان میں میراث جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ میت کی ملک نہیں۔

(۲) اگر میت نے کسی کا مال غصب [1] یا چوری یا خیانت کر کے رکھ لیا تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی کیونکہ شریعت نے ان پر مالک ہونے کا حکم نہیں لگایا بلکہ دوسرے لوگ ان چیزوں کے مالک ہیں۔

(۳) علی عذ القیاس جو چیز میت نے خرید لی [2] تھی لیکن قیمت ادا نہیں کر سکا اور ہنوز اس شے پر قبضہ بھی نہیں کیا تھا بلکہ بائع ہی کے پاس موجود تھی اور میت نے اس کے سوا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا وہ ترکہ میں داخل نہ ہوگی ایسے ہی وہ چیز جس کو میت نے بعوض دین کے رہن کر دیا تھا اور اس دین کے ادا کرنے کے لئے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا میت کے ترکہ میں داخل نہیں اور میراث ان میں جاری نہ ہوگی یعنی جب میت کے پاس اور کچھ مال ہی نہیں ہے تو وہ بائع جس نے اپنی چیز کی قیمت نہیں پائی اور وہ قرض خواہ اور مرتہن جس کا قرض ابھی وصول نہیں ہوا ان چیزوں کو جو ان کے قبضہ میں موجود ہیں فروخت کرا کر سب سے پہلے اپنا حق لے سکتے ہیں ان کا حق ادا ہو جانے کے بعد فروخت شدہ قیمت میں سے کچھ باقی رہے تو وہ ترکہ سمجھا جائے گا اور اس میں تجہیز و تکفین قرض و وصیت حسب قاعدہ جاری ہوں گے اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو عزیز و اقرباء اپنے پاس سے تجہیز و تکفین کریں۔

(۴) بیت المال سے (یا فی زمانا سرکار انگریزی سے) جو وظیفہ اور پنشن ملتی ہے وہ جب

۱۔ اے قبل اداء الضمان ۱۲۔

۲۔ اگر میت نے قبضہ کر لیا تھا اور قیمت ادا نہیں کی تھی تو اس شئے کو بائع واپس نہیں لے سکتا۔ یہ ترکہ میں داخل ہوگی اور اس کی قیمت بقاعدہ قرض ادا کی جائے جس کا حال فصل قرض میں مذکور ہوگا۔ (دیکھیں ص ۱۳۶ از ناشر)

Marfat.com

تک وصول نہ ہو جائے اس وقت تک ملک میں داخل نہیں ہوتی لہذا میت کا جو وظیفہ اور پنشن وقت وفات تک واجب شدہ ہے اور ہنوز وصول نہیں ہوا وہ ترکہ اور میراث میں داخل نہ ہوگا۔ اور بطور میراث کے اس میں وارثوں کے حصے اور حقوق جاری نہ ہوں گے۔

سوال۔ آج کل جو چند ماہ کی واجب شدہ پنشن بعد وفات پنشن یاب سرکار سے وصول ہوتی ہے وہ اگر وارثوں کا حق نہیں تو پھر کس کو دی جائے اور اگر وارثوں کا حق نہیں تو ان کو وصول کرنا سرکار سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب [۱] وظیفہ اور پنشن جس کو سرکار سے عطا ہو جائے اسی کا ملک اور حق ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا انعام ہے اجرت نہیں۔ اب مستحق کی وفات کے بعد سرکار کو یہ تو یقین ہوتا ہے کہ میت اس مال کو نہیں لے گا اسی ارادے سے عطا ہوتا ہے کہ اس مستحق میت کے وارث اس کو باہم تقسیم کرلیں لہذا از طرف سرکار بھی وارث اس کے مالک ہوں گے اور باہم تقسیم کریں گے اور آئندہ کے لئے اگر یہ پنشن جاری رہے تو سرکار میں جس کا نام لکھ کر عطا کی جائے وہی مستحق ہوگا (جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا)۔

(۵) جس چیز کے ساتھ شرعاً کسی کا حق متعلق نہیں لیکن میت نے اپنی طرف سے اس شئے کو کسی کے نامزد کر دیا ہے اور ابھی اپنی ملک سے نکال کر اس شخص کی ملک اور قبضے میں نہیں دیا میت کے انتقال کے بعد اس شئے میں میراث جاری ہوگی اور سب وارثوں کا حق سمجھی جائے گی جس کے نامزد کی تھی [۲] اس کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مثلاً زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے نقد و جنس بہت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے کی شادی میں صرف کروں گا۔ یا بیٹی کے لئے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز میں دوں گا اتفاق سے زید کا انتقال ہو گیا تو اس سب مال و اسباب و زیور میں جملہ وارثوں کا حق ہوگا اس بیٹے اور بیٹی کا کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا بلکہ بقاعدہ

۱۔ یہ جواب از افادات حضرات علمائے محققین ہے غلط نہ خیال کرنا چاہئے۔ احقر اس پر یہ نتیجہ ظاہرہ متفرع کرتا ہے کہ اگر میت مقروض ہو تو اس روپیہ میں قرض خواہ دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اور وصیت وغیرہ کے نفاذ میں اس مال کا شمار و اعتبار نہ ہوگا۔۱۲

۲۔ لیکن اگر وارثوں کو وصیت کر دی کہ جب میراث ترکہ تقسیم ہو تو فلاں شئے فلاں وارث کے حصے میں لگا دینا تو اس وصیت کو پورا کر دینا بہتر ہے بشرطیکہ وہ اس کے حصے سے زیادہ نہ ہو اور وہ مستحق وارث اس پر راضی بھی ہو۔۱۲

Marfat.com

فرائض جس قدر اس کا حق ہے وہی ملے گا یا مثلاً مسجد تعمیر کرانے کے لئے یا کنواں بنانے کے واسطے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے ارادے سے روپیہ رکھا تھا یا اینٹ پتھر وغیرہ خرید کر ڈالے تھے۔ یا حج کرنے کے واسطے اشرفیاں خرید کر رکھی تھیں اور بقضائے الٰہی سفر آخرت پیش آ گیا تو یہ سب چیزیں داخل ترکہ ہو کر میراث میں تقسیم ہوں گی البتہ اگر ان چیزوں کے سرانجام کرنے کی وصیت کر گیا ہو تو بموجب قواعد وصیت اس پر عمل کیا جائے۔

۶۔ جو جاگیریں (۱) مدارس و خانقاہ وغیرہ کو سلاطین گذشتہ نے واسطے اخراجات طلبہ و مساکین و فقراء دے کر کسی شخص خاص کے نامزد فرما دی یا بطور مدد معاش نسلاً بعد نسل عطا کر دی ان میں میراث جاری ہوگی اور نامزد شدہ شخص کے وارثان شرعی میں تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر خاص وجوہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ شاہان سابق نے خاص اپنے مال سے وقف کر کے ان کو صرف متولی مقرر کیا تھا تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی اور حق تولیت اسی شخص کو پہنچے گا جو قابل و لائق ہو جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔

تنبیہ: یہاں تک بیان ہوا کہ میت کی تمام مملوکہ چیزوں میں میراث جاری ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ حقوق جو میت کو حاصل ہیں اور جن کا اس کو مالک کہہ سکتے ہیں ان میں سے بعض میں میراث جاری ہوتی ہے مثلاً

(۱) میت نے ایک مشترکہ مکان میں حصہ لیا تھا جس میں سب حصہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے اس راستے میں آمد و رفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اس کے وارثوں کو بھی حاصل رہے گا اور اس حق میں میراث جاری ہوگی۔ یا کوئی مزروعہ زمین خریدی تھی جس میں سب شرکاء کو ایک چشمے یا کنوئیں سے زراعت کو پانی دینے کا حق تھا میت کا یہ حق اس کے وارثوں کو پہنچے گا اور میراث جاری ہوگی۔

(۲) میت کے پاس جو چیز رہن تھی اور جب تک قرض وصول نہ ہو جائے اس کے روکنے کا حق حاصل تھا۔ اس کی وفات کے بعد وارثوں کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک قرض وصول نہ ہو اس شئے مرہونہ کو مالک کو واپس نہ دیں۔

۱۔ تحقیق اس کی شامی حاشیہ درمختار میں ہے اور تفصیل مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ کے فتاوی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائے ۱۲۔

Marfat.com

اور بعض حقوق ایسے ہیں جن میں میراث جاری نہیں ہوتی ۔ مثلاً

(۱) زید کے ہمسایہ کا مکان فروخت ہوا اور زید نے حق شفعہ کا دعویٰ کر کے مکان لینا چاہا ابھی مکان اس کو نہیں دلایا گیا تھا کہ قضا آ گئی اور قبر میں جا کر حق ملک اور حق شفعہ سب بھول گیا اب اس کے وارثوں کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ شفعہ کا دعوی کر کے خریدار سے مکان لے لیں بلکہ وہ حق شفعہ بھی میت کے ساتھ دفن ہو گیا اب وہ مکان خریدار ہی کے پاس رہ جائے گا۔ البتہ اگر کبھی دوبارہ یہ مکان فروخت ہو تو اس وقت دوبارہ از سرنو اس میت کے وارثوں کو حق شفعہ حاصل ہو گا۔

(۲) میت نے جو چیز کسی سے دو ماہ کے لئے مستعار لی تھی اور دو ماہ ختم ہونے سے پہلے مر گیا اب وارثوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ دو ماہ تک اس چیز سے نفع اٹھا کر واپس دیں بلکہ بوقت وفات میت فی الحال اصل مالک اپنی چیز واپس لے سکتا ہے۔

(۳) میت نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی تھی کہ تین روز تک مجھ کو واپس کر دینے کا اختیار ہے بعد وفات میت کے وارثوں کو یہ حق نہیں حاصل ہو گا کہ شرط کی وجہ سے اس شئے کو واپس کر سکیں خواہ تین روز ختم ہو گئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں ۔ البتہ اگر اس شئے میں کوئی عیب نکل آئے تو وارث اس کو واپس کر سکتے ہیں۔

(۴) اگر میت مورث کسی قوم کا سردار یا شہر و محلّہ کا امام یا خانقاہ کا سجادہ نشین تھا یا کسی وقف کا متولی تھا تو یہ حق اس کے وارثوں کو نہ پہنچے گا نہ سب کو اور نہ کسی ایک کو بلکہ جو شخص اہلیت و لیاقت ان امور کی رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق سے اس کو مقرر کر دیں یا حاکم وقت کی طرف سے معین کر دیا جائے وہی حقدار ہو جائے گا۔ میت کی طرف سے بطور وراثت کے نہیں ۔ بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کر دینے کی وجہ سے یہ نہ چاہئے کہ بالا لحاظ قابلیت خواہ مخواہ مورث کی جانشینی کو مایۂ فخر سمجھ کر یا حصول زر کا ذریعہ خیال کر کے اس کے عہدہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۵) منجانب سرکار و حاکم وقت میت کی جو پنشن اور وظیفہ مقرر تھا اب بعد وفات میت بطور میراث کے اس کے وارث اس کے مستحق نہ ہوں گے۔ ہاں اگر حاکم وقت آئندہ اپنی خوشی سے جاری رکھے تو جس کو وہ عطا فرمادے اور مستحق سمجھے وہی شرعاً حقدار سمجھا جائے گا۔

الحاصل بعض حقوق اور وہ تمام مال جس پر کسی دوسرے کا حق ثابت نہ ہو اور شریعت نے میت کو زندگی میں اس کا مالک بنا دیا ہو اور میت اس کو چھوڑ کر مر جائے شرعاً ترکہ کہلاتے ہیں (یعنی میت نے ان کو چھوڑ دیا) اسی ترکہ میں میراث جاری ہوتی ہے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ پوری نہ کر دی جائیں ترکہ میں میراث جاری نہ ہو گی۔

Marfat.com

دوسرا باب

جو چیزیں میراث پر مقدم ہیں

تین چیزیں ایسی ہیں۔ جن کا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے ان پر مال صرف کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں میراث جاری ہوگی اور وارثوں کا حق ہوگا۔ اور اگر میت کا ترکہ انہیں چیزوں کے خرچ میں ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں تجہیز و تکفین۔ دین یعنی قرض۔ وصیت۔ اب ان تینوں کو تین فصل میں بیان کیا جاتا ہے۔

فصل اول تجہیز و تکفین کا بیان

میت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے مگر یہ کام نہایت سیدھے سادے شرعی طریقے سے سنت [1] کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے پارچوں کی تعداد سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جس کو وہ اکثر پہن کر گھر سے باہر نکلتا اور لوگوں کے سامنے آتا ہو اور بازار و مسجد وغیرہ میں پہن کر جاتا ہو نہ اس قدر کم قیمت اور ردی کفن دیں جس سے اس کی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دیں جس میں اسراف ہو اور وارثوں کے حق میں نقصان آئے۔ ایسے ہی معمولی خام قبر بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب۔ غسال کی اجرت اور گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسی طرح حسب حیثیت متوسط درجہ کا کریں قبر کے لئے اگر عام مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے یا کسی خاص وجہ سے اجازت نہ ہو تو قبر کے لئے زمین خرید لی جائے اس کی قیمت بھی دیگر سامان تجہیز و تکفین کے مانند ترکہ میں سے محسوب ہوگی۔

کفن دفن کے سامان میں فضول خرچی کرنے سے یا تو وارثوں کے حصے میں کمی آتی ہے اور اگر میت کا مال صرف قرض ادا کرنے کی مقدار یا اس سے بھی کم ہے تو قرض خواہوں کا حق تلف ہوتا ہے کیونکہ کفن دفن کے سامان میں جس قدر زیادہ صرف ہوگا مال کم رہتا جائے گا پس معلوم ہوا کہ:

(۱) اگر میت کا مال قرض سے کم یا بالکل قرض کے برابر ہو تو کفن دفن کے سامان میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۱۔ یہ طریقہ مالابد منہ۔ مفتاح الجنتہ۔ بہشتی زیور۔ مسافر آخرت میں ملاحظہ کرو۔

Marfat.com

(۲) اگر کوئی وارث وغیرہ خود ایسا کرے گا تو جس قدر خرچ بلا ضرورت اور زائد ہوا ہے اس کو تاوان دینا پڑے گا۔

(۳) اگر میت کے ذمے قرض ہی نہیں یا مال قرض سے زیادہ ہے تو اگر سب وارث بالغ ہیں اور سب کی اجازت سے صرف کیا گیا ہے تو سب کے حصے میں محسوب ہوگا۔

(۴) اگر وارث نابالغ ہیں تو ان کی اجازت کا اعتبار نہیں ان کے حصہ میں کمی نہ آئے گی بلکہ اجازت دینے والے بالغ لوگوں کے ذمہ اس فضول خرچی کا تاوان ہوگا۔

(۵) اگر سب نے اجازت نہیں دی تو جس جس نے اجازت دی ہے اس کے ذمے اس کا تاوان پڑے گا۔

(۶) یہ بڑا چادرہ جو جنازے کے اوپر ڈھانپ دیا جاتا ہے کفن میں داخل نہیں اور ایسے ہی وہ جانماز جو کفن کے کپڑے میں سے امام کے لئے بچا لی جاتی ہے کفن سے بالکل علیحدہ اور فضول ہے۔ پس اگر میت کے پاس ادائے قرض سے زیادہ مال نہ ہو یا وارث نابالغ ہوں تو یہ جانماز اور چادر بنا کر قرض خواہوں اور یتیموں کا نقصان کرنا ہرگز جائز نہیں سخت ممنوع ہے بعض ناواقف لوگ اس مسئلے کو سن کر ہنسیں گے۔ لیکن یہ سن کر ان کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ معتبر کتب شریعت میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر میت زیادہ مقروض ہو تو وارثوں پر قرض خواہ جبر کر سکتے ہیں کہ صرف دو ہی کپڑوں میں دفن کر دو یعنی کفن مسنون سے بھی ایک کپڑا (کفنی یا تہمت) کم کرا سکتے ہیں۔ پھر ان زائد چادروں اور جانمازوں کی کیا حقیقت ہے۔

تنبیہ۔ جیسے کفن دفن میں فضول خرچی ناجائز ہے اور اجازت دینے والے بالغوں کے حصے پر اس کا تاوان پڑتا ہے اسی طرح دیگر صدقات و خیرات جو میت کی وفات کے بعد کئے جاتے ہیں۔ غلہ۔ اور پیسے اور کپڑے تقسیم کئے جاتے ہیں یہ ہرگز مصارف تجہیز و تکفین میں محسوب نہ ہوں گے بلکہ کرنے والے اور اجازت دینے والے بالغوں کے ذمے تاوان واجب ہوگا۔ اس معاملہ میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ بعض دفعہ میت کے وارثوں میں چھوٹے چھوٹے بے خبر قابل رحم یتیم بچے ہوتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار رسوم کی پابندی اور مال مفت دل بے رحم سمجھ کر خوب جا و بے جا صرف کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب اپنے سر دھرتے ہیں۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ سلے ہوئے تیار شدہ تمام یا اکثر کپڑے میت کی طرف سے خدا واسطے دے دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ خود وارث ان کے محتاج اور مستحق ہوتے ہیں۔ شوہر مر جاتا ہے اور زوجہ اور بچے رہ جاتے ہیں تو زوجہ

صاحبہ بے ڈھڑک اس کے مال میں سے فاتحہ درود کرتی ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ یہ مال معصوم بچوں کا حق ہے اگر چہ وہ ان کی ماں ہے لیکن ان کے مال کو بلاضرورت خرچ کرنے کی مختار نہیں۔

میت کی طرف سے صدقہ کرنا بے شک بہت پسندیدہ اور باعث ثواب ہے میت منتظر رہتا ہے اور حقیر سے حقیر چیز بھی اس کو ثواب پہنچانے کے لئے خالص نیت سے خداواسطے دی جائے تو اس کو اس عالم میں نہایت نفع پہنچاتی ہے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے یا درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ عرض کرتے تھے کہ ہمارے صدقہ وخیرات سے ہمارے والدین کو نفع ہوگا یا نہیں تو آپ ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے تھے کہ ہاں نفع ہوگا ان کی طرف سے صدقہ کرو لیکن یہ صدقات اسی وقت پسندیدہ و نافع ہو سکتے ہیں کہ شریعت کے موافق ہوں۔ شریعت حکم کرتی ہے کہ غریبوں یتیموں کے مال پر ہاتھ صاف مت کرو بلکہ جس کسی کو توفیق ہو اپنے حلال مال سے صدقہ کرے اور دل سے یا زبان سے کہہ لے کہ فلاں میت کو اس کا ثواب پہنچ جائے۔

(۷) یہ جو کئی جگہ وارثوں اور خرچ کرنے والوں پر تاوان لازم ہونے کا بیان ہوا یہ اس وقت ہے کہ میت نے ان امور کی وصیت نہ کی ہو۔ اگر اس نے وصیت کی ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو وصیت کے بیان میں آئے گا کہ ثلث مال سے اگر پورا ہو سکے تو کر دیں ورنہ وارثوں کو اختیار ہے مثلاً اپنی حیثیت سے زیادہ بیش قیمت کفن کی وصیت کر گیا تو اس کی حسب حیثیت معمولی درجے کے کفن کا خرچ اس کے ترکہ میں سے لے کر اب باقی مال کو دیکھیں کہ حیثیت سے بڑھ کر دینے میں جس قدر مال زیادہ خرچ ہوگا وہ اس باقی ماندہ مال کے ثلث میں سے پورا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر پورا ہو سکتا ہے تو زیادہ خرچ کر کے اس کی وصیت کے موافق کفن دے دیا جائے اور اگر وہ خرچ جو حیثیت سے زیادہ دینے میں بڑھے گا ثلث سے پورا نہیں ہو سکتا تو وارثوں کو اختیار ہے خواہ زیادہ خرچ برداشت کر کے اس کی وصیت کے موافق کفن دیں یا حسب حیثیت متوسط درجے کا کفن دیں۔ اور اگر خلاف سنت وصیت کی ہے مثلاً مرد نے کہا کہ مجھ کو پانچ کپڑے کفن میں دینا عورت نے کہا کہ مجھ کو سات آٹھ کپڑے دینا تو خلاف سنت اختیار کر کے اس قسم کی وصیت کو پورا کرنا ہرگز جائز نہیں (چنانچہ وصیت کے بیان میں اس کا ذکر آئے گا)

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص فی سبیل اللہ میت کے لئے اپنے پاس سے کفن دینا چاہتا ہے یا قبر کی اجرت دینا چاہتا ہے تو وارثوں پر اس کا قبول کرنا لازم (۱) نہیں خواہ میت مقروض ہو یا نہ ہو قرض

Marfat.com

خواہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم دوسرے شخص کے دیئے ہوئے کو قبول کیوں نہیں کرتے اور میت کا مال کفن میں خرچ کر کے ہمارا کیوں نقصان کرتے ہو۔اس لئے کہ بقدر تجہیز و تکفین شریعت نے میت کے لئے اس کے مال میں بعد مرگ بھی حق مقرر فرما دیا ہے اس میں قرض خواہوں کو دست اندازی جائز نہیں۔البتہ اگر وارث خدا واسطے کے کفن کو خوشی سے منظور کر لیں تو جائز ہے علی ہذا القیاس وارثوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ میت کو کسی عام قبرستان اور گور غریباں میں دفن کریں بلکہ اگر چاہیں تو بمقدار قبر زمین خرید کر اس میں دفن کریں کوئی وارث ہو یا قرض خواہ اس سے مانع نہیں ہو سکتا۔ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے عام گورستان میں دفن کر دیں تو جائز ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص یا کوئی خاص وارث بہت عمدہ کفن اپنی طرف سے دے دے تو مضائقہ نہیں۔یا یوں کہے کہ متوسط درجے کے کفن کا خرچ ترکہ میں سے لے لو اور باقی زیادہ خرچ میں اپنی طرف سے دوں گا تب بھی جائز ہے۔

(۳) اگر اتفاق سے درندوں نے قبر اکھیڑ ڈالی اور کفن ضائع کر کے مردے کو نکال ڈالا یا کفن چور نے مردے کو نکال کر برہنہ ڈال دیا تو دوبارہ بھی کفن کا خرچ اصل ترکہ اور مال سے دلایا جائے۔(ایسی صورت میں غسل و نماز دوبارہ نہیں کیا جاتا)

(۴) عورت کا اگر شوہر موجود ہے تو عورت کا کفن اس کے ذمے واجب ہے عورت کے ترکہ میں سے اس کا خرچ نہ لیا جائے۔اگر شوہر نہیں تو حسب معمول مرنے والی کے ترکہ اور مال سے خرچ کیا جائے۔

(۵) اگر میت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہیں چھوڑا جس سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے تو اس کے وارثوں سے بموجب حصہ میراث چندہ جمع کیا جائے یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو زیادہ میراث ملتی اس سے اسی حساب سے کفن دفن کا چندہ زیادہ لیا جائے اور جس شخص کو کم میراث ملتی اس سے اب اسی اندازے سے کفن دفن کا خرچ کم لیا جائے۔

(۶) اگر میت کے کوئی رشتہ دار ہی نہ ہو یا ہوں مگر مفلس محتاج ہوں یا اس جگہ موجود نہ ہوں

ا۔البتہ اگر بعض وارث نابالغ ہوں قبول کرنا ضروری ہے لیکن اگر بالغ وارث کہیں کہ ہم اپنے مال سے تجہیز و تکفین کر دیں گے تو بھی دوسرے کے دیئے ہوئے کو قبول کرنا ضروری نہیں رہتا۔

Marfat.com

مسافت بعیدہ پر ہوں تو تمام خرچ بیت المال (یعنی اسلامی بادشاہ کے خزانے) سے دلایا جائے۔

(۷) اگر اسلامی حکومت اور بیت المال موجود نہ ہو تو اہل محلہ و اہل شہر میں ان لوگوں پر واجب ہوگا جن کو اس میت کے حال کی اطلاع ہوئی وہ سب چندہ کر کے اس کا سامان کریں۔ اگر خود ان سب سے بھی نہ ہو سکے تو ان پر واجب ہے کہ دوسرے مسلمانوں سے چندہ مانگ کر اس مرد مسلمان کی تجہیز و تکفین کریں۔ لیکن چندہ اسی قدر جمع کرنا چاہئے جو ضروریات کفن و دفن کو کافی ہو جائے۔ سوال کے روپے سے کفن کی چادر اور جانماز بنانا جائز نہیں بلکہ ضروری خرچ کے بعد جو کچھ باقی رہے شرعاً اس چندہ کا لوٹانا اور واپس کرنا واجب ہے الغرض میراث پر جو چیزیں مقدم ہیں ان میں سب سے اول تجہیز و تکفین ہے جب تک اس کے خرچ سے کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ قرض خواہوں کو کچھ مل سکتا ہے نہ وصیت میں خرچ ہو سکتا ہے نہ وارثوں کو پہنچ سکتا ہے۔

فصل دوم قرض کا بیان

جب تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے تو قرض ادا کیا جائے کیونکہ جیسے زندگی میں بدن کا لباس قرض سے مقدم ہے اور دائن اس کو نہیں لے سکتا اسی طرح بقدر کفن دفن حق میت ہے دائن کی رعایت سے وہ حق تلف نہ ہوگا۔

ف: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک قرض ایسا بھی ہے جو تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہے مثلاً وہ شے جو قرض خواہ کے پاس رہن ہے یا وہ چیز جس کو میت نے خرید لیا تھا لیکن قیمت بھی ادا نہ کی تھی اور نہ اس پر قبضہ کیا تھا بلکہ اصل مالک اور بائع کے قبضے میں تھی۔ ان صورتوں میں قرض خواہ اپنا قرضہ اور بائع اپنی قیمت ان چیزوں سے وصول کر سکتا ہے اور یہ تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہے۔ لیکن آپ کو ترکہ اور مال میراث کی تعریف سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو چیزیں تجہیز و تکفین سے مقدم ہیں اور جن پر غیر کا حق لگا ہوا ہے وہ حقیقت میں ترکہ[1] ہی نہیں۔ ترکہ وہی ہے کہ میت اپنی وفات کے وقت خالی از حقوق غیر چھوڑے۔ پس ترکہ میں کوئی ایسا حق نہ ہوا جو تجہیز و تکفین سے مقدم ہو۔ اب قرض ادا کرنے کے قاعدے ملاحظہ کرو۔ قرض کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) اول وہ جو صحت میں (یعنی مرض الموت سے پہلے) میت کے اقرار سے ثابت ہوا یا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو یا عام طور سے لوگوں کے مشاہدے اور معائنہ سے ثابت ہو (مثلاً سب

---

[1] چنانچہ باب اول کی فصل چہارم کے نمبر ۳ میں اس کا بیان گزر چکا ہے ۱۲

Marfat.com

کے سامنے زید نے ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کر کے ہندہ سے نکاح کیا ہے تو ہندہ کا ایک ہزار روپیہ زید کے ذمے پر بالمشاہدہ ثابت ہو گیا۔ یا سب لوگوں کے سامنے زید نے کسی سے غلہ خریدا تھا یا کپڑا خریدا تھا یا سب لوگوں کو عام طور سے معلوم ہے کہ زید کے مرض میں فلاں عطار یا فلاں ڈاکٹر سے دوا قرض لی جاتی تھی)۔

(۲) دوم وہ جس کا مرض الموت میں میت نے اقرار کر لیا مثلاً کہا کہ فلاں شخص کا اس قدر روپیہ میرے ذمے واجب ہے یا میں نے اس کی فلاں شئے ضائع کر دی تھی اس کی قیمت میرے ذمے واجب ہے اور صرف میت کا اقرار ہے گواہوں سے یا عام مشاہدے سے یہ بات ثابت نہیں۔

جب قرض کی دو قسمیں[ا] معلوم ہو گئیں۔ تو اس کے ادا کرنے کے قواعد سن لو۔

(۱) اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونوں قسم کے قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی ہے تو بلا تکلف دونوں قسم کے قرض ادا کر دیئے جاویں۔

(۲) اگر صرف ایک ہی قسم کا قرض ہے اور مال کافی ہے تو بھی بلا تکلف قرض ادا کر دیا جائے۔

(۳) اگر مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں اور قرض ایک ہی قسم کا اور ایک ہی شخص کا ہے تو جو کچھ مال تجہیز و تکفین کے بعد باقی رہے وہ اس کو دے دیا جائے باقی کو وہ اگر چاہے معاف کر دے یا آخرت پر موقوف رکھے وارثوں کے ذمے پر اس کا ادا کرنا لازم نہیں۔

(۴) اگر ایک ہی قسم کا قرض ہے مگر کئی آدمیوں کا ہے تو سب کو وہ مال دے دیا جائے کہ حصہ رسد تقسیم کر لیں یعنی جس کا قرض زیادہ ہو وہ زیادہ لے اور جس کا قرض کم ہو وہ اسی حساب سے کم لے۔

مثال (۱) حصہ رسد تقسیم ہونے کی۔ زید کے ذمے پر تین سو روپیہ عمرو کا واجب ہے پچاس بکر کا ڈیڑھ سو خالد کا۔ کل پانچ سو روپیہ قرض ہوا۔ اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف اڑھائی سو روپیہ باقی رہا تو ڈیڑھ سو روپیہ عمرو کو دیئے جائیں (یعنی اس کے قرضے سے نصف) اور پچیس بکر کو (یعنی اس کے قرض کا نصف) اور پچھتر خالد کو (یعنی ڈیڑھ سو کا نصف)

قاعدہ (۵)۔ اگر دونوں قسم کا قرض ذمہ واجب ہے اور مال دونوں کی ادائیگی کو کافی نہیں

[ا]۔ زیادہ قسمیں بنانے میں حکم سمجھانا ذرا دشوار ہوتا لہذا دو قسمیں بنا دی گئیں ولا مضائقہ فیہ ۱۲۔

Marfat.com

ہے تو پہلے اول قسم کے قرض ادا کئے جائیں۔ان سے جو کچھ باقی رہے وہ دوسرے قسم کے قرض میں ادا کیا جائے۔اگر دوسرے قسم کے قرض خواہ کئی آدمی ہوں تو اس باقی ماندہ کو حصہ رسد تقسیم کرلیں۔

(۶) جب مال اس قدر کم ہو کہ قسم اول کے قرضوں کے لئے بھی کافی نہیں تو بس قسم اول ہی کے قرض خواہوں کو دے دیں اگر ایک ہی شخص کا قرض ہے تو سب مال وہی لے لے گا اور اگر چند آدمی قسم اول کے قرض خواہ ہوں تو جو کچھ مال ہے اس کو حصہ رسد تقسیم کرلیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

(۷) جب مال قسم اول کے قرضوں کے لئے کافی نہ ہو یا ان کو کافی ہو کر اور کچھ باقی نہ رہے تو ان دونوں صورتوں میں قسم دوم کے قرض خواہ محروم رہیں گے۔اب ان کو اختیار ہے کہ معاف کر کے ثواب واجر حاصل کریں یا معاملہ آخرت پر موقوف رکھیں۔میت کے وارثوں پر جبر نہیں کر سکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو۔البتہ اگر ان کو وسعت ہو تو مناسب یہی ہے کہ قرض ادا کر کے اپنے عزیز میت کو سبکدوش کرادیں۔

واضح ہو کہ زوجہ کا دین مہر بھی ایسا ہی قرض ہے جیسے دوسرے لوگوں کے قرض اور اس کا ادا کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے لوگوں کا قرض [1] ادا کرنا جب تک اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ وصیت جاری ہو سکتی ہے نہ کسی کو میراث ملتی ہے

قرض کی ایک تیسری قسم بھی ہے یعنی خدا تعالیٰ کا قرض جیسے زکوٰۃ و کفارہ واجب شدہ قضا نماز روزے کا فدیہ وغیرہ۔جب پہلی دونوں قسموں کے قرض ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی رہے اور میت نے اس قسم کے قرضوں کے ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو تجہیز و تکفین و ادائے قرض قسم اول و دوم کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اس کے ایک ثلث (ایک تہائی) میں سے ان قرضوں کو ادا کیا جائے۔اگر ایک ثلث میں ادا نہ ہو سکیں تو ثلث سے زیادہ مال خرچ کر کے ان کو ادا کرنا وارثوں کے ذمے پر لازم نہیں بلکہ ان کو اختیار ہے خواہ ثلث مال سے زیادہ خرچ کر کے اس کو پورا کریں یا نہ کریں۔

۱۔اگر مقدار مہر گواہوں سے ثابت ہے یا لوگوں کو مشاہدے سے معلوم ہے تو قرض کی قسم اول میں داخل ہے۔اور اگر صرف اقرار ہے تو عورت کے خاندان کے رواج کی مقدار مہر قسم اول میں داخل ہے جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ قسم دوم میں داخل ہے واللہ اعلم فافہم۔

Marfat.com

پہلی دو قسموں کے قرض اور اس قسم سوم میں یہ فرق ہے کہ ان کا ادا کرنا میت کی وصیت پر موقوف نہیں تھا بلکہ وصیت کرے یا نہ کرے ہر حالت میں تجہیز و تکفین کے بعد اس قرض کا ادا کرنا ضروری تھا اور یہ قسم سوم یعنی حقوق اللہ زکوٰۃ و صلوٰۃ و حج وغیرہ میت کی وصیت پر موقوف ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ اول و دوم قسم کے قرض کے ادا کرنے میں کوئی حد نہیں تھی اگر کل مال بھی خرچ ہو جائے تو خرچ کر کے ادا کرنا ضروری تھا اور اس قسم کو تجہیز و تکفین اور ادائے قرض قسم اول و دوم کے بعد جو مال باقی ہے اس کے ایک تہائی میں سے ادا کرنا ضروری ہے ثلث سے زیادہ خرچ کرنا وارثوں کے ذمے پر لازم نہیں۔ تیسرا فرق ظاہر ہے کہ قسم دوم کا قرض جب ہی ادا کیا جانا تھا کہ قسم اول کا قرض ادا ہو جائے یا اول قسم کا ذمہ ہی پر نہ ہو۔ اور قسم سوم کا قرض جب ہی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم اول و دوم کے قرضہ اگر ہوں تو ادا ہو گئے ہوں (قرض کی یہ تیسری قسم چونکہ وصیت میں داخل ہے اور جب تک میت وصیت نہ کر جائے اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا اس لئے ہم اس کو وصیت کے بیان میں دوبارہ ذکر کریں گے۔

تنبیہ۔ قرض کی نسبت احادیث میں نہایت سخت تاکید و تنبیہ وارد ہے۔ جو لوگ قرض چھوڑ جاتے اور اس کی ادائیگی کے لئے مال بھی نہ ہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جنازوں کی خود نماز نہ پڑھاتے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرما دیتے کہ تم لوگ نماز پڑھ دو اور اپنی دعا و نماز سے آپ ان کو محروم رکھتے حالانکہ ان لوگوں کا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہ ہوتا تھا اور وہ ضرورت ہی میں قرض لیتے تھے تاہم آپ اس قدر تشدد فرماتے تھے۔ آج فضول رسموں اور بے جا خرچوں کے واسطے لوگ بڑے بڑے قرض لیتے ہیں اور مر جاتے ہیں تمام مکان و اسباب کے فروخت و نیلام ہونے کے بعد بھی قرض ادا نہیں ہوتا اور وارث کچھ فکر نہیں کرتے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ مومن کی روح (دخول جنت یا حصول ثواب سے) روکی جاتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے کیا میں ان پر مال خرچ کروں اور قرض ادا نہ کروں آپ نے فرمایا کہ تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مقید ہے قرض (۱) ادا کرو۔ اور اسی قسم کی بہت سی احادیث موجود ہیں۔ پس اول تو حتی المقدور قرض نہ لو اور اگر بہ مجبوری لو بھی تو اس کی ادائیگی کی بہت جلد فکر کرو اور مرنے لگو تو

(۱) مشکوٰۃ باب افلاس ۱۲۔

Marfat.com

وارثوں کو سخت تاکید کر جاؤ کہ ادا کریں۔ بعض دفعہ خاص میت کے مال سے خوب رسمی دعوتیں اور خوب صدقات وخیرات کئے جاتے ہیں لیکن قرض کا کوئی خیال نہیں کرتا۔ جب وارث نابالغ ہوں یا قرض کے لئے مال کافی نہ ہوتو ایسا تصرف کرنا بالکل جائز نہیں۔ اگر کسی وارث کو ایصال ثواب کا خیال ہوتو اپنے مال سے جس قدر ممکن ہو صدقات وخیرات کر کے ثواب پہنچائے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر میت نے مال نہیں چھوڑا تو اس کے قرض کا ادا کرنا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں ہاں محبت کا مقتضا اور بہتر و پسندیدہ یہی ہے کہ حسب مقدور اس کے ذمہ سے دین ادا کر کے اس کو راحت پہنچائیں۔ اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو قرض خواہ دوسرے عالم میں انصاف خداوندی کے منتظر رہیں اور بہتر یہ ہے کہ معاف کر دیں۔ اس معافی کی وجہ سے ان کو اتنا بڑا ثواب حاصل ہوگا کہ اگر روز جزا میں فیصلہ ہو کر مقروض کی حسنات اور نیکیاں بھی ان کو دلوا دی جائیں تو بھی اتنا بڑا ثواب نہ ہوگا۔ قرض کو معاف کرنے اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کی بہت بڑی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ لہذا معافی سب سے بہتر ہے۔

روایت: ایک بہت بڑا مالدار آدمی تھا اس نے اپنے ملازموں سے کہہ رکھا تھا کہ جب کسی مقروض کے پاس تقاضا کرنے کے لئے جاؤ اور وہ سختی وتنگدستی میں ہوتو اس کو مہلت دے دیا کرو (اور اگر ادا ہی نہ کر سکے تو معاف کر دیا کرو) شاید اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم فرما دے جب اس کا انتقال ہوتو اس کے سوا اس کا کوئی نیک عمل موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسا تو لوگوں کو معاف کر دیا کرتا تھا ہم نے بھی تیری خطا معاف کی (اور جنت میں داخل کیا)

میراث پر جو تین چیزیں مقدم ہیں ان میں سے دو کا بیان ہو چکا یعنی تجہیز وتکفین اور قرض اب وصیت کا بیان باقی ہے۔ لیکن چونکہ قرض کی قسم دوم میں مریض کے اقرار کا ذکر آیا ہے اور مرض الموت میں جن غیر واجب شدہ امور کو میت لازم کر لیتا ہے وہ وصیت میں داخل ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ قرض اور وصیت کے ذکر کے درمیان میں مرض الموت اور مریض کے اقرار کو بیان کر دیا جائے تا کہ قرض ووصیت کے احکام سمجھنے میں آسانی ہو۔

فصل سوم مرض الموت اور مریض کے اقرار کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو سامان و اسباب راحت بندہ کو مستعار عطا کئے ہیں بظاہر اس کو ان چیزوں کا پورا مالک و متصرف قرار دے دیا ہے لہذا حالت صحت و حیات میں ہر شخص کو پورا اختیار ہے کہ اپنا جس قدر مال و اسباب و جائیداد جس کسی کو دینا چاہے دے جائے خواہ وہ لینے والا اس کا وارث ہو یا کوئی رشتہ دار ہو یا بالکل اجنبی کوئی دوست وغیرہ ہو (البتہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ جس چیز کو دینا چاہتا ہے اس کو تقسیم کر کے علیحدہ کرے اور جس کو دینا چاہتا ہے اس کو دے کر قبضہ کرا دے ورنہ اگر مشترک مال کو دے گا یا قبضہ نہیں دلا دے گا تو یہ دینا معتبر نہیں ہوگا اور اصل مالک کی موت کے بعد اس کے وارث اس مال کے مستحق ہو جائیں گے اس کا مفصل بیان میراث المسلمین میں ملاحظہ فرمائیں)۔

لیکن جب اس مسافر بے کس کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے موجود وارثوں کو اس کے مال کا حقدار بنا دیتا ہے اور جس دن سے مرض الموت یعنی وہ مرض شروع ہوتا ہے جس میں یہ مسافر دنیا سے رخصت ہو جائے گا اسی دن سے وارثوں کا حق اس کے مال میں کسی قدر لگ جاتا ہے اور مریض کو شرعاً پورا اختیار نہیں رہتا بعض معاملات و تصرفات اس کے پوری طرح نافذ اور جاری ہوتے ہیں جن میں اصل مستحقین کی حق رسی ملحوظ ہو اور بعض تصرفات بالکل بے سود اور بیکار جاتے ہیں جن میں دوسروں کی کچھ حق تلفی ہوتی ہو اور بعض تصرفات ثلث (یعنی تہائی) مال میں جس قدر پورے ہو سکیں نافذ اور جاری کراتے ہیں۔ اگر ثلث میں نہ ہو سکیں تو زیادہ مال خرچ کر کے ان کا پورا کرنا ضروری نہیں (اس کی تفصیل آپ کو اقرار مریض اور وصیت کا بیان پڑھ کر معلوم ہوگی)۔

زندگی میں ہرگز یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ بیماری کونسی ہے جس میں مریض دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور وہ مرض مرض الموت کہلائے گا۔ کیونکہ جب تک بدن میں سانس ہے صحت کی امید ہے خواہ کتنا ہی شدید مرض ہو۔ اس کا یقین جب ہی ہوتا ہے کہ آدمی مر جائے اور مرض الموت اسی کو کہتے ہیں جس میں بندہ دنیا سے رخصت ہو جائے۔ جن مرضوں میں مبتلا ہو کر مریض صحت یاب ہو گیا وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہوں گے اور ان مرضوں میں جس قدر تصرفات کئے تھے وہ سب نافذ اور جاری ہوں گے یعنی جو کچھ کسی کے لئے اقرار کیا تھا یا کسی کو کچھ دے دیا تھا یا قرض ادا کر دیا

تھا (وغیرہ وغیرہ) وہ سب صحیح اور درست ہوگا۔ خواہ وہ امراض شدید اور مہلک ہوں یا خفیف اور معمولی۔

جب کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہو کر مر جائے تو جس روز سے مبتلا ہوا تھا اسی دن سے مرض الموت کی حالت شمار ہوگی اور اس مدت کے تصرفات پورے جاری نہ ہوں گے۔ لیکن جو مرض سال بھر تک یا کچھ زیادہ رہا ہو اس کو ابتدا ہی سے مرض الموت شمار نہ کریں گے اور ابتدائے مرض سے اس کے تصرفات میں خلل نہیں آئے گا بلکہ جس روز سے مرض شدید ہو کر ہلاکت کی نوبت پہنچی ہے اس روز مرض الموت شمار ہوگا اور اسی روز سے اس کے معاملات کو پوری طرح جاری نہ سمجھیں گے۔ پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ دق وسل وغیرہ میں مبتلا تھا اس کے بعد ایک ہفتہ کے لئے مرض شدید ہو کر اسی میں انتقال ہو گیا تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا اس سے پہلے معاملات بالکل جائز اور صحیح مثل حالت کے سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو عرصہ سے بواسیر کا عارضہ تھا یا صرع (مرگی) کے دورے ہو جاتے تھے اور اخیر میں ایک دفعہ مرض بڑھ کر انتقال ہو گیا تو جتنے دنوں آخر کے دورہ میں مریض ہو کر گھر میں پڑا رہا ہے بس وہی مرض الموت کے ایام ہیں ابتدائے مرض بواسیر یا صرع سے مرض الموت نہیں سمجھیں گے علی ہذا القیاس جس مرض میں مریض (بلا تکلف) نماز وغیرہ کے لئے مسجد میں جاتا تھا بازار سے اپنی ضروریات خرید لاتا تھا یا گھر میں کچھ کام کرتا رہتا تھا صاحب فراش نہیں ہوا تھا یعنی بستر سے نہیں لگ گیا تھا وہ بھی ابتدا سے مرض الموت شمار نہ ہوگا۔ ایسے ہی عورت جس مرض میں اپنے گھر کے کاروبار کرتی تھی وہ مرض الموت شمار نہ ہوگا۔ مثلاً بہت دنوں سے تیسرے یا چوتھے روز بخار آتا تھا کوئی زیادہ مرض نہ تھا۔ تقدیر سے ایک مہینے کے بعد ایسا شدید بخار چڑھا کہ دس روز تک نہ اترا تو بس یہ دس روز مرض الموت کے سمجھے جائیں گے۔ انہیں دنوں کے تصرفات پورے جاری نہ ہوں گے ایک ماہ سے جو بخار آتا تھا وہ دن مثل صحت کے شمار ہوں گے اور ان کے تصرفات جائز وصحیح ہوں گے۔

غرض جس مرض میں مریض مر جائے اور وہ مرض سال بھر سے کم ہو اور اس میں اپنے معمولی وضروری کاروبار نہ کر سکے اس کو مرض الموت کہتے ہیں۔

اگر جہاز یا کشتی پر سوار تھے اور اس قدر طوفان آ گیا کہ حیات کی امید نہ رہی اور موت کا گمان غالب ہو گیا اور پھر جہاز وکشتی غرق ہو کر لوگ ہلاک ہو گئے تو جتنی دیر زندگی سے مایوسی رہی تھی وہ وقت ان لوگوں کے حق میں مثل مرض الموت کے شمار ہوگا اور ایسی حالت میں جو کچھ

Marfat.com

معاملات کیئے تھے ان کا وہی حال ہوگا جو مرض الموت کے تصرفات کا عنقریب بیان ہوتا ہے۔ لیکن اگر جہاز سلامت نکل آیا تو اس حالت مایوسی کے سب معاملات بالکل صحیح اور درست پوری طرح نافذ ہوں گے یہ ایسی ہی صورت ہوگئی جیسے کوئی حالت مرض میں تصرفات کرے اور پھر شفا پا جائے تو اس کے سب معاملات مثل صحت کے شمار ہوتے ہیں۔

جس شخص کے قتل کا حکم ہو چکا ہے اور حوالات یا قید خانہ میں محبوس ہے اس کی یہ حالت مرض الموت کے مانند نہیں سمجھی جاتی اور اس کی اس حالت کے تمام معاملات مثل حالت صحت کے جاری و نافذ ہوں گے۔ البتہ جس وقت اس کو قید سے نکال کر مقتل کی طرف لے چلیں اور قتل کر ڈالیں تو قید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے مانند ہے اس حالت میں اگر اس نے کوئی تصرف مثل اقرار وغیرہ کے کیا ہو تو اس کا حال وہی ہوگا جو مرض الموت کے تصرفات کا ہوتا ہے اور اگر اس روز کسی وجہ سے قتل ملتوی رہا یا قتل کا حکم بالکل منسوخ ہوگیا تو جیل سے نکل کر قتل گاہ تک آنے کی حالت مرض الموت کے مانند نہ ہوگی بلکہ مثل صحت کے سمجھی جائے گی اور اس حالت میں جو تصرفات کیئے تھے وہ بالکل جاری اور صحیح و درست ہو جائیں گے۔

عورت اگر ولادت کی تکالیف میں مر گئی تو جس وقت سے درد زہ شروع ہوا تھا اسی وقت سے مرض الموت شمار ہوگا اور اس حالت کے تصرفات مثل مرض الموت کے سمجھے جائیں گے اور اگر تکلیف اٹھا کر صحیح سلامت زندہ رہ گئی تو اس حالت کے تمام معاملات بالکل مثل صحت کے سمجھے جائیں گے۔

اگر طاعون سے وفات ہوئی ہے تو جس وقت سے بخار چڑھا تھا اسی وقت سے مرض الموت سمجھیں گے اگرچہ بخار میں پھرتا رہا اور کچھ کام بھی کرتا رہا ہو۔

جب مرض الموت کی تحقیق ذہن میں آ گئی تو مریض کے اقرار اور اس کے احکام کا حال سنو

حکم اول: مرض الموت میں اگر کسی ایسے واجب شدہ حق کا اقرار کرے جس کا واجب ہونا عام طور پر سے لوگوں کو معلوم ہے یا گواہ موجود ہیں تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور یہ قرض یا امانت وغیرہ جس کا اقرار کیا ہے بالکل اسی طرح لازم اور واجب الادا ہوگا جیسے صحت کے قرض وغیرہ لازم ہوتے ہیں۔

حکم دوم: اپنے شرعی وارثوں کے علاوہ اگر کسی شخص کے لئے ایسے واجب شدہ حقوق کا اقرار کرے جن کا واجب ہونا لوگوں کے معائنہ اور مشاہدہ سے ثابت نہیں اور نہ گواہ موجود ہیں تو یہ

Marfat.com

اقرار بھی معتبر اور لازم ہوگا خواہ کتنے ہی زیادہ مال کا اقرار کرے جب تک یہ قرض ادا نہ ہو جائے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا البتہ پہلے وہ قرض وحقوق ادا کیے جائیں گے جو صحت میں واجب ہوئے تھے یا مرض الموت ہی میں واجب ہوئے تھے لیکن ان کے گواہ موجود تھے یا لوگوں کو معلوم تھا جب وہ ادا ہو جائیں اور مال باقی رہے تو یہ ادا کیے جائیں جن کا صرف اقرار ہے باضابطہ گواہ اور لوگوں کو علم نہیں۔

(۳) اپنے کسی وارث کے لئے اگر کسی قسم کے قرض [1] وامانت وغیرہ واجب شدہ حق کا اقرار کیا یا غیر واجب چیزیں اس کو دینے کے لئے وصیت کر گیا یا خود دے دی تو یہ باتیں نامعتبر ہوں گی اور اس اقرار وغیرہ سے کچھ لازم نہیں ہوگا (البتہ اگر باقی وارث اس تصرف اور اقرار کو جائز رکھیں اور منظور کر لیں (بشرطیکہ عاقل بالغ ہوں) تو جو کچھ اقرار وغیرہ کیا ہے (بعد تجہیز وتکفین و ادائے قرض کے اگر مال باقی رہے تو اس میں سے وہ سب حقوق پورے دیئے جائیں)۔

(۴) مرض الموت میں جن غیر واجب شدہ حقوق کا بطور صدقہ وتبرع بہ نیت ثواب یا بوجہ مروت و رعایت اقرار کرے گا کہ میری طرف سے اس قدر دے دیا جائے وہ سب وصیت میں داخل ہیں۔ اسی طرح اگر اپنے نماز روزہ حج وغیرہ کے پورا کرنے کی تاکید کی۔ (اور مال بھی چھوڑا ہے) تو یہ سب چیزیں وصیت شمار ہوں گی اور تجہیز وتکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اس کے ایک ثلث میں اگر پورے ہو سکیں تو کرنا ضروری ہے اسی کو وصیت کہتے ہیں جس کا مفصل بیان اب (چند احکام ومسائل بیان کرنے کے بعد) عنقریب شروع ہوتا ہے۔

مسئلہ اول۔ اگر مریض اپنی زوجہ کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دے دے تو واقع ہو جائے گی لیکن اگر عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر مر گیا تو زوجہ میراث سے محروم نہ ہوگی۔

(۲) اگر زوجہ کے مرض الموت میں شوہر نے اس کو طلاق دے دی یا خود زوجہ نے طلاق مانگ لی یا خلع کر لیا تو خلع ہو جائے گا اور سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۳) اگر مرض الموت میں کوئی چیز خریدی اور قیمت ادا کر دی یا قرض لیا اور ادا کر دیا تو جائز و درست ہے اگر مرنے کے بعد میت کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی یہ ادا کردہ قیمت بائع سے واپس نہ لیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ خریدنا اور قرض لینا گواہوں سے ثابت ہو یا لوگوں کو معلوم ہو۔

ا۔ لیکن امانت کو ضائع کر دینے کا اقرار درست ہے چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا۔۱۲۔

Marfat.com

(۴) اگر مریض نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے فلاں وارث کی امانت[۱] ضائع کر دی ہے اور اس کا تاوان میرے ذمہ واجب ہے اور لوگوں کو اس امانت رکھنے کا علم تھا یا گواہ موجود تھے تو اس ضائع شدہ مال کی قیمت مرنے کے بعد اس کے مال میں سے دلوائی جائے گی اور مثل قرض قسم اول تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال سے واجب الادا ہوگی۔

(۵) اگر مریض کا قرض کسی کے ذمہ واجب تھا اور وہ قرض حالت صحت میں واجب ہوا تھا (یعنی مرض الموت سے پہلے) اور اب مرض الموت میں اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنا وہ قرض مقروض سے وصول پالیا ہے تو یہ اقرار بالکل جائز و درست ہے بشرطیکہ یہ مقروض شخص مریض کے ان وارثوں میں سے نہ ہو جو اس کے مال سے میراث پائیں گے کیونکہ وارث کی نسبت ایسا اقرار درست نہیں۔

(۶) اگر کسی شخص نے حالت مرض الموت میں نکاح کیا اور مہر عورت کے خاندان کے رواج اور دستور کے موافق مقرر کیا تو یہ مہر حالت صحت کے قرضوں کے مانند میت کے ذمہ لازم ہوگا اور تجہیز و تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اس میں سے ادا کیا جائے۔ (ملاحظہ کرو دین کی قسم اول کا بیان) اور اگر مہر عورت کے خاندان کے رواج سے زیادہ مقرر کر دیا ہے تو جس قدر زیادہ ہے اس کا حکم مثل وصیت کے ہے۔

(۷) اگر مریض نے اپنے وارث کی زوجہ یا بیٹے کے لئے اقرار کر لیا تو جائز و درست ہے کیونکہ ناجائز وہ اقرار ہے جو وارث کے لئے ہو اور یہ اقرار وارث کے لئے نہیں اس کے بیٹے یا زوجہ کے لئے ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ موجود ہوں۔

(۸) اگر میت نے کسی ایسے شخص کے لئے قرض یا کسی چیز کی قیمت یا امانت وغیرہ کا اقرار کیا جو مریض کا وارث نہیں ہے اور مریض کے وارثوں نے اس اقرار کو منظور کر لیا تو یہ اقرار جائز ہے اگرچہ پہلے سے اس قرض وغیرہ کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ اور گواہ موجود نہ تھے۔

(۹) اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لئے اقرار کیا کہ اس کا اس قدر قرض میرے ذمہ واجب ہے یا اس کی اس قدر امانت میرے پاس ہے اور پھر وہ وارث جس کے لئے اقرار کیا تھا مریض سے پہلے ہی مر گیا تو یہ اقرار بالکل صحیح اور درست ہے۔ اگر گواہ بھی موجود ہیں تو قرض کی قسم

۱۔ مستعار لی ہوئی چیز کا بھی یہی حکم ہے۔

Marfat.com

اول میں داخل ہو کر واجب الادا ہوگا اور اگر گواہ نہیں تو قسم دوم میں شمار ہو کر ادا ہوگا لیکن جس کے لئے اقرار کیا تھا وہ چونکہ مر گیا لہذا یہ اقرار شدہ مال و امانت اس کی اولاد وغیرہ وارثوں کو دی جائے گی۔

شرح: قاعدہ یہ ہے کہ وارث کے لئے اقرار جائز نہیں اور یہاں جائز ہو گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ اقرار اس شخص کے لئے ناجائز ہے جو مریض کی موت کے وقت اس کا وارث ہو اور یہ شخص جب مریض سے پہلے مر گیا تو اس کا وارث ہی نہ ہوا البتہ اقرار جس وقت کیا گیا تھا اس وقت وارث تھا لیکن اس وقت کا اعتبار نہیں۔ اعتبار ہے مریض کے انتقال کے وقت کا پس جو شخص بوقت وفات مریض زندہ ہو اور اس کا وارث ہو اس کے لئے اقرار جائز نہیں اور جو شخص مریض کی موت کے وقت زندہ ہی نہیں رہا یا زندہ ہے مگر وارث نہ رہا تو اس کے لئے اقرار جائز ہوگا اس کی مثال کے لئے وصیت کے باب میں چھٹی شرط کی مثال دوم ملاحظہ کرو۔

(۱۰) اگر مریض اقرار کرے کہ میں نے اپنی بیٹی سے جو مر گئی ہے اپنا قرض وصول کر لیا تھا اور مریض کا بیٹا یا دوسرے رشتہ دار نہیں مانتے تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور بیٹی کے مال سے قرض وصول نہ کیا جائے گا کیونکہ بیٹی اگرچہ وارث تھی مگر جب مر گئی تو وارث نہ رہی لہذا اس سے قرض وصول کر لینے کا اقرار معتبر ہوگا علی ہذا القیاس اگر کسی دوسرے وارث کی نسبت قرض وصول ہونے کا اقرار ہو اور وہ مقروض وارث مر چکا ہو تو اقرار معتبر ہوگا۔

(۱۱) مرض الموت میں اگر کسی اجنبی شخص کے لئے (یعنی جو وارث نہ ہو) قرض کا اقرار کیا کہ میرے ذمہ اس کا اس قدر قرض واجب ہے یا اس کی فلاں شئے کی قیمت میرے ذمہ واجب الادا ہے اور یہ بات نہ لوگوں کو معلوم ہے نہ کوئی گواہ ہے تو یہ اقرار اس کا صحیح و معتبر ہوگا قرض کی قسم دوم میں داخل رہے گا اور تجہیز و تکفین کے بعد قسم اول کے قرض ادا کرنے کے بعد اگر کچھ مال باقی رہے تو اس میں سے ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی خاص چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ گھوڑا یا یہ مکان یا زیور فلاں شخص کا ہے یا یہ کہ فلاں شخص کی اس قدر امانت (روپیہ زیور کپڑا وغیرہ) میرے پاس ہے یہ بھی معتبر ہوگا مگر قسم اول کے قرض کے بعد ادا کیا جائے گا۔

(۱۲) اگر مرض میں اقرار کیا کہ فلاں عورت کا اس قدر روپیہ وغیرہ میرے ذمہ واجب ہے پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا تو نکاح سے پھر اقرار معتبر ہوگا۔ اور قرض کی قسم دوم میں داخل ہو کر تجہیز و تکفین اور قسم اول کے قرض ادا کرنے کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اس سے وہ مال ادا کیا

Marfat.com

جائے (1) جو اقرار سے واجب ہوا تھا۔

(۱۳) شوہر کے مرض الموت میں اگر شوہر و زوجہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ حالت صحت میں شوہر طلاق دے چکا ہے اور اس وقت عدت بھی گزر چکی ہے اور اس کے بعد عورت کے لئے کسی قرض یا امانت وغیرہ کا اقرار کرلیا۔ تو اقرار اور میراث کی وجہ سے جو مال عورت کو حاصل ہوگا ان میں سے جونسا مال کم ہو وہ عورت کو دلوادیا جائے مثلاً میراث میں تو صرف سو روپے ملتے اور اقرار کیا ہے تین سو کا تو صرف سو روپیہ میراث کے طور سے دلوائے جائیں گے۔ اور اگر میراث میں پانچ سو روپیہ ملتے اور اقرار کیا ہے دو سو کا تو صرف دو سو روپیہ دلوادیں گے۔ کیونکہ ایسی صورت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید شوہر نے اقرار معتبر ہونے اور زوجہ کو مال دلانے کے لئے عدت گزرنے کا غلط اقرار کرلیا ہے تاکہ زوجہ وارث نہ رہے اور اس کے لئے اقرار صحیح ہو جائے اور مال مل جائے اس لئے شرعاً یہ انتظام کیا گیا کہ اقرار اور میراث میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے تاکہ لوگوں کو ایسے غلط اقرار سے فائدہ نہ ہو اور ایسے اقرار نہ کریں۔

(۱۴) اگر مریض کے ذمہ خود بھی اس قدر قرض ہے کہ اس کا تمام مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں اور اس نے اپنے مدیون (مقروض) کا قرض معاف کر دیا تو یہ بھی معافی معتبر نہ ہوگی اس لئے کہ اس میں مریض کے قرض خواہوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر کسی شخص نے حالت مرض میں اپنے کسی رشتہ دار کے لئے جو اس کی میراث سے حصہ پانے والا ہے اقرار کیا کہ اس کا اس قدر روپیہ میرے ذمہ واجب ہے تو یہ اقرار بالکل ناجائز و غیر معتبر ہے خواہ میت کے ذمہ قرض ہو یا نہ ہو اور ادائے قرض کے بعد مال باقی رہے یا نہ رہے ہر صورت میں وارث کے لئے جو اقرار کیا ہے بیکار اور باطل ہے۔

(۱۶) اگر مریض نے کسی ایسے شخص کی نسبت جو اس کے ترکہ میں سے حصہ پائے گا یہ کہا کہ اس کے ذمہ میرا جو کچھ قرض تھا وہ میں نے وصول کرلیا ہے تو یہ معتبر نہ ہوگا۔

قواعد مذکورہ سے یہ مسئلہ بھی آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اگر کوئی عورت مرض الموت میں شوہر کو مہر معاف کر دے یا اقرار کرے کہ میں نے اس سے اپنا مہر وصول کرلیا (حالانکہ نہ کسی کو خبر

۱۔ اگر گواہ نہیں اور لوگوں کو معلوم نہیں۔ ورنہ قرض کی قسم اول میں داخل ہوگا

ہے اور نہ گواہ موجود ہیں) تو یہ معافی اور اقرار ہرگز معتبر نہ ہوگا[1]۔

اس صورت میں اگر باقی وارث مہر وصول ہو جانے کی تصدیق کریں یا معافی کو منظور کر لیں تو معاف ہو جائے گا۔ (مگر معافی میں مذکورہ سابق شرط ضروری ہے یعنی باقی وارث عاقل بالغ ہوں نابالغوں کی اجازت اور منظوری معتبر نہیں۔

(۱۷) اگر کسی مریض کے ذمہ اس قدر قرض ہے کہ اس کا مال ادائے قرض کے واسطے کافی نہیں وہ اگر مرض الموت میں کسی قرض خواہ کا قرض پورا ادا کر دے یا اپنی زوجہ کا مہر دے دے یا کسی کی واجب شدہ اجرت ادا کر دے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس سے دوسرے قرض خواہوں کے حق میں کمی آتی ہے۔

شرح: جائز نہ ہونے سے یہ مطلب نہیں کہ اس کو قرض ومہر واجرت وغیرہ ادا کرنے سے اور مہر دینے سے روک دیں گے اور ممانعت کریں گے نہیں۔ اس وقت تو اس کو قرض ومہر واجرت وغیرہ ادا کرنے سے منع نہیں کریں گے کیونکہ یہ کس کو معلوم ہے کہ یہ مرض الموت ہے یا نہیں لہذا اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ اگر اسی مرض میں مر جائے اور باقی مال قرض خواہوں کے لئے کافی نہیں ہے تو جن لوگوں کا قرض ومہر واجرت اس نے ادا کی تھی ان سے واپس لیں گے اور میت کے باقی مال کے ساتھ ملا کر تمام قرض خواہوں کو حصہ رسد تقسیم کریں گے انہیں کے ساتھ یہ لوگ بھی شریک رہیں گے جن سے قرض ومہر وغیرہ واپس لیا گیا ہے جس کا زیادہ قرض ہوگا اس کو زیادہ حصہ ملے گا جس کا کم ہوگا اس کو کم (زیادہ کم ملنے اور حصہ رسد تقسیم ہونے کا مفصل طریقہ فصل دوم قرض کے بیان میں ذکر ہوا)۔

(۱۸) مرض الموت میں جو دور دور کے رشتہ دار جمع ہو کر اپنے قیام وطعام کا خرچ مریض کے ذمہ ڈالتے ہیں اگر میت کی تیمارداری اور خدمت کے لئے ان کی واقعی ضرورت ہے تو یہ خرچ اس کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اگر ضرورت نہیں اور یہ رشتہ دار وعزیز شرعی وارث اور حصہ دار بھی نہیں لیکن میت کی اجازت سے ان کی مہمانداری ہوئی ہے تو اس خرچ کا حکم مانند وصیت کے ہے اور اگر میت کی اجازت نہیں یا وہ رشتہ دار خود شرعی وارث اور حصہ دار بھی ہیں تو ان کے مصارف کا

[1] میراث المسلمین مطبوعہ سابقہ میں لکھا گیا ہے کہ ثلث مہر اس صورت میں معاف ہو جائے گا یہ صحیح نہیں ثلث معاف ہونا بھی وارثوں کی اجازت پر موقوف [illegible] قدر وہ اجازت دیں گے معاف ہو جائے گا۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

بار میت کے مال میں سے محسوب نہ ہوگا بلکہ ان کے ذمہ پڑے گا۔

(۱۹) اگر مرض الموت میں کسی ایسے شخص کو جو مریض کا وارث نہیں بطور تحفہ وہدیہ کچھ دے دیا تو بالفعل دلوا دیا جائے گا لیکن اگر مریض اس مرض میں مر گیا اور معلوم ہوا کہ وہ مرض الموت تھا تو اس کا حکم مثل وصیت کے ہے۔

(۲۰) اگر کہا کہ میری طرف سے مسجد بنوا دینا مدرسہ میں اس قدر چندہ دینا یا فلاں شخص کو اس قدر مال دینا تو یہ سب وصیت ہے۔

(۲۱) مرض الموت میں اگر کہا کہ فلاں مکان یا فلاں باغ یا زمین وقف ہے اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا مقصود اپنی طرف سے وقف کرنا ہے تو اس کا حکم وصیت کا ہوگا اور اگر اس زمین و باغ وغیرہ کا اصلی اور قدیم حال بیان کرنا ہے تو کل باغ و مکان وغیرہ جس کا نام لیا ہے وقف ہو جائے گا۔

فصل چوتھی وصیت کا بیان

میراث پر جو تین چیزیں مقدم ہیں ان میں سے دو کا ذکر پہلی اور دوسری فصل میں ہو چکا تھا مناسب سمجھ کر تیسری فصل میں مریض اور اس کے اقرار کا حال لکھا گیا اب تیسرے امر یعنی وصیت کا بیان ہوتا ہے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لئے اپنے مال میں سے حصے مقرر کر جانا بوقت موت ہر شخص صاحب مال پر واجب تھا وہ حکم منسوخ ہو گیا اور خدائے تعالیٰ نے خود ہی حصے مقرر فرما کر مال تقسیم کر دیا۔ لیکن اپنے احسان و فضل سے ثلث مال میں اب بھی بندۂ ناچیز کا اختیار باقی رکھا تا کہ اس وقت فی سبیل اللہ مال خرچ کر کے اپنی عمر بھر کی تقصیرات مثل بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کر دے اور اگر اپنے کسی دوست یا بعید رشتہ دار یا خادم کو کچھ دینا چاہتا ہو تو اس ثلث میں سے دے کر دل خوش کر لے۔

جو با[illegible]میت کے ذمہ واجب نہیں تھیں اور اس نے مرض الموت میں بطور تبرع (یعنی احسان و مروت وصدقہ) ان کو لازم کر لیا مثلاً کسی کا قرض معاف کر دیا یا کوئی خاص چیز یا مال اس کے لئے مقرر کر دیا۔ یا مرض الموت میں یا اس سے پہلے کوئی معاملہ کر کے اس کو اپنی موت سے متعلق کر دیا۔ مثلاً کہا کہ میرے مرنے کے بعد مسجد بنوا دینا کنواں بنوانا یا مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ میں اس قدر

Marfat.com

روپیہ دینا یا فلاں شخص کو اتنا روپیہ دینا یا فقراء و مساکین کو طعام یا غلہ یا کپڑے تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ یا فرائض وواجبات خداوندی مثل صلوٰۃ وزکوٰۃ جو اس کی غفلت سے قضا ہو گئے تھے ان کے ادا کرنے کیلئے ورثاء وغیرہ سے کہا یہ سب چیزیں وصیت شمار ہوں گی اور ثلث مال سے پوری کی جائیں گی۔

یعنی تجہیز وتکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اس کے تین حصے کر کے دو حصوں میں وارثوں کا پورا استحقاق ہے اور ایک حصے میں میت کا اختیار ہے۔ اگر اس نے مذکورہ بالا اقسام وصیت سے کوئی وصیت کی تھی تو مال کے ایک حصے یعنی ثلث میں اس کو پورا کریں اگر وصیتیں پوری ہو کر کچھ مال اس ثلث میں سے بھی باقی رہ جائے تو وہ بھی وارثوں کا حق ہے۔ اور اگر اتنی بڑی وصیت یا چند وصیتیں کر دی تھیں کہ ایک تہائی میں پوری نہیں ہو سکتیں تو جس قدر ایک ثلث میں پوری ہو سکیں پوری کی جائیں باقی کا جاری اور نافذ کرنا اور ثلث مال سے زیادہ اس میں خرچ کرنا وارثوں کے ذمہ لازم وواجب نہیں ہے۔ کیونکہ باقی دو ثلث ان کا حق ہے البتہ اگر وہ اپنی اجازت اور خوشی سے اپنے حصے میں سے صرف کر کے میت کی وصیتوں کو پوری طرح جاری کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں ان کو اختیار ہے۔ لیکن یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ سب وارث بالغ وعاقل اور موجود ہوں کیونکہ نابالغ ومجنون کی رضامندی معتبر نہیں اور غیر حاضر کا حال معلوم نہیں کہ اجازت دے گا یا نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی غیر موجود وارث کے پاس خط بھیج دیا کہ مورث نے چند وصیتیں کی ہیں جو ثلث مال میں پوری نہیں ہو سکتیں آپ ان کے پورا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں وارث نے جواب دیا کہ میں اجازت دیتا ہوں تو یہ اجازت معتبر نہ ہو گی جب تک کہ پوری تعیین اور تصریح سے اس کو وصیت کا حال اور مقدار نہ لکھی جائے۔

مسئلہ: اگر مورث کی زندگی میں وارثوں نے ایک ثلث سے زیادہ وصیت کو منظور کر لیا اور اجازت دے دی اور اس کی موت کے بعد اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے تو پہلی اجازت معتبر نہ ہو گی اور وصیت پوری نہ کی جائے گی وارثوں کی وہی اجازت معتبر ہے جو میت کی وفات کے بعد ہو کیونکہ اس کی وفات سے پہلے تو یہ اس دو ثلث کے پورے مالک نہیں تھے۔ اگر سب وارث حاضر ہیں بعض نے اجازت دی اور بعض نے ایک ثلث سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی تو جن لوگوں نے اجازت دی ہے ان کے حصے میں سے خرچ کر کے جس قدر وصیت پوری ہو سکے گی پوری کریں گے دوسروں کے حصے میں خلل نہ آئے گا۔ اسی طرح اگر موجود لوگوں نے اجازت دی

Marfat.com

ہے تو غیر حاضر لوگوں کے حصے میں کمی نہ آئے گی۔ اور ایسے ہی اگر بالغوں نے اجازت دے دی تو ایک ثلث سے زیادہ جو کچھ خرچ ہوگا وہ بالغوں کے حصوں میں سے لیا جائے گا نابالغوں کو دو ثلث میں سے جو کچھ حصہ ملا ہے وہ بدستور قائم رہے گا کچھ کم نہ ہوگا۔

اس بیان سے شبہ ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں کی اجازت معتبر ہے ان کے حصے میں سے بقدر ضرورت مال لے کر وصیت کو بالکل پورا کردیا جائے خواہ کسی قدر مال صرف ہو حالانکہ یہ مطلب نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ جب ایک ثلث میں وصیت پوری نہ ہوسکی تو جن لوگوں نے اجازت دی ہے۔ اور ان کی اجازت معتبر بھی ہے تو جس قدر ان کا حصہ ہے اسی حساب سے ان کے حصے میں سے مال زیادہ لے کر ایک ثلث کے ساتھ شامل کرلیں جس قدر وصیت اس میں پوری ہوسکے پوری کردیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان کے حصے کو صرف کر کے وصیت کو بالکل کامل اور تمام کیا جائے۔ شاید اس مثال سے مطلب آپ کے ذہن میں آجائے۔

مثال۔ زید نے وصیت کی تھی کہ ایک سو اسی روپیہ لگا کر میری طرف سے ایک کنواں بنوا دیا جائے اس کے مرنے کے بعد تجہیز و تکفین اور قرض ادا کرنے کے بعد کل تین سو ساٹھ روپیہ باقی رہا اس میں سے ایک ثلث یعنی ایک سو بیس علیحدہ کیا اور باقی دو سو چالیس اس کے موجودہ وارث یعنی بیٹا اور بیٹی کا حق ہے اسّی روپیہ بیٹی کو ملے گا اور ایک سو ساٹھ روپے بیٹے کو۔ ایک ثلث علیحدہ کیا تھا اس میں وصیت پوری نہیں ہوسکتی بلکہ ساٹھ روپے کی کمی ہے۔

اگر بیٹا بیٹی دونوں اجازت دیتے ہیں تو بیس روپے بیٹی کے حصہ میں سے لئے جاتے اور چالیس بیٹے کے حصے سے اس لئے کہ بیٹے کو دو چند حصہ ملا ہے اس طرح ساٹھ روپیہ کی کمی پوری ہو جاتی لیکن چونکہ بیٹی اجازت نہیں دیتی لہذا صرف بیٹے سے چالیس روپیہ لے کر اس ایک ثلث کے ساتھ ملا دیں گے جو علیحدہ کیا گیا تھا جس کی مقدار ایک سو بیس روپیہ تھی اب ایک سو ساٹھ روپیہ میں جیسا کنواں بن جائے بنا دیں یہ نہیں ہوگا جس قدر کمی ہے وہ سب بیٹے کے حصہ میں سے لے کر ایک سو اسی روپیہ کا کنواں بنا دیں۔

مسئلہ۔ جس شخص کے کوئی وارث موجود نہیں اور قرض بھی نہیں وہ اگر کل مال کی وصیت بھی کردے تو جائز ہے۔

ایک ثلث مال میں جو میت کو اختیار دیا گیا ہے اور اس کی وصیت وغیرہ جائز رکھی گئی ہے وہ اسی وقت ہے کہ یہ شرطیں پائی جائیں۔

Marfat.com

شرط اول۔ وصیت کرنے والا عاقل بالغ آزاد ہو پس اگر لڑکے یا مجنون یا غلام نے وصیت کی تو ثلث میں بھی نافذ و جاری نہ ہوگی کیونکہ لڑکا اور مجنوں اپنے نفع و نقصان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے اور غلام کے پاس جو کچھ مال ہے وہ اس کی ملک نہیں مولیٰ اور آقا کا مملوک ہے۔ (لیکن اپنے تجہیز و تکفین کی نسبت نابالغ کی وصیت معتبر ہے۔)

(۲) وصیت کرنے والے کے ذمہ اس قدر قرض نہ ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے کیونکہ وصیت جب ہی جاری ہوتی ہے جب تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے بعد مال باقی رہے۔ پس اگر ایسے شخص نے وصیت کی جس کا مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں یا ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہیں رہے گا تو اس کی وصیت بالکل باطل اور بے اعتبار ہوگی۔

(۳) جس کے لئے وصیت کرتا ہے وہ بوقت وصیت زندہ ہو میت کی وفات کے بعد اس کا زندہ ہونا شرط نہیں پس اگر کسی مردہ شخص کے لئے وصیت کی تو معتبر نہ ہوگی اور اگر زندہ شخص کے لئے وصیت کی لیکن وہ وصیت کرنے والے کے سامنے ہی مر گیا تو یہ وصیت جائز ہوگی اور جس کے لئے وصیت کی تھی اس جگہ اس کے وارث اس وصیت کے مستحق ہو جائیں گے (ملاحظہ ہو وصیت کی چھٹی شرط کی مثال دوم)

(۴) جس کے لئے وصیت کی ہے وہ وصیت کو لینے اور حاصل کرنے کے قابل ہو۔ پس اگر کسی گھوڑے کے لئے وصیت کی یا مسجد کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں البتہ اگر اپنے وصی یا وارثوں سے یوں کہے کہ تم فلاں گھوڑے پر یا فلاں مسجد پر اس قدر روپیہ یا فلاں چیز خرچ کر دینا تو جائز اور معتبر ہے۔

تنبیہ: آج کل جو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لئے وصیت کر جاتے ہیں اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ تم لوگ مسجد و مدرسہ پر اس قدر صرف کر دینا یا مسجد و مدرسہ کے متولی و مہتمم کو دے دینا کہ صرف کرے اس لئے اس قسم کی وصیت جائز و معتبر ہوتی ہے۔

(۵) جس چیز کی وصیت کی ہے وہ قابل تملیک شئے ہو خواہ کوئی معین چیز مکان کپڑا زیور جانور وغیرہ ہو یا ایسا حق ہو جو مملوک ہو سکے مثلاً ایک مکان کی نسبت وصیت کی کہ زید کو اس میں اتنی مدت تک سکونت کرنے دینا یا فلاں مکان میں ہمیشہ فقیر اور مسافر رہا کریں۔ اس صورت میں مکان وارثوں کی ملک ہو جائے گا مگر حق سکونت زید کو یا فقراء و مساکین کو حاصل رہے گا پس اگر کسی ایسے حق کی وصیت کی جو قابل تملیک نہیں تو وصیت صحیح و معتبر نہیں ہوگی مثلاً زید نے کہا کہ مجھ کو جو عمر

پر مقدمہ ہتک عزت دائر کرنے کا حق حاصل تھا وہ تجھے بخشتا ہوں تو یہ صحیح نہ ہوگا۔

ایسے ہی اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کا بالکل وجود ہی نہیں تو اس کی بھی وصیت صحیح نہیں مثلاً وصیت کی کہ ایک سال کے بعد جو میری گھوڑی کے بچہ پیدا ہوگا وہ زید کو بخشتا ہوں تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی۔

(٦) چھٹی شرط یہ ہے کہ جس شخص کے لئے وصیت کی ہے وہ میت کا وارث نہ ہو۔ اگر وارث کے لئے وصیت ہوگی تو باطل اور غیر معتبر ہوگی البتہ اگر باقی وارث اس کو جائز رکھیں اور منظور کرلیں تو معتبر ہوجائے گی۔

شرح: یہ جو بیان ہوا کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہیں یہاں وہ وارث مراد ہے جو بوقت وفات میت شرعاً وارث ہو اور اس کے مال سے حصہ پائے پس اگر کوئی شخص بوقت وصیت تو وارث تھا مگر مورث کی وفات کے وقت وارث نہیں رہا تو اس کے لئے جو وصیت ہوئی ہے وہ جائز ہوگی۔

مثال اول: جب زید نے بھائی کے لئے وصیت کی تو چار وارث موجود تھے ایک والدہ ایک زوجہ ایک ہمشیرہ ایک بھائی سب سمجھتے تھے کہ یہ وصیت باطل ہوگی مگر زید کے انتقال کے دو روز پہلے اس کے ایک بیٹا [1] پیدا ہوگیا اب یہ بھائی صاحب حصہ دار وارث نہ رہے (کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں میت کا بھائی محروم رہتا ہے) مگر زید نے جو ان کے لئے وصیت کی تھی وہ صحیح و معتبر ہوگی کیونکہ بوقت وفات زید وہ وارث نہیں تھے۔

مثال دوم: زید نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی بظاہر اس کو سب ناجائز سمجھ رہے تھے مگر اتفاق سے زید کی حیات ہی میں اس کے بھائی کا انتقال ہوگیا تو یہ وصیت جائز و معتبر سمجھی جائے گی اور اس وصیت میں جس قدر مال وغیرہ زید نے اپنے بھائی کے لئے مقرر کیا تھا وہ زید کے بھائی کی اولاد وغیرہ کو مل جائے گا۔ اگر بھائی نہ مرتا تو یہ وصیت باطل رہتی البتہ میراث سے حصہ ملتا اب جب کہ بھائی مر گیا تو وہ وارث ہی نہ رہا اس لئے وصیت اس کے لئے جائز ہوگئی اور اس کے پس ماندوں کو دی گئی۔ (ملاحظہ ہو شرط سوم)

اسی طرح اگر کوئی شخص وارث تو کہلاتا ہے لیکن دوسرے کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہے اس کے لئے بھی وصیت جائز و معتبر ہے مثلاً زید کا چچا بھی موجود ہے اور بھائی بھی تو زید کا چچا بوجہ موجود ہونے زید کے بھائی کے محروم ہے۔ لہذا چچا کے لئے وصیت جائز ہے یا مثلاً میت کے بیٹا

۱۔ پہلے سے کسی کو حمل کا حال معلوم نہ تھا ۱۲۔

بھی موجود ہے اور پوتا بھی تو پوتا چونکہ بیٹے کی موجودگی میں محروم رہتا ہے اس لئے پوتے کے واسطے اس صورت میں وصیت جائز ہوگی۔

اور اگر کوئی شخص پہلے سے وارث نہیں تھا اور اس کے لئے وصیت کر دی گئی تھی پھر بوقت مرگ میت وہ وارث ہو گیا تو یہ وصیت باطل ہوگی۔

مثال: زید کے باپ دادا دونوں زندہ تھے چونکہ باپ کے سامنے دادا وارث نہیں ہوتا اس لئے زید نے دادا کے لئے کچھ وصیت کر دی جو بظاہر جائز تھی۔ تقدیر سے زید کی زندگی میں زید کے باپ کا انتقال ہو گیا اب باپ کی جگہ دادا وارث ہو گئے اور وصیت جو کچھ ان کے لئے کی گئی تھی وہ باطل ٹھہری۔

مثال دوم: زید کا بیٹا موجود تھا لہذا ہمشیرہ محروم تھی اس کے لئے زید نے کچھ وصیت کر دی۔ بقضائے الٰہی زید کا بیٹا داغ مفارقت دے گیا تو زید کی ہمشیرہ وارث ہو گئی لہذا اس کے لئے جو وصیت کی تھی وہ بیکار اور باطل ہو گئی۔

(۷) یہ شرط تو پہلے بار بار معلوم ہو چکی ہے کہ وہ وصیت ثلث سے زیادہ نہ ہو اگر اتنی زیادہ وصیت کی ہے کہ ثلث مال میں پوری نہیں ہو سکتی تو صرف ثلث میں جاری ہوگی ثلث سے زیادہ کا خرچ کرنا وارثوں کی رضامندی اور اختیار پر موقوف ہے۔ اور اگر کوئی وارث ہی موجود نہ ہو تو ثلث سے زیادہ بلکہ کل مال کی وصیت بھی جائز و معتبر ہے (بشرطیکہ دین نہ ہو)۔

اہل اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے ثلث مال کی وصیت کی وہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر گرم ہو رہی تھی لیکن تشریف نہ لائے تھے کہ آپ کی تشریف آوری سے ایک ماہ پہلے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو پیام اجل آ پہنچا۔ آہ کیسی حسرت کا وقت تھا ادھر موت کا فرشتہ مہلت نہیں دیتا۔ ادھر شوق دیدار مرنے کی اجازت (۱) نہیں دیتا۔ اس حالت میں نادیدہ مشتاق و جان نثار مجبور بحکم پروردگار نے وصیت کی کہ جب حضور انور تشریف لائیں تو میرا ثلث مال آپ کی نذر کر دیا جائے۔ براء رضی اللہ عنہ کے وارثوں نے ان کی آرزو کو پورا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص خادم کے ہدیہ کو قبول فرما کر بکمال سرچشمی ازطرف خود ان کے وارثوں کو عطا فرما دیا صلی اللہ

۱۔ موت کہتی تھی چلو شوق کہے تھا ٹھہر مرنے والے پہ عجب ضیق کا اک عالم تھا۔

Marfat.com

علیہ وعلی آلہ واصحابہ۔
اگرچہ تقسیم ترکہ اور وارثوں کے لئے اب نہ وصیت کی ضرورت ہے اور نہ معتبر ہے شریعت نے خود حصے مقرر فرما کر تقسیم کر دیا ہے اگر ان کے خلاف وصیت کرے گا تو ہرگز اعتبار نہ ہوگا۔ اور گناہ بے لذت اور عذاب آخرت سر پر رہے گا۔ لیکن دیگر امور کے لئے وصیت کر جانا اب بھی مستحب ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان پر دو راتیں بھی ایسی نہ گزرنی چاہئیں کہ اس کے پاس وصیت نامہ لکھا ہوا موجود نہ ہو۔ اور بعض امور کی وصیت کرنا واجب ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ مکروہ اور حرام ہوتا ہے۔

واجب: جس شخص کے ذمہ لوگوں کے قرض ہوں یا اس کے پاس امانتیں ہوں جن کی کوئی ایسی سند نہیں جس سے قرض خواہ اور مالک امانت دعویٰ کر کے وصول کر سکیں یا اسی قسم کے اور معاملات ہوں جن میں بلا وصیت لوگوں کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اس پر لازم و واجب ہے کہ اگر وصیت کا موقع پائے تو وصیت کر جائے اور ان لوگوں کے حقوق کو تحریراً یا تقریراً ظاہر کر جائے اسی طرح جس شخص نے اپنی کوتاہی سے بلا عذر شرعی نماز روزے قضا کر دیئے ہوں یا واجب شدہ حج و زکوٰۃ ادا نہ کیا ہو اس پر بھی واجب ہے (بشرطیکہ مال موجود ہو) کہ ان امور کے ادا کرنے کی وصیت کر جائے۔ اگر وصیت کا موقع پایا اور وصیت نہ کی تو گنہگار ہو کر آخرت میں مستحق عذاب ہوگا چونکہ قریب المرگ ہونے کی حالت میں وصیت کا موقع پانے کا یقین نہیں لہذا دینداری کی بات یہ ہے کہ انسان حالت صحت و حیات ہی میں اس قسم کے امور کی وصیت کر دے۔

کسی شخص کے ذمہ واجب شدہ نماز روزہ کسی دوسرے شخص کے پڑھنے اور رکھنے سے ادا نہیں ہو سکتا لہذا ان کے ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ فدیہ دیا جائے ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم ہے جس کی مقدار انگریزی سیر سے تقریباً دو سیر ہے اور ایک نماز کا فدیہ [1] بھی اسی قدر ہے۔ حج ادا کرنے کے لئے میت کے وطن سے کوئی شخص بھیجا جائے اور پورا خرچ دیا جائے۔ لیکن اجرت اور تنخواہ کچھ نہ دی جائے ورنہ میت کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔
زکوٰۃ کی جس قدر وصیت کی ہے حساب لگا کر ادا کر دی جائے۔ اسی طرح کفارہ اور صدقہ فطر اور

ا۔ مذہب حنفی میں قضا شدہ وتر کا بھی فدیہ دینا ضروری ہے پس ایک روز پنجگانہ نماز مع وتر کا فدیہ بارہ سیر گندم بوزن انگریزی ہوا۔

Marfat.com

قربانی وغیرہ جن چیزوں کی وصیت کی ہو ادا کر دی جائیں مفصل مسائل میت کی طرف سے حج وغیرہ ادا کرنے کے کتب فقہ سے معلوم ہو سکتے ہیں اور کسی قدر فتاویٰ محمدیہ میں لکھے گئے۔

مستحب۔ پسندیدہ اور مستحب ہے کہ وصیت کر جائے کہ میرا کفن دفن بطریق مسنون کیا جائے اور میرے مرنے پر نوحہ اور چیخنا چلانا موقوف رکھیں اور رسوم خلاف شرع عمل میں نہ لائیں [1]۔

امور ضروریہ اور واجبہ کے سوا اگر مال میں سے وصیت کرنا چاہے تو ہر حالت میں مستحب یہ ہے کہ ثلث مال سے کم کی وصیت کرے۔ اگر اس کے وارثان شرعی پہلے سے غنی اور مالدار ہیں یا اس کی میراث میں سے اس قدر حصہ ملے گا کہ میراث پانے کے بعد بہت غنی اور دولت مند ہو جائیں گے تو مال میں سے مدارس و مساجد وغیرہ کیلئے یا ایسے وارثوں کے لئے جن کو حصہ نہیں پہنچے گا وصیت کر جانا مستحب ہے لیکن ثلث مال سے کم وصیت کرنا بہتر ہے اور اگر وارثان شرعی پہلے سے بھی غنی نہیں اور مال بھی اس قدر زیادہ نہیں کہ میراث پا کر وہ لوگ دولت مند ہو جائیں تو مستحب یہ ہے کہ اپنے مال میں سے صدقہ و خیرات وغیرہ کی کچھ وصیت نہ کرے اور سب ترکہ وارثوں کے لئے چھوڑ دے کیونکہ جب یہ لوگ بھی مفلس اور حاجت مند ہیں تو ان کو بھی جو کچھ نفع اور فائدہ میت کے مال سے ہو گا اس کا ثواب اور اجر میت کو مثل صدقہ اور خیرات [2] کے بلکہ اس سے بھی دو چند حاصل ہو گا۔

جائز: اگر کوئی وارث نہ ہو تو کل مال کی وصیت کر دینا جائز و معتبر ہے اور اپنے تجہیز و تکفین وغیرہ کے لئے ایسے تمام امور کی وصیت کر دینا جائز ہے جو شرعاً ممنوع و مکروہ نہ ہوں مثلاً یہ کہ فلاں جگہ دفن کرنا فلاں شخص نماز پڑھائے وغیرہ وغیرہ۔

مکروہ و حرام: مکروہ و حرام ہے ان امور کی وصیت کرنا جو خلاف سنت ہیں یا شریعت میں حرام و ناجائز ہیں یا ایسے لوگوں کے لئے وصیت کرنا جو معصیت خداوندی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ اس کے مال کو بھی اسی میں صرف کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے۔ مِنۡ

۱۔ جس شخص کے عزیز و اقرباء میں نوحہ کرنے کی عادت اور ناجائز رسوم کا رواج ہو اور اپنے مرنے کے بعد نوحہ وغیرہ کا گمان غالب ہو اس کے لئے ان امور کی ممانعت لازم اور ضروری ہے۔ ۲۔ لقوله عليه السلام في سوال جابر رضي الله عنه للوصية انك لن تنفق نفقة الا اجرت فيها الخ ۱۲۔

بَعۡدِ (۱) وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ارشاد فرما کرایسی وصیت کرنے کی ممانعت فرمادی ہے جس سے وارثوں کو ضرر پہنچے اور اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) ثلث سے زیادہ وصیت کر جائے گو یہ پوری نہ کی جائے گی لیکن گناہ ہوگا اور گناہ بے لذت۔

(۲) کسی شخص کی امانت کا یا قرض کا اقرار کرلے اور فی الحقیقت اس کے ذمہ واجب نہ ہو بلکہ وارثوں کے حصہ میں کمی اور نقصان کرنا منظور ہو۔

(۳) اپنا قرض جو دوسروں کے ذمہ واجب تھا اس کے وصول پانے کا جھوٹا اقرار کرے تاکہ وارث اس سے نہ لے سکیں۔

(۴) کوئی نہایت بیش قیمت چیز بلاضرورت صرف وارثوں کا نقصان کرنے کے لئے بہت کم قیمت میں کسی کے ہاتھ فروخت کردے یا کوئی ردی اور کم درجہ چیز بڑی بھاری قیمت میں خرید لے۔

(۵) ثلث مال کی وصیت کرے لیکن ثواب کی نیت اور کوئی ضرورت نہ ہو وارثوں کا حصہ کم کرنا منظور ہو۔

(۶) بلاقصور وارثان زندگی میں سب مال کا فیصلہ کرکے وارثوں کو محروم کر جائے۔ یہ سب تصرفات جائز و نافذ ہوں گے لیکن گنہگار اور عاصی ہو جائے گا بعض میں بہت زیادہ بعض میں کم۔

وصیت کس طرح پوری کی جائے اور کون سی کی جائے اور کون سی نہ کی جائے۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ کفن و دفن اور ادائے قرض وحقوق کے بعد جو مال باقی رہے اس کے ایک ثلث میں وصیت جاری ہوتی ہے۔ پس اگر میت نے چند وصیتیں کیں جو ثلث مال میں انجام نہیں پاسکتیں اور زیادہ خرچ کرنے کی وارثوں نے اجازت نہیں دی تو جو ضروری اور واجب امور کی وصیتیں ہیں ان کو پہلے پورا کیا جائے ان سے کچھ باقی رہے تو غیر ضروری وصیتیں بھی پوری کی جائیں۔ مثلاً اپنی نماز کا فدیہ دینے کی بھی وصیت کی ہے اور ایک کنواں بنوانے کی بھی وصیت کی

ا۔یعنی بطریق مذکورہ بالا میراث تقسیم کی جائے بعد وصیت پورا کرنے اور دین ادا کرنے کے۔ لیکن وصیت کرنے والے کو وارثوں کا ضرر رسان نہ ہونا چاہیے۔

ہے اور دونوں کام ثلث مال میں پورے نہیں ہو سکتے تو نمازوں کا فدیہ ادا کردیں اور چاہ بنوانا ملتوی رکھیں یا مثلاً اپنے قضا شدہ روزوں کے فدیہ کی بھی وصیت کی اور قربانی ادا کرنے کی بھی تو روزوں کا فدیہ ادا کردیں کیونکہ روزے زیادہ ضروری فرض ہیں قربانی کم درجہ ہے فرض نہیں واجب ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں میں ضروری وصیتوں کو مقدم رکھیں گو وصیت کرنے والے نے یہ ترتیب نہ رکھی تھی۔

اور اگر سب برابر درجہ کی وصیتیں ہیں زیادہ ضروری اور غیر ضروری ہونے کا فرق نہیں تو وصیت کرنے والے نے جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو پہلے پورا کیا جائے پھر کچھ مال باقی رہے تو دوسری کو پورا کریں ورنہ نہ کریں۔ مثلاً روزے کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت بھی کی اور نماز کا بھی یہ دونوں برابر ہیں (کیونکہ دونوں فرض ہیں) اس لئے جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو مقدم کریں یا حج وزکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی تھی اور دونوں پورے نہیں ہو سکتے تو جس کی وصیت پہلے کی ہو وہ ادا کیا جائے (بعض معتبر علماء کا قول ہے کہ حج وزکوٰۃ اگر دونوں ادا نہ ہوسکیں تو زکوٰۃ کو مقدم کر کے ادا کردینا چاہئے) یا مثلاً ایک ہزار روپیہ کی وصیت مسجد کے لئے کی تھی اور ایک ہزار کی مدرسہ کے لئے اور اب ثلث مال صرف ایک ہزار ہے تو جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو پورا کیا جائے۔ اب وصیت پورا کرنے کے متعلق مفید قواعد و مسائل ملاحظہ کیجئے۔

(۱) اگر حج کی وصیت کی ہے تو اس کے وطن سے مکہ معظمہ تک آمد و رفت اور سواری وغیرہ جملہ ضروریات کا خرچ دے کر کسی کو حج کے لئے بھیجا جائے اگر ثلث مال میں اس قدر خرچ پورا نہ ہو سکے تو جس جگہ سے ممکن ہو بھیجا جائے مثلاً بمبئی سے کسی کو بھیج دیں گے تو بیس پچیس روپیہ کی کیفیات رہے گی اور اگر بہت ہی کم مال ہو تو جدہ سے کسی کو مقرر کردیا جائے۔ لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اجرت دینا جائز نہیں۔

(۲) اگر زید کی اولاد کے لئے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی تو وہ روپیہ زید کی اولاد میں تقسیم کردیا جائے اور لڑکے اور لڑکیوں کو برابر حصہ دیا جائے۔ اور جب تک زید کے بیٹا بیٹی میں سے کوئی بھی موجود ہوگا پوتا پوتی اور نواسہ نواسی کو کچھ نہ ملے گا گو عرف میں ان کو بھی اولاد کہتے ہیں مگر اصل اولاد بیٹا بیٹی ہیں۔

(۳) اگر وصیت کی کہ پچاس روپیہ کی گندم فلاں شخص کو دے دینا یا فقیروں کو دے دینا تو اس کی جگہ نقد روپیہ دے دینا بھی جائز ہے۔

Marfat.com

(۴) علی ہذا القیاس اگر پچاس روپیہ نقد کی وصیت کی تو میت کے گھر سے پچاس روپیہ کا غلہ دے دینا بھی جائز ہے۔

(۵) اگر کسی جانور یا مکان وغیرہ کو فروخت کر کے قیمت کو صدقہ کرنے کی وصیت کی ہے تو اگر خود وہی چیز صاحبان وصیت کو دے دی جائے تو جائز ہے۔

(۶) اگر کسی کپڑے وغیرہ کو صدقہ کرنے کی وصیت کی تو وارثوں کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی قیمت صدقہ کر دیں اور اس کو رکھ لیں۔

(۷) اگر کہا کہ پانچ سو روپیہ دے کر حج کرا دینا اور صرف چار سو روپیہ میں حج ادا ہو گیا تو باقی روپیہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔

(۸) اگر حد سے زیادہ قیمتی کفن کی وصیت کی تو پوری نہ کی جائے بلکہ متوسط درجہ کا کفن دیا جائے (جس کا بیان گزر چکا ہے)

(۹) اگر کسی شخص نے ٹاٹ خرید کر رکھا اور وصیت کی کہ مجھ کو اس کا کفن دینا اور مجھ کو طوق و زنجیر سے جکڑ کر قبر میں دفن کرنا تو یہ وصیت پوری نہیں کی جائے گی بلکہ بقاعدہ مسنون کفن دفن کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر باوجود وسعت کے یہ وصیت کی کہ مجھ کو صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا یا صرف دو کپڑے کفن میں دینا تو اس وصیت کو پوری نہیں کریں گے بلکہ کفن مسنون دیں گے اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری نعش کو جانوروں کے کھانے کے لئے ڈال دینا یا آگ میں جلا دینا تو یہ حرام ہے ہرگز پوری نہ کی جائے۔

(۱۱) جب قرض اس قدر ہو کہ ادا ہونے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے تو ہر قسم کی وصیت بیکار اور باطل ہے اگر قرض خواہ اپنا قرض معاف کر دیں تو جو کچھ مال رہ جائے اس کے ثلث میں وصیت پوری کی جائے۔

فائدہ۔ اگرچہ قرآن مجید میں وصیت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور دین کا پیچھے لیکن اس ترتیب سے بقاعدہ لغت عرب یہ نہیں سمجھا جاتا کہ ان چیزوں کے ادا کرنے میں بھی یہی ترتیب ہو بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتلا دیا کہ دین مقدم ہے اور وصیت اس کے بعد قَالَ عَلِیٌّ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ بَدَأَ بِالدَّیْنِ قَبْلَ الْوَصِیَّۃِ. الفاظ قرآن میں ترغیب وتاکید کے لئے وصیت کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ اس کا پورا کرنا وارثوں پر بہت شاق گزرتا ہے اور خوف خداوندی۔ کے سوا

Marfat.com

کوئی تقاضا کرنے والا اور محرک بھی نہیں ہوتا۔ دین اور قرض کے لئے تو قرض خواہ ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے اور وصول کر لیتا ہے۔

(۱۲) اگر وصیت کی کہ مجھ کو میرے مکان ہی میں دفن کر دیا جائے تو یہ وصیت باطل اور نا قابل اعتبار ہے (ہاں اگر سب وارث اجازت دیں تو دفن کر دیا جائے)

(۱۳) اگر کوئی میت کہے کہ یہ مال فلاں شخص سے میں نے بطریق ناجائز وصول کیا تھا تم اس کو صدقہ کر دینا تو اگر اس مال کا اصل مالک زندہ ہے تو مال اسی کو دے دیں گے اور صدقہ نہ کریں گے۔ اور اگر وہ مالک اور اس کے وارث بھی موجود معلوم نہیں تو مال کو صدقہ کر دیا جائے۔

(۱۴) جب کوئی میت کہہ جائے کہ فلاں بزرگ میری نماز پڑھائیں اور فلاں جگہ دفن کیا جاؤں اور فلاں قسم کا کفن دیا جائے تو ان وصیتوں کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ اگر پورا کر دیں تو بہتر ہے بشرطیکہ کوئی وجہ شرعی مانع نہ ہو۔

(۱۵) اگر کہا کہ مجھ کو فلاں بزرگ کے مقبرے میں دفن کرنا اور وہاں تک لے جانے میں صرف زیادہ ہوتا ہے تو اگر سب وارث اس خرچ پر راضی ہوں تو وصیت پوری کی جائے ورنہ نہیں۔

(۱۶) اگر میت کہہ جائے کہ میرے بعد اس قدر طعام پکا کر حاضرین کو کھلانا تو یہ وصیت نامعتبر ہوگی اگر یوں کہا کہ فقراء و مساکین کو یا کہا کہ طالب علموں کو کھلانا تو جائز ہے۔

(۱۷) اگر وصیت کی کہ زید میرے مکان میں رہا کرے تو جائز و معتبر ہے مکان میں رہنے کا زید کو مدۃ العمر اختیار رہے گا لیکن مالک نہ ہوگا اور اگر وصیت کرنے والے نے اس مکان کے سوا کچھ مال ہی نہیں چھوڑا تو زید کو صرف ایک ثلث مکان میں رہنے کا حق حاصل ہوگا۔

(۱۸) اگر وصیت کی کہ فلاں شخص کو ایک گھوڑا یا فلاں قسم کا کپڑا یا برتن دیا جائے تو جس چیز کی وصیت کی ہے وہ متوسط درجہ کی میت کے مال میں سے دے دیں گے نہ بہت اعلیٰ قسم کی نہ کم درجہ۔ اور اگر وہ چیز میت کے مال و اسباب میں موجود نہیں تو اس کی قیمت دی جائے۔

(۱۹) اگر یوں کہا کہ میرے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا زید کو دے دینا یا میری اشرفیوں میں سے پانچ اشرفیاں زید کو دے دینا اور میت کے مال میں یہ چیزیں موجود نہیں ہیں تو وصیت بالکل باطل اور بیکار جائے گی۔

(۲۰) اگر اپنے مقروض سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم قرض سے بری ہو یہ بھی مثل وصیت سمجھا جائے گا اور ثلث مال سے معاف ہو سکے تو معاف ہوگا ورنہ وارثوں کی رضا پر موقوف

Marfat.com

رہے گا۔

(۲۱) اگر وصیت کی کہ میری کتابوں کو یا فلاں چیز کو دفن کر دینا تو یہ وصیت پوری نہ کی جائے البتہ اگر وہ کتابیں یا چیزیں ایسی ہوں جن کو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور نفع نہیں اٹھا سکتا یا ایسی لغو اور خلاف حق اور باطل مضمون کی کتابیں ہیں جن کے شائع ہونے میں بڑی خرابی ہے تو دفن کر دی جائیں۔

وصیت سے پھر جانے کا بیان

جب وصیت کر دی اور عام طور سے لوگوں کو معلوم ہوگئی یا گواہ موجود ہیں تو انکار کرنے سے وصیت باطل نہیں ہوگی اور یہ کہنا معتبر نہ ہوگا کہ میں نے وصیت نہیں کی۔ البتہ اگر کہے کہ میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اسے جاری کرانا نہیں چاہتا یا اس وصیت کو فسخ کرتا ہوں تو وصیت باطل ہو جائے گی گویا کی ہی نہیں تھی جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے اس کو اس طرح وصیت کو باطل کر دینے کا پورا اختیار ہے۔ اسی طرح اگر زندگی میں کوئی ایسا تصرف اور فعل کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی مثلاً ایک زمین کی کسی کے لئے وصیت کی تھی پھر اسی زمین میں اپنا مکان بنا لیا یا بکری کی وصیت کی تھی اور پھر اسی کو فروخت کر دیا یا کسی کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اسی کو قطع کر کے کپڑے بنوائے تو ان سب صورتوں میں سمجھا جائے گا کہ وصیت سے رجوع کیا اور پھر گیا۔

اگر کسی خاص زمین یا خاص مکان یا کپڑے یا جانور وغیرہ کی وصیت کی تھی اور پھر وہ کسی طرح اس کے قبضہ سے نکل گیا یا ضائع ہو گیا یا مر گیا تو وصیت باطل ہوگئی کیونکہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ موجود ہی نہ رہی۔

اگر حالت مرض میں وصیتیں کیں اور پھر صحت یاب ہو گیا تو یہ وصیتیں باطل نہ ہوں گی جب کبھی انتقال کرے گا اس کی موت کے بعد پوری کی جائیں گی اور اگر قید لگائی تھی کہ اگر مرض میں مر جاؤں تو فلاں فلاں کو اس قدر دینا تو یہ وصیت صحت یاب ہونے کے بعد باطل ہو جائے گی۔

وصی کا ذکر

وصیت کرنے والا میت جس شخص کو اپنی موت کے بعد تصرفات جاری کرنے کے لئے اپنا نائب اور وکیل مقرر کر دے اس کو وصی کہتے ہیں جس کو وصی بنایا تھا اگر اس نے زبان سے قبول کر لیا تب بھی اس پر لازم ہو گیا یا کوئی کام ایسا کیا جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے

Marfat.com

تب بھی وصی بن گیا۔ لیکن جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کردے البتہ اس کی موت کے بعد اختیار نہ رہے گا۔ اگر ایک شخص کو بعض امور کا وصی بنایا اور دیگر امور کا کچھ ذکر نہیں کیا اور نہ ان کے لئے کسی کو وصی بنایا ہے تو تمام امور کا وصی یہی شخص سمجھا جائے گا۔ اگر تمام امور میں دو شخصوں کو وصی بنایا ہے تو ان دونوں کو باہم مل کر کام کرنا چاہئے صرف ایک شخص اگر تصرفات کرے گا تو ناجائز ہوں گے۔ البتہ اگر تجہیز و تکفین کا انتظام اور میت کے اہل و عیال کی ضرورت کو ایک شخص بھی انجام دے دے تو جائز و معتبر ہوگا۔

وصی بننا اور پھر دیانت داری سے کام کرنا نہایت ہی دشوار اور سخت مشکل ہے لہذا اس سے حتی الوسع بچنا چاہئے اور ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے اور اگر بمقتضائے ضرورت و مصلحت کبھی اختیار کرے تو مواخذہ خداوندی اور عذاب آخرت سے ڈر کر پوری دیانت داری اور خیر خواہی سے کام کرنا چاہئے مال مفت سمجھ کر بیجا صرف کرنا اور بلا پس و پیش مالکانہ تصرف کرنا ہرگز نہ چاہئے۔ البتہ اگر اس کے انتظام میں اپنے فکر معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدر ضرورت اپنے اخراجات اور ضروریات کے لئے وصیت کرنے والے کے مال سے لے لینا جائز ہے جس کا ذکر کتب فقہ میں مفصل موجود ہے واللہ الموفق والمعین۔

Marfat.com

تیسرا باب
محروم ومحجوب وغیرہ کا بیان
فصل اول جو چیزیں میراث پانے سے محروم کردیتی ہیں

میت کا مال بوجہ ایک علاقہ اور تعلق اور رشتہ داری کے خدا تعالیٰ نے اس کے بعد موجودہ وارثوں کو عطا فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے تعلق نہ رہے اور ایک قسم کی جدائی اور علیحدگی اور نفرت ثابت ہو جائے تو اس وارث کو میراث نہ ملے گی وہ امور یہ ہیں۔ (۱) قتل مورث، (۲) اختلاف دین، (۳) غلامی، (۴) اختلاف ممالک وسلطنت۔ اب ان چار امور کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

قتل۔ اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً مار ڈالا تو یہ وارث میراث سے بالکل محروم رہے گا۔ خواہ کسی کاٹنے والی دھاردار چیز سے قتل کیا ہو (مثلاً تلوار۔ چھرا۔ کرچ۔ سنگین۔ بانس کی تیز کھپانچ وغیرہ) یا کسی بڑی موٹی بھاری زوردار چیز سے مارا ہو جس کے مارنے سے عموماً آدمی مرجاتے ہیں (جیسے موٹا لٹھ۔ بندوق۔ پتھر وغیرہ) یا کسی چھوٹی چیز کے مارنے سے مرجائے جس سے عموماً لوگ مر نہیں جاتے۔ (مثلاً پتلی چھڑی چھوٹا پتھر۔ قمچی۔ طپانچہ وغیرہ) اور خواہ یہ قتل عمداً واقع ہوا ہو یعنی قتل کرنے کے قصد ہی سے مارا ہو یا خطاءً ایسا ہو گیا یعنی غلطی سے مارا گیا۔ مثلاً ہرن کو گولی یا تیر مارتا تھا نشانہ خطا کر گیا اور مورث پر جالگا۔ یا بندوق درست کر رہا تھا بلاقصد چل گئی اور مورث کو گولی لگ گئی یا کوئی چاقو یا بڑی چیز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر مورث پر جاپڑی وہ اس کے صدمہ سے مر گیا۔

اگر نابالغ یا مجنوں نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ نابالغ اور مجنوں کے اکثر افعال شرعاً مستوجب سزا وجزا نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر ظلماً نہیں مارا بلکہ مورث ناحق اس پر حملہ کرتا تھا اس نے اپنے بچانے کے لئے اس پر وار کیا اور وہ مورث مر گیا تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہوگا۔ یا مورث پر سزا میں کسی درجہ سے شرعاً قتل واجب ہوا اور بادشاہ یا قاضی کے حکم سے وارث نے قتل کر دیا تو بھی میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ ان سب صورتوں میں قتل ظلماً

۱۔ یہاں عمد وشبہ عمد کے حکم میں چونکہ فرق نہیں لہذا تفصیل غیر ضروری ہے (خصوصاً للعوام وترکت بعض تفاصیل ہذہ المسئلۃ لئلا یحیر علیہ الناس من شر الوسواس الخناس ۱۲

Marfat.com

نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی اپنی رشتہ دار عورت کو زنا کی خطا پر مار ڈالا تو یہ مارنے والا وارث محروم نہ ہوگا بشرطیکہ یہ جرم گواہوں سے ثابت ہوگیا ہو۔

اختلاف دین: اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی آتش پرست ہو یا آریہ) تو اس کی میراث مسلمان کو نہیں ملے گی بلکہ اگر اس کے کافر وارث موجود ہوں تو ان کو دی جائے گی۔ اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال میں جمع کی جائے گی اور اگر مورث مسلمان ہے اور وارث کافر ہے تو اس کو بھی مورث کی میراث نہ ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہیں ان کو دی جائے مثلاً کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہوگیا اب اس کے انتقال پر باپ کو کچھ حصہ نہ ملے گا ہاں اگر اس بیٹے کی کوئی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو ان کو ترکہ دیا جائے اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہ ہو تو بیت المال وغیرہ میں صرف کیا جائے۔

اسلام کے سوا جس قدر مذہب اور فرقے ہیں ان کا مقدمہ اگر اسلامی عدالت میں آئے تو ان میں باہم میراث جاری کرائی جائے گی مثلاً بیٹا یہودی اور باپ نصرانی ہے تو ان میں باہم میراث جاری ہونے کا حکم دیا جاتا ہے یا شوہر ہندو برہمن ہے اور زوجہ عیسائی میم صاحبہ ہیں ان میں سے اگر ایک مر جائے تو دوسرے کو میراث پہنچنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ لیکن مسلمان کو ان فرقوں میں سے کسی کے مال میں سے بھی میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ مسلمان کے انتقال پر ان فرقوں میں سے کسی شخص کو کچھ حق مل سکتا ہے۔ مثلاً کسی ہندو کا بھائی مسلمان ہوگیا ہے اب اگر وہ مر جائے تو اس مسلمان کو ہرگز کچھ نہ پہنچے گا علی ہذالقیاس اگر کسی مسلمان نے میم صاحبہ سے نکاح پڑھوا لیا تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو میراث نہ ملے گی البتہ اگر مہر ادا نہ کیا ہو تو دلایا جائے گا اور اگر میم صاحبہ شوہر کی زندگی میں کوچ کر گئیں تو شوہر کو کچھ بھی نہ ملے گا۔

جو شخص مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے وہ بھی کافروں کی مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اس کے مارے جانے یا کافروں سے مل جانے کے بعد اگر اس کا مال اہل اسلام کے قبضہ میں ہو تو حالت اسلام میں حاصل کیا ہوا مال اس کے مسلمان وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے اور حالت ارتداد کی کمائی یعنی اسلام سے پھر جانے کے بعد جو کچھ کمایا ہے وہ بیت المال میں داخل کیا جائے۔ عورت اگر دین سے پھر جائے اور کافروں سے مل جائے یا قتل کی جائے تو اس کا مال مسلمان وارثوں کو پہنچے گا خواہ حالت اسلام میں وہ مال اس کو حاصل ہوا ہو یا مرتد ہونے کے بعد۔

مقلد وغیر مقلد: شافعی وحنفی مذہب وغیرہ میں باہم بلاشبہ و بلااختلاف میراث جاری ہوتی ہے۔یعنی اگر کوئی مقلد مرجائے تو اس کے غیر مقلد وارثوں کو بھی میراث پہنچے گی۔اسی طرح اگر کسی غیر مقلد کا انتقال ہوجائے تو مقلدون کو اس کی میراث حسب قاعدہ شریعت پہنچے گی علی ہذاالقیاس شافعی مذہب میت کے مال سے حنفی وارثوں کو حصہ وترکہ ملے گا اور حنفی میت کے ترکہ میں سے شافعی المذہب رشتہ دار حصہ پائیں گے۔

شیعہ وسنی میں اکثر علماء۔کے نزدیک میراث جاری[1] ہوتی ہے یعنی سنی میت کے شیعہ وارث میراث سے محروم نہ ہوں گے۔اسی طرح شیعہ کے ترکہ میں اہل سنت حسب قاعدہ حصہ اور میراث پائیں گے۔قادیانی جو ختم رسالت کے منکر ہیں ان کا حال مثل کافروں کے ہے۔

غلامی: غلام چونکہ شرعاً قابلیت مالک ہونے کی نہیں رکھتا اس کے قبضہ میں جو کچھ آتا ہے وہ اس کے مالک وآقا کی ملک ہوجاتا ہے لہذا اگر غلام کا کوئی رشتہ دار مرجائے تو اس کے مال میں سے غلام کو میراث نہ ملے گی بلکہ محروم رہے گا کیونکہ اگر اس کو حصہ دلایا جائے تو وہ ایک ایسے شخص کی ملک ہوجائے گا جو اس مال کا مستحق نہ تھا اور غلام کے انتقال پر اس کے وارثوں کو میراث اس لئے نہیں ملتی کہ غلام جب حالت غلامی میں مرتا ہے تو اس کا کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہ تھا۔جو کچھ اسباب و مال اس کے قبضہ میں ہے وہ زندگی میں بھی آقا اور مالک کا مملوک تھا اور غلام کے مرنے کے بعد بھی اسی کا مملوک رہا اب غلام کے وارثوں کو کہاں سے حصہ پہنچے اور کیسے میراث حاصل ہو۔

اختلاف ممالک ووطن: یعنی میت اور وارث کے ملک وولایت کا مختلف ہونا۔مسلمان کا وارث گو کتنی ہی بعید ولایت اور مختلف ملک میں رہتا ہوا پنے مورث کے مال سے محروم نہ رہے گا خواہ کتنا ہی بعد المشرقین ہو اور دونوں کی سکونت مختلف سلطنتوں میں ہو۔

البتہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں ان میں اگر میت اور وارث دو مختلف ملکوں میں رہتے ہوں اور ان سلطنتوں میں باہم صلح بھی نہ ہو تو دوسرے ملک کے رہنے والے میت کی میراث اس کے وارث

ا۔میراث المسلمین میں یہ مسئلہ دیکھ کر ایک صاحب بہت خفا ہوئے تھے پھر کسی کو اگر شک ہو تو درمختار وشامی وفتح القدیر کی وہ عبارتیں دیکھ لیں جو مولانا عبدالعلی بحرالعلومؒ نے مسلم الثبوت کی شرح میں نقل فرمائی ہیں یا شامی نے جو باب المرتد میں تحقیق وتفصیل فرمائی ہے ملاحظہ فرمالیں۔البتہ وہ شیعہ جو بالکل کفریہ عقائد رکھتا ہو تو اس کا حال مثل کافروں کے سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

کو نہ پہنچے گی اور مختلف ملکوں میں رہنا باعث محرومی میراث کا ہو جائے گا۔ فرض کرو کہ ہندوستان کی گورنمنٹ انگریزی اور روس کی گورنمنٹ میں صلح نہ رہے تو ہندوستان کا باشندہ شریعت اسلامی کے قاعدہ سے مملکت روس کے باشندے کی میراث اور ترکہ نہیں پا سکتا جیسا کہ بعض دوسرے مواقع پر بھی اس کتاب میں غیر ضروری امور کو محض تکمیل کتاب اور سرسری اطلاع کے لئے ذکر کر دیا گیا ہے اسی طرح پر میراث سے محروم ہونے کے سوم و چہارم سبب کو ذکر کیا گیا ورنہ غلامی تو آج کل (خصوصاً ہندوستان میں) بالکل ہی مفقود ہے۔ اور چوتھا سبب یعنی اختلاف ملک بھی کہیں نہیں پایا جاتا۔ تمام سلطنتوں میں باہم صلح ہے ایک حکومت کا سفیر دوسری جگہ رہتا ہے دوسرے بادشاہ کی رعایا کی حفاظت اپنی رعایا سے بھی زیادہ کی جاتی ہے باطنی مخالفت و قلبی عداوت کے ساتھ باضابطہ اور ظاہری صلح و آشتی نے بالکل تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَ قُلُوبُهُمْ شَتّٰى کا مصداق بنا دیا ہے اور سلطنتوں کا اختلاف اگر پایا بھی جائے تو اہل اسلام کے حق میں اس کا اعتبار نہیں صرف غیر مسلموں کے لئے ایسا اختلاف ممالک باعث محرومی میراث ہے لیکن ان کو آج کل نہ اسلامی قاعدے سے فیصلہ کرانے کی ضرورت ہے نہ مسئلہ پوچھنے کی۔

چار مذکورہ بالا سببوں کے علاوہ موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا بھی میراث سے محروم ہونے کا ایک سبب ہے یعنی یہ معلوم نہ ہونا کہ پہلے کون مرا ہے اور پیچھے کون مثلاً ایک جہاز میں بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ غرق ہو گئے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے یا مکان و دیوار گر کر چند آدمی مر گئے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے ایسی صورت میں ان لوگوں میں سے کوئی دوسرے کا وارث نہ ہو گا اور وقت موت کا معلوم نہ ہونا گویا محرومی میراث کا باعث ہو جائے گا یہاں یوں سمجھیں گے کہ گویا سب ایک ہی ساتھ مرے ہیں نہ یہ اس کا وارث ہو گا نہ وہ اس کا۔ ان کے بعد جو وارث موجود رہے ہیں ان کو میراث دی جائے گی۔

مثال: احمد علی اپنے بڑے بیٹے رحمت علی کو ہمراہ لے کر غازی آباد سے ریل میں سوار ہوا وطن میں دو چھوٹے بیٹے قدرت علی اور عظمت علی رہے اور دو پوتے یعنی رحمت علی کے بیٹے نصرت علی اور شوکت علی راستہ میں گاڑیاں لڑ گئیں اور احمد علی و رحمت علی باپ بیٹے دونوں مردہ پائے گئے۔ اب اگر یوں سمجھیں کہ احمد علی کا انتقال پہلے ہوا ہے رحمت علی اس کا بیٹا دو چار منٹ کے بعد مرا ہے تو احمد علی کی جائیداد تین حصوں پر تقسیم ہو کر تینوں بیٹوں کو ایک ایک حصہ پہنچ گیا اور چونکہ رحمت علی کا بھی فوراً ہی انتقال ہو گیا لہذا اس کا حصہ اس کے بیٹوں نصرت علی و شوکت علی کو پہنچ گیا لیکن ایسا نہیں

Marfat.com

سمجھتے اور اس طرح تقسیم نہیں کرتے بلکہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ احمد علی اور اس کا بیٹا رحمت علی ساتھ ہی مرے ہیں لہذا رحمت علی کی جائیداد دو حصہ ہو کر اس کے دونوں بیٹوں قدرت علی و عظمت علی کو مل جائے گی پوتے محروم رہیں گے۔ کیونکہ ان کے باپ رحمت علی کو کچھ حصہ ہی نہیں ملا جو بیٹوں تک پہنچتا بلکہ وہ گویا باپ کے ساتھ ہی مر گیا اور کچھ میراث نہ پائی۔ غرض اس صورت میں موت کا حال اور وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے رحمت علی میراث سے محروم رہا اور اسی وجہ سے اس کے بیٹے بھی محروم رہ گئے۔ معلوم نہیں فی الحقیقت وہ باپ سے پہلے مرا تھا یا پیچھے۔

چھٹا سبب: میراث سے محروم رہنے کا نبوت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ انبیاءؑ نہ اپنے کسی رشتہ دار سے میراث پا سکتے ہیں نہ ان کی میراث کسی کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ میراث کی حقیقت میں اس کا بیان گزر چکا ہے لیکن چونکہ ہماری ناچیز کتاب صرف عام مسلمان کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس چھٹے سبب کو مستقل اور خاص طور سے شمار کرنے کی ضرورت نہیں۔

کجا انبیاء اور کجا یہ کتاب یہ ادنیٰ رسالہ وہ عالی جناب

Marfat.com

فصل دوسری ان امور کا بیان جو باعث محرومی نہیں (۱)

صغرسنی۔ یعنی کم عمر ہونے سے میراث اور حصہ میں کچھ کمی نہیں آتی پس اگر ایک شخص کے ایک بیٹا نہایت قوی جوان پہلوان عالم فاضل عاقل ہو اور دوسرا تین روز کا شیر خوار (۲) مریض بچہ ہو۔ تو دونوں کو میراث میں برابر حصہ ملے گا بلکہ حمل کے لئے بھی حصہ محفوظ رکھا جانے کا حال آخر کتاب میں معلوم ہوگا۔

نکاح۔ ثانی کر لینے سے عورت اپنے شوہر کی میراث سے محروم نہیں ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہیں جیسے پہلا نکاح جائز مسنون و باعث ثواب ہے اسی طرح دوسرا ہے بلکہ پہلے نکاح سے بڑھ کر اس کا ثواب و فضیلت ہے پس جو لوگ نکاح ثانی کو عار اور جرم سمجھ کر اس کی وجہ سے عورتوں کو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں وہ نہایت سخت عذاب کے مستحق اور اعلیٰ درجہ کے گنہگار ہوتے ہیں بلکہ اصرار کرنے سے کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ یہ رواج محض ہندوستان وغیرہ کے کفار کا ہے جنہوں نے عورتوں کو نکاح ثانی سے باز رکھنے اور روکنے کے لئے یہ سخت سزا یعنی محرومی میراث تجویز کی تھی۔ ایسے افعال اور اعتقاد شنیعہ سے توبہ کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ عورت حسب قاعدہ شرعی یکے بعد دیگرے جس قدر دل چاہے نکاح کرے اپنے وفات یافتہ شوہروں کے مال میں سے علاوہ مہر کے میراث کی پوری مستحق و حق دار ہوگی۔

نافرمان یا بدکار ہونے سے کوئی شخص میراث سے محروم نہیں ہوسکتا اگر ایک بیٹے نے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور مطیع و فرمانبردار رہا اور دوسرا کبھی پاس نہ پھٹکا بلکہ رنج پہنچاتا رہا تو دونوں بیٹے برابر میراث کے مستحق ہوں گے اسی طرح اور کوئی رشتہ دار وارث جو ہمیشہ درپے آزار و مخالف رہا گو اس ایذاء رسانی کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن میراث سے محروم نہ ہوگا اگرچہ میت نے زبانی یا تحریری کارروائی سے اس کو عاق و محروم بھی کر دیا ہو تو بھی محروم نہ ہوگا اور نہ عاق کر دینے سے عاق ہوگا۔ ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ جو کچھ کسی کو دینا چاہتا ہے زندگی میں دے کر قبضہ کرا جائے اور سب مال کا فیصلہ کر جائے جب میت کے بعد مال ہی نہ ہوگا تو یہ وارث جو نافرمان اور ایذا رساں تھا خود ہی محروم ہو جائے گا۔ لیکن بلاوجہ وضرورت شرعی کسی وارث کو حق سے محروم رکھنا بڑا

۱۔ لیکن ناواقف ان کو محرومی کا سبب سمجھتے ہیں۔

۲۔ اتفقوا علی ان المیراث یجب لمن لم یبلغ سن الرجولیۃ ولو کان ابن ساعۃ ۱۲ فتح جلد ۲۱ صفحہ ۱۰۔

Marfat.com

گناہ اور معصیت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص (بلا وجہ شرعی) اپنے وارث کا حق قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا حق جنت سے قطع کر دیں گے (اس کا بیان باب اول کی فصل دوم میں یعنی میراث کی حقیقت کے آخر میں گزر چکا ہے)۔

فصل سوم حجب کا بیان

وارثوں کے حصوں کے بیان میں آپ پڑھیں گے کہ بعض رشتہ داروں کی موجودگی میں بعض وارثوں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور بعض کا حصہ بالکل مارا جاتا ہے مثلاً جب میت کی اولاد نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ میں سے ایک ثلث ملتا ہے اور اگر میت کی اولاد موجود ہو تو میت کی والدہ کو سدس یعنی صرف چھٹا ملے گا۔ اور میت کے بیٹے کی موجودگی میں بھائی بالکل محروم رہ جاتا ہے پس اسی طرح کسی وارث کے حصہ کو بالکل روک دینے یا کم کر دینے کو حجب کہتے ہیں۔ بعض وارث ایسے ہیں جن کی وجہ سے بعض عزیزوں کی میراث بالکل رک جاتی ہے یعنی وہ بالکل محروم ہو جاتے ہیں اس کو حجب حرمان کہتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے دوسروں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اس کو حجب نقصان کہتے ہیں پس جاننا چاہئے کہ

(۱) بیٹا اور بیٹی کبھی محروم نہیں ہو سکتے اور کسی دوسرے وارث کی وجہ سے ان کا حصہ کم نہیں ہو سکتا یہ امر دیگر ہے کہ خود بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد زیادہ ہو کر تقسیم ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو بہت کم حصہ پہنچے لیکن کسی دوسرے رشتہ دار کی یہ مجال نہیں کہ ان کے حصوں میں دخل انداز ہو سکے۔

(۲) ماں، باپ، زوجہ، شوہر ایسے وارث ہیں کہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کی میراث بالکل رک جائے ہاں کبھی کبھی ان کا حصہ میت کی اولاد وغیرہ کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

(جس کا بیان آگے آتا ہے اور وارثوں کے حصوں کے بیان میں مفصل مذکور ہو گا ملاحظہ ہو باب چہارم فصل ۱، ۴، ۵، ۶)

شبہ: قاعدہ اول۔ دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا بیٹی اور ماں باپ اور زوجہ و شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہو سکتے حالانکہ جب بیٹا مسلمان ہو اور باپ کافر ہو تو بیٹا میراث سے بالکل محروم رہ جاتا ہے اور بیٹا پہلے مر جائے تو باپ محروم رہتا ہے اسی طرح زوجہ یا شوہر میں سے ایک کافر ہو یا ایک وارث دوسرے کو قتل کر دے تو میراث سے محروم رہتے ہیں۔

Marfat.com

جواب: یہاں ان وارثوں کا ذکر ہو رہا ہے جن میں محرومی میراث کے مذکورہ بالا سببوں میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے۔ یہاں جو بعض جگہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی وجہ سے فلاں محروم رہے گا اس کا یہی مطلب ہے کہ دوسرے کی وجہ سے بالکل مجوب ہو جائے گا اور کچھ میراث نہ پائے گا یہاں وہ چار قسم کی محرومی مراد نہیں جو پہلے مذکور ہوئی۔ جو وارث ان سببوں کی وجہ سے محروم ہیں وہ تو گویا شرعاً موجود ہی نہیں ہیں ان کا وجود و عدم برابر ہے البتہ جو باپ بیٹا شوہر وغیرہ ایسے ہوں کہ محرومی میراث کے سبب ان میں نہ پائے جائیں وہ کبھی میراث سے خالی نہیں رہ سکتے اور جا بجا جو وارثوں کا ذکر اور احکام اس کتاب میں آتے ہیں سب جگہ وہی وارث مراد ہیں جو شرعاً بے اعتبار اور نا قابل میراث نہ ہوں اور اسباب محرومی سے پاک ہوں۔

(۳) دادی، نانی، ہر قسم کی بہنیں، پوتا، پڑپوتا، پوتی، پڑپوتی، دادا، پڑدادا، بھائی، بھتیجا، چچا، بھانجا، بھانجی، نواسہ، نواسی، نانا، ماموں، خالہ، پھوپی ایسے وارث ہیں کہ بعض صورتوں میں وارث ہوتے ہیں اور بعض دفعہ بوجہ موجودگی دوسروں کے بالکل لاوارث اور محروم ہو جاتے ہیں۔

حجب نقصان والوں کا بیان

یعنی جن کا حصہ دوسروں کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

(۱) میت کی ماں اور باپ کا حصہ تہائی حصہ سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے جبکہ میت کے بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی پڑپوتا۔ پڑپوتی کوئی موجود ہو۔

(۲) میت کی ماں تہائی سے چھٹے حصے کی طرف گر جاتی ہے جبکہ میت کے ایک سے زیادہ بہن بھائی موجود ہوں۔

(۳) میت کی ماں کا حصہ کم ہو جاتا ہے جبکہ زوجہ اور باپ دونوں زندہ ہوں۔ اسی طرح اگر میت کا باپ اور شوہر زندہ ہوں تب بھی ماں کا حصہ کم ہو جاتا ہے (دیکھو باب ۴ فصل ۶)

(۴) شوہر کا حصہ نصف کی جگہ ربع ہو جاتا ہے بوجہ زوجہ کی اولاد کے۔

(۵) زوجہ کا حق بجائے چوتھے حصہ کے آٹھواں رہ جاتا ہے بوجہ شوہر کی اولاد کے

(۶) پوتی کو بجائے نصف کے چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت کی ایک بیٹی موجود ہو۔

(۷) علاتی بہن کا حصہ نصف کی جگہ چھٹا رہ جاتا ہے جبکہ ایک بہن حقیقی موجود ہو۔

(۸) دادا کو بجائے تہائی کے صرف چھٹا ملے گا جبکہ میت کی اولاد موجود ہو (اور باپ نہ

Marfat.com

ہو) اور یہی حال پڑدادا کا سمجھو۔

حجب حرمان والوں کا بیان

یعنی جو وارث دوسروں کی وجہ سے بالکل محروم رہتے ہیں۔

(۱) اخیافی یعنی ماں کا شریک بھائی محروم ہو جاتا ہے میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی باپ دادا کے سامنے۔

(۲) پوتا پوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کے سامنے۔

(۳) پڑپوتا پڑپوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کی موجودگی میں بھی اور پوتے کی موجودگی میں بھی۔

(۴) پوتی محروم رہتی ہے جبکہ میت کی دو بیٹیاں موجود ہوں یا کوئی بیٹا ہو۔

(۵) دادیاں اور نانیاں سب محروم رہتی ہیں اگر میت کی ماں زندہ ہو۔

(۶) صرف دادیاں محروم رہتی ہیں باپ کے موجود ہونے کی وجہ سے۔

(۷) بھائی بہن ہر قسم کے محروم رہتے ہیں۔ اگر میت کے بیٹا پوتا یا باپ دادا کوئی زندہ ہو

(۸) علاتی بہن محروم رہتی ہے (بشرطیکہ عصبہ نہ ہوئی ہو جبکہ دو سگی بہنیں موجود ہوں یا ایک سگا بھائی موجود ہو۔ (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل دہم)

(۹) اخیافی بھائی بہن بالکل محروم ہو جاتے ہیں اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی یا باپ دادا کوئی موجود ہو۔

(۱۰) دادا اور پڑدادا محروم رہتے ہیں جبکہ باپ زندہ ہو۔

(۱۱) پڑدادا محروم رہتا ہے جب کہ دادا زندہ ہو۔

(۱۲) بھتیجا محروم رہتا ہے جبکہ میت کے باپ بھائی بیٹا پوتا کوئی موجود ہو۔

(۱۳) چچا محروم رہتا ہے اگر میت کے باپ دادا پڑدادا بیٹا پوتا بھائی بھتیجا کوئی موجود ہو۔

(۱۴) نواسا' نواسی' نانا' نانی' بھانجا' بھانجی' خالہ' ماموں' پھوپی وغیرہ جملہ ذوی الارحام محروم ہو جاتے ہیں بوقت موجود ہونے ذوی الفروض یا عصبات کے۔

(۱۵) نانا' نانی' بھانجا' بھانجی' خالہ' ماموں' پھوپھی وغیرہ ذوی الارحام محروم ہو جاتے ہیں نواسہ نواسی کی موجودگی میں۔

Marfat.com

(۱۶) بھانجا' بھانجی' خالہ' ماموں' پھوپی وغیرہ محروم ہو جاتے ہیں۔ نانا۔ نانی کی موجودگی میں۔

(۱۷) خالہ' ماموں' پھوپی وغیرہ محروم ہو جاتے ہیں جب بھانجا' بھانجی موجود ہوں۔

حاجب نقصان یعنی حصہ کم کرنے والوں کا بیان

بیٹا' پوتا' میت کے ماں باپ کا حصہ کم کر کے صرف چھٹا کر دیتا ہے شوہر کا بجائے نصف کے ربع کر دیتا ہے زوجہ کا ربع سے آٹھواں کر دیتا ہے۔

بیٹی' زوجہ کا حصہ چوتھے سے آٹھواں کر دیتی ہے۔ شوہر کا نصف سے ربع کر دیتی ہے پوتی کا بجائے نصف کے چھٹا کر دیتی ہے۔ باپ ماں کا حصہ بجائے ثلث کے چھٹا کر دیتی ہے۔

پوتی' پڑپوتی میت کی ماں کا حصہ تہائی سے چھٹا کر دیتی ہے زوجہ اور شوہر کا حصہ کم کر دیتی ہے جیسے بیٹا بیٹی کم کر دیتے تھے۔

باپ۔ اگر میت کی زوجہ یا شوہر موجود ہو تو ماں کو کل مال کا ثلث نہیں حاصل ہونے دیتا بلکہ زوجہ یا شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں ثلث دلواتا ہے۔

حقیقی بھائی: اگر دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ماں کے حصے کو تیسرے سے چھٹا کرا دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک بھائی ایک بہن ہو تو بھی چھٹا کرا دیتے ہیں۔

حقیقی بہن۔ علاتی بہن کو نصف سے گرا کر چھٹے حصہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اگر دو یا دو سے زیادہ ہمشیرہ ہوں تو ماں کو چھٹے حصہ پر پہنچا دیتی ہیں۔

واضح ہو کہ ذوی الفروض میں سے آٹھ وارث ایسے ہیں جو کسی کے حصہ کو کم نہیں کرتے اگرچہ بعض وارثوں کو بالکل محروم کر دیتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے حصہ کم کسی کا نہیں ہوتا۔ (۱) باپ (۲) دادا (۳) شوہر (۴) زوجہ (۵) دادی و نانی (۶) اخیافی بھائی (۷) اخیافی بہن (۸) والدہ۔

حاجب حرمان یعنی محروم کرنے والوں کا بیان۔

بیٹا۔ ہر قسم کے بھائی بہن کو محروم کر دیتا ہے۔ میت کی حقیقی بہن کو اور پوتے اور پوتی کو محروم کر دیتا ہے۔ چچا وغیرہ جملہ قسم کے عصبات کو محروم کر دیتا ہے۔

پوتا۔ یہ بھی انہیں کو محروم کرتا ہے جن کو بیٹا کرتا تھا مگر پوتی کو محروم نہیں کرتا۔

باپ۔ دادا اور دادی کو محروم کر دیتا ہے ہر قسم کے بھائی بہنوں کو محروم کرتا ہے۔

Marfat.com

دادا۔ ان سب کو محروم کر دیتا ہے جن کو باپ کرتا ہے سوائے دادی کے۔

ماں۔ ہر قسم کی نانیوں اور دادیوں کو محروم کرتی ہے۔

بیٹی۔ اخیافی بھائی بہن کو محروم کر دیتی ہے دو بیٹیاں ہوں تو پوتی کو بھی محروم کر دیتی ہیں (بشرطیکہ وہ عصبہ نہ ہوئی ہو)۔

حقیقی بہن۔ دو ہوں تو علاتی بہن کو محروم کر دیتی ہیں بشرطیکہ وہ عصبہ نہ ہوئی ہو۔

حقیقی بھائی۔ علاتی بھائیوں کو اور ہر قسم کے بھتیجوں کو اور چچا وغیرہ کو محروم کرتا ہے۔

علاتی بھائی۔ ہر قسم کے بھتیجوں کو اور چچا کو اور چچا کی اولاد کو محروم رکھتا ہے۔

یاد رکھو کہ ان چار وارثوں کی وجہ سے کوئی دوسرا وارث محروم نہیں ہوتا (۱)۔ شوہر (۲) زوجہ دادی نانی (۳) اخیافی بھائی (۴) اخیافی بہن

فرق۔ حجب کے بیان میں ہم نے جس جگہ لکھا ہے کہ فلاں محروم ہے اس سے محجوب بحجب الحرمان مراد ہے۔ یعنی دوسرے کی وجہ سے اس کی میراث اس قدر روکی گئی کہ اس کو ایک حبہ بھی نہ ملے گا۔ اگر یہ روکنے والا نہ ہوتا تو اس کو ضرور میراث پہنچتی۔ اور میراث سے محروم کرنے والی چیزوں میں جو محروم لکھا گیا ہے وہاں یہ مراد ہے کہ اس شخص میں میراث پانے کی قابلیت اور لیاقت ہی نہیں رہی۔ بس یہی فرق ہے محجوب و محروم میں کہ جو شخص بالکل محجوب ہو گیا ہے اس میں میراث کی قابلیت موجود ہے اگر یہ حاجب اٹھ جائے تو میراث مل جائے جیسے کسی آئینہ پر دیوار کے حائل ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کا نور نہیں پہنچ سکتا اگر دیوار کی آڑ نہ رہے اور دیوار ہٹ جائے تو آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑ کر اسی وقت چمک اٹھے۔ جو شخص محرومی میراث کے اسباب سے محروم ہوا ہے اس میں میراث لینے کی قابلیت ہی نہیں رہی جیسے سیاہ پتھر (یا سخت زنگ خوردہ آئینہ) گو آفتاب کے سامنے رکھا ہے مگر روشن نہیں ہوتا کیونکہ خود ناقابل ہے۔ اگرچہ کوئی حائل اور آڑ نہیں ہے۔

یہاں تک حجب کا ضروری بیان اور حاجب محجوب کا ذکر تمام ہو گیا اب چند مفید باتیں اسی بحث کے مناسب اور متعلق ذکر کی جاتی ہیں۔

فصل چہارم ان رشتہ داروں کا بیان جو شرعاً وارث نہیں ہیں۔

بعض ایسے بھی قرابت مند اور عزیز رشتہ دار ہیں جن کو ناواقف لوگ بوجہ تعلقات اور میل

Marfat.com

ملاپ کے وارث سمجھتے ہیں اور مسئلہ دریافت کرنے کے وقت میت کے وارثوں میں ان کو شمار کرایا کرتے ہیں اوران کا حصہ پوچھا کرتے ہیں لہذا دو چار قاعدے بیان کرکے اور ہر قاعدہ کے نیچے چند صورتیں لکھ کر ایسے وارثوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قاعدہ اول۔سوتیلے ماں باپ اور سوتیلی اولاد کو باہم میراث میں کچھ حق اور حصہ نہیں ہے لہذا۔

(۱) زوجہ کی اولاد جو کسی پہلے شوہر سے موجود ہو موجودہ شوہر (یعنی اپنے سوتیلے باپ) سے کچھ میراث نہیں پاسکتی۔

(۲) یہ باپ بھی اس سوتیلی اولاد کی میراث نہیں پاسکتا۔

(۳) شوہر کے بیٹے جو کسی دوسری زوجہ سے ہوں اپنے باپ کی زوجہ (یعنی اپنی سوتیلی ماں) کے مال سے کچھ حصہ نہیں پاسکتے۔

(۴) اس سوتیلی ماں کو بھی شوہر کی اولاد سے کچھ میراث نہیں ملے گی۔

تنبیہ: یہ جو بتلایا گیا ہے کہ سوتیلے ماں باپ اور سوتیلی اولاد کو میراث نہیں پہنچتی۔اس سے یہ مطلب ہے کہ سوتیلی اولاد کو اولاد ہونے کی وجہ سے کچھ میراث نہیں ملتی اگر کسی دوسرے علاقہ سے سوتیلے ماں باپ کی میراث مل جائے تو کچھ تعجب نہیں۔پس اگر کوئی لڑکا کسی شخص کا سوتیلا بیٹا بھی ہو اور بھتیجا بھی ہو تو اس کو اگر عصبہ ہونے کی وجہ سے میراث مل جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہیں۔اسی طرح اگر ان دونوں میں ایک دوسرے کا عصبہ بعید ہونے کی وجہ سے باہم میراث جاری ہو جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہیں۔علی ہذا القیاس سوتیلی ماں اگر خالہ بھی ہو تو اس علاقہ سے اس میں اور سوتیلی اولاد میں باہم میراث جاری ہوسکتی ہے۔

قاعدہ دوم۔شوہر کے جس قدر اقرباء ہیں ماں باپ بھائی بہن وغیرہ وہ سب زوجہ کے حق میں بالکل اجنبی اور غیر سمجھے جاتے ہیں۔نہ شوہر کے عزیزوں کی میراث زوجہ کو پہنچتی ہے نہ اس زوجہ کا مال شوہر کے عزیز لے سکتے ہیں اس لئے۔

(۱) کوئی عورت اپنے خسر اور خوش دامن (یعنی ساس) کے مال سے میراث نہیں پاسکتی اور نہ دیور اور نند (یعنی شوہر کے بھائی بہن) کے مال میں اس کا کچھ حق ہے۔

فائدہ۔اگر کسی عورت کا شوہر اپنے باپ کے سامنے مرگیا اور مہر ادا نہیں کیا اور کچھ مال نہیں چھوڑا تو یہ عورت اپنے خسر کی جائیداد و مال سے اپنا مہر وصول نہیں کرسکتی اور نہ اس پر مہر کا دعوی کر

سکتی ہے۔

(۲) علی ہذا القیاس یہ لوگ بھی اپنی بھاوج (یعنی بھائی کی زوجہ) کے مال سے حصہ نہیں پا سکتے نہ خسر اور خوش دامن اپنی بہو (یعنی بیٹے کی زوجہ) کے وارث ہو سکتے ہیں۔

قاعدہ سوم: زوجہ کے عزیز و اقرباء شوہر کے حق میں دربارۂ میراث بالکل غیر ہیں نہ زوجہ کے رشتہ دار اپنے داماد کی میراث لے سکتے ہیں نہ داماد ان لوگوں کا ترکہ لے سکتا ہے۔

(۱) داماد اپنے خسر اور خوش دامن اور سالوں اور سالیوں کی میراث نہیں پا سکتا۔

(۱) خسر اور خوش دامن اپنے داماد کی نسبت میراث میں بالکل غیر سمجھے جائیں گے۔ ان کو کچھ بھی نہ پہنچے گا اور نہ سالے اور سالیاں اپنے بہنوئی کے مال سے کچھ پا سکتے ہیں۔

تنبیہ۔ یہ جو عرض کیا گیا کہ شوہر کے ماں باپ رشتہ دار وغیرہ زوجہ کی میراث نہیں پائیں گے اور زوجہ کے اقرباء اپنے داماد کی میراث نہیں لے سکتے مدعا اس سے یہ ہے کہ خاص اس نکاح اور دامادی اور زوجیت کے علاقہ سے میراث نہیں پا سکتے۔ کسی دوسرے علاقہ سے میراث مل جائے تو ممکن ہے مثلاً کسی شخص کا خسر اس کا چچا بھی ہو تو اس داماد میں جو بھتیجا ہے اور اس خسر میں جو چچا ہے عصبہ اور چچا بھتیجا ہونے کی وجہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے علی ہذا القیاس اگر سالہ بہنوئی چچا زاد بھائی بھی ہوں تو اس علاقہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر خسر اور داماد میں ماموں بھانجے کا علاقہ ہو یا داماد اور خوش دامن میں خالہ بھانجے کا علاقہ یا پھوپی بھتیجا ہونے کا علاقہ ہو تو بوقت نہ ہونے دیگر ورثاء کے ایک کو دوسرے کی میراث مل سکتی ہے یا مثلاً کسی عورت کا خسر اس کا چچا بھی ہو یا خوش دامن اس کی خالہ و پھوپھی ہو تو میراث ملنے میں مضائقہ نہیں۔

حاصل یہ کہ اگر کسی دوسرے خاندانی علاقہ اور قرابت سے شوہر و زوجہ کے خاندان میں ایک کی میراث دوسرے کو پہنچ جائے تو اس کا انکار نہیں۔

بعض دفعہ ایک دوسری وجہ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں میں باہم میراث جاری ہوتی ہے مثلاً زید کی خواش دامن کے انتقال پر اس کی زوجہ کو بوجہ بیٹی ہونے کے والدہ کی میراث پہنچی اور پھر زوجہ مر گئی تو شوہر صاحب مالک ہو گئے اب ناواقف سمجھتے ہیں کہ زید صاحب خوشدامن کے وارث ہوئے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں کیونکہ وہ تو اپنی زوجہ کا وارث ہوا ہے۔

یا مسماۃ رقیہ کا شوہر عبدالعزیز اپنے باپ کے مر جانے کے بعد جائیداد کا مالک ہوا اور شوہر کے بعد زوجہ رقیہ کو قبضہ و تصرف حاصل ہوا تو شبہ ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے خسر کی میراث پہنچی

Marfat.com

حالانکہ واقع میں رقیہ کو اپنے شوہر کی میراث پہنچی ہے۔ اسی طرح اور بعض صورتوں میں کسی دوسرے کے ذریعہ سے میراث و مال پہنچ جاتا ہے علاقہ دامادی وخسر وغیرہ سے کبھی میراث نہیں ملتی۔

قاعدہ چہارم: جو مرد ہمارا وارث ہوسکتا ہے اور ہم اس کے ہوسکتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اس کی زوجہ بھی ہماری وارث ہو اور ہم اس کے ہوں۔ البتہ اگر کسی دوسرے علاقہ سے اس کی زوجہ میں اور ہم میں میراث جاری ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ خیال فرمایئے کہ:۔

(۱) بیٹا وارث ہے مگر اس کی زوجہ وارث نہیں نہ ہم اس کے وارث۔ ہاں اگر بیٹے کی زوجہ بھانجی یا بھتیجی وغیرہ بھی ہو اور اس علاقہ سے ہم میں اور اس میں بعض صورتوں میں میراث جاری ہو جائے تو انکار نہیں۔

(۲) باپ سے ہم کو میراث کا بہت بڑا علاقہ حاصل ہے لیکن اس کی زوجہ نہ ہماری وارث نہ ہم اس کے، ماں کو جو میراث ملتی ہے یا اس سے ہم کو پہنچتی ہے وہ والدہ ہونے کے علاقہ اور رشتہ سے پہنچتی ہے باپ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے نہیں پہنچتی۔ چنانچہ باپ کی دوسری عورتوں کے ساتھ ہم کو علاقہ میراث حاصل نہیں ہوتا۔ جو ماں ہوتی ہے اسی کے ساتھ میراث جاری ہوتی ہے حالانکہ باپ کی زوجہ ہونے میں سب برابر ہیں۔

(۳) دادا وارث ہے مگر اس کی زوجہ سے ہم کو علاقہ میراث نہیں۔ دادی سے جو ہم میراث لیتے ہیں یا اس کو ہماری میراث ملتی ہے وہ باپ کی والدہ ہونے کی وجہ سے ملتی ہے دیکھو دادا کی دوسری بیبیاں جو ہمارے باپ کی ماں نہ ہوں ہم سے بالکل بے علاقہ ہیں۔ ہم میں اور ان میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

(۴) نانا کی دوسری زوجہ جو ہماری ماں کی ماں نہ ہو نہ ہم کو میراث دے گی نہ لے گی حالانکہ نانا ہمارا وارث اور ہم اس کے وارث ہیں۔

(۵) پوتے اور دادا میں علاقہ میراث حاصل ہے مگر پوتے کی زوجہ سے دادا کو میراث کا کچھ بھی علاقہ نہیں (البتہ اگر پوتے کی زوجہ اسی دادا کی نواسی ہو تو علاقہ ہے)۔

(۶) نواسا ذوی الارحام وارثوں میں ہے۔ مگر اس کی زوجہ کا نانا کی میراث میں کچھ حق نہیں ہے نہ دیتی ہے نہ لیتی ہے (ہاں اگر نواسہ کی زوجہ پوتی بھی ہو تو حق ہے)

(۷) بھائی بہت بڑا عصبہ وارث ہے مگر بھائی کی زوجہ (بھاوج) سے ہم کو میراث کا کچھ

Marfat.com

تعلق نہیں نہ اسے ہماری میراث سے کچھ ملتا ہے نہ اس کی میراث سے ہم کو (البتہ کسی دوسرے علاقہ سے ہم میں اور اس میں میراث جاری ہوسکتی ہے مثلاً وہی بھاوج چچا کی بیٹی یا پھوپھی کی بیٹی بھی ہو یا ماموں کی یا خالہ کی بیٹی ہو تو اس دوسرے علاقہ سے بعض صورتوں میں میراث دے سکتی اور لے سکتی ہے (ملاحظہ کرو ذوی الارحام وعصبات درجہ چہارم نمبر ۳ و ذوی الارحام درجہ چہارم قسم دوم)

(۸) چچا ہمارا اور ہم اس کے عصبے اور وارث ہیں لیکن ان کی زوجہ یعنی چچی صاحبہ بالکل غیر ہیں نہ ہم سے میراث لیتی ہیں نہ دیتی ہیں (لیکن اگر خالہ بھی وہی ہو تو علاقہ میراث ہے)

(۹) ہم میں اور ماموں صاحب میں ذوی الارحام کا علاقہ اور میراث کا تعلق ہے لیکن ان کی زوجہ یعنی ممانی صاحبہ نہ ہم سے میراث لیتی ہیں نہ دیتی ہیں ہاں اگر ماموں کے نکاح میں پھوپھی صاحبہ ہوں تو پھوپی کے رشتہ سے ہم اور وہ ذوی الارحام اور وارث ہیں۔

قاعدہ پنجم: جو عورت آپ کی وارث ہوسکتی ہے اور آپ اس کے وارث ہوسکتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اس کا شوہر بھی آپ سے میراث لے اور آپ کو دے آپ کا وہ وارث ہو اور آپ اس کے۔

(۱) بیٹی اپنے باپ کی میراث لیتی ہے اور اپنی میراث باپ کو دیتی ہے لیکن اس کا شوہر یعنی داماد یہ علاقہ نہیں رکھتا (بشرطیکہ بھتیجا نہ ہو)

(۲) والدہ میں اور آپ میں بہت بڑا علاقہ میراث کا حاصل ہے لیکن اس کے ہر ایک شوہر سے تعلق میراث بیٹے کو حاصل نہیں بلکہ میراث لینا دینا اسی کے ساتھ ہوگا جو والدہ کا شوہر ہونے کے ساتھ اپنا والد بھی ہو۔ والدہ کے دوسرے شوہر جو سوتیلے باپ کہلاتے ہیں بالکل غیر سمجھے جاتے ہیں نہ زوجہ کے بیٹے کو میراث دیتے ہیں نہ اس کی میراث کے مستحق ہیں (البتہ اگر والدہ کا دوسرا شوہر چچا بھی ہو تو چچا ہونے کے علاقہ سے اس میں اور بھتیجوں میں میراث جاری ہو سکتی ہے)۔

(۳) دادی سے میراث دینے اور لینے کا علاقہ حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا ہر ایک شوہر اس علاقہ کا مستحق نہیں ہوسکتا یہ تعلق میراث دادی کے اسی شوہر سے ہوگا جو ان پوتا پوتی کے والد کا والد بھی ہو۔

(۴) نانی سے میراث دینے اور لینے کا رشتہ ہے لیکن نانی کا ہر ایک شوہر نواسہ نواسی سے

تعلق میراث نہیں رکھے گا۔ وراثت اسی کے ساتھ جاری ہوگی جو نانی کا شوہر ہونے کے ساتھ ماں کا باپ یا دادا بھی ہو۔

(۵) پوتی کے ساتھ علاقہ میراث ہے لیکن اس کے شوہر کے ساتھ نہیں (مگر جبکہ نواسہ بھی وہی ہو)۔

(٦) نواسی سے میراث کا تعلق ہے مگر اس کے شوہر سے بالکل نہیں (ہاں اگر پوتا بھی وہی ہو تو امر دیگر ہے)۔

(۷) بہن کے ساتھ علاقہ میراث سب کو معلوم ہے۔ لیکن اس کا شوہر یعنی بہنوئی دربارۂ میراث بالکل غیر سمجھا جائے گا (البتہ اگر اس سے کوئی دوسرا خاندانی علاقہ چچازاد وغیرہ ہونے کا حاصل ہو تو اجنبی اور غیر نہ سمجھا جائے گا)۔

(۸) پھوپی وارث ہے اور ہم اس کے وارث ہیں لیکن پھوپھا صاحب میراث کے معاملہ میں ہم سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے (ہاں اگر ماموں بھی وہی ہوں تو علاقہ حاصل ہے)۔

(۹) خالہ صاحبہ چوتھے درجہ کے ذوی الارحام میں داخل ہیں اور آپ ان کے درجہ سوم کے ذوی الارحام ہیں لیکن ان کا شوہر یعنی خالو بالکل غیر اور بے علاقہ سمجھا جاتا ہے نہ میراث دیتا ہے نہ لیتا ہے (البتہ اگر خالو بھی ہو اور چچا بھی تو مضائقہ نہیں)۔

قاعدہ ششم: جو شخص وارث نہ ہو وہ خدمت و پرورش اور غم خواری کرنے اور اپنا مال صرف کرنے سے وارث نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خدمت و احسان کی وجہ سے کسی وارث کا حصہ کچھ بڑھ سکتا ہے کیونکہ حقیقت میراث میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ میراث معاوضہ (۱) یا کسی مروت و احسان اور خدمت کا نہیں بلکہ جب انسان کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو جو سامان اس کو مستعار عطا ہوا تھا وہ دوسروں کو دلوایا جاتا ہے۔ البتہ اپنی خاص عنایت سے اتنی رعایت خدا تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ یہ مال واسباب ان لوگوں کو دلوایا ہے جو میت سے علاقہ اور نسبت رکھنے والے ہیں۔ اگر بلا تعلق و علاقہ عام مسلمانوں کو بھی دلوادیا جاتا تو مناسب نہیں کہہ سکتے تھے پس۔

(۱) جو شخص شرعاً کسی بچہ کا وارث نہیں اگر اس کو پرورش کرے تعلیم پر روپیہ صرف کرے اس کے نکاح وشادی میں مال لٹائے اب اگر وہی لڑکا بڑا ہو کر کچھ مال چھوڑ کر مر جائے تو یہ پرورش کرنے والا شخص بالکل محروم رہے گا اور دور دراز کے ایسے وارث آکر مال کے مستحق ہو جائیں گے جنہوں نے نہ کبھی اس لڑکے کی بات پوچھی نہ صورت دیکھی۔

Marfat.com

(۲) اگر کسی ایسے شخص نے جو وارث شرعی نہیں ہے کسی مفلس محتاج کی ہمیشہ اعانت وامداد کی اور ہر طرح اس کی ضروریات میں اپنا مال صرف کیا اور اس کے وارثوں اور عزیزوں نے کبھی خبر نہ لی تو اس کے انتقال کے بعد جو کچھ مال مکان واسباب وغیرہ ہوگا وہ اس کے بے مروت وارثوں اور عزیزوں ہی کا حق ہوگا۔ اس امداد واعانت کرنے والے کو اس کے مال میں سے کچھ بھی نہ ملے گا البتہ آخرت میں بہت بڑا ثواب اور درجہ حاصل ہوگا۔

(۳) اگر کسی بوڑھے ضعیف مالدار کی کسی غیر شخص نے بدل و جان خدمت کی اور طرح طرح کی تکلیف اس کی خدمت میں اٹھائی اور اس کی اولاد واقارب ہمیشہ دور دور رہے اور کبھی آ کر قدم بھی نہ رکھا تو مرنے کے بعد یہی لوگ وارث ہو جائیں گے یہ خادم قدیم صاحب ایک کوڑی بھی نہ پائیں گے۔

لہذا ایسے موقع میں مناسب یہ ہے کہ اپنے خادم و مددگار کے لیے کچھ وصیت کر جائے یا زندگی میں اس کو کچھ مال اسباب جائیداد دے کر اس کا قبضہ اور تصرف کرا دے تا کہ وہ اپنے حق الخدمت سے محروم اور بے نصیب نہ رہے۔

(۴) دو وارثوں میں سے ایک ہمیشہ دل وجان سے حاضر اور معین و مددگار رہا اور دوسرا کبھی پاس بھی نہ پھٹکا تو میراث میں کسی کی کچھ زیادتی کمی نہ ہوگی جو حصہ شریعت سے مقرر ہے وہی پہنچے گا مروت واحسان واعانت کرنے والے کا حصہ زیادہ نہ ہوگا۔ بے مروت کا حصہ کم نہ ہوگا (ایسی صورت میں اگر خدمت گزار وارث کو زندگی میں کچھ عطا کر دے تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے)

مسئلہ: اگر کسی ایسے عزیز وقریب نے جس کو میراث نہیں پہنچتی کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی وغیرہ تقریبات میں اپنا بہت سا مال صرف کیا اور اتفاق سے وہ لڑکا لڑکی اپنا بہت سا مال چھوڑ کر مر گئے (جوان کو اپنے والدین کی طرف سے پہنچا تھا) تو اب جو صاحب وارث شرعی ہیں مال انہیں کا حق ہوگا اس رشتہ دار کو نہ میراث مل سکتی ہے اور نہ اپنے خرچ کی مقدار اس کے مال سے وصول (۲)

ا_ یہی وجہ ہے کہ دیت ہمیشہ عاقلہ وعصبات پر ہوتی ہے اور میراث لے جاتے ہیں ذوی الفروض اور بعض مواقع میں عاقلہ بالکل محروم رہ جاتے ہیں **فافهموا ایها الطلاب** ۱۲

ا_ مگر ہاں ضروری خرچ وصول کر سکتا ہے مثلاً خسر کے مکان تک زوجہ اور شوہر کی آمد ورفت کا خرچ یا مہر اگر اس نے ادا کیا ہو (بشرطیکہ معمولی رواج سے زیادہ نہ ہو۔۱۲)۔

Marfat.com

کرسکتا ہے کیونکہ نہ نابالغ نے اپنی شادی کے خرچ کثیر کی اجازت دی تھی اور نہ اس کی اجازت معتبر ہے مثلاً (۱) ماموں اور چچا موجود تھے اور ماموں نے اپنا مال خرچ کیا تو میراث چچا کو ملے گی ماموں محروم ہوگا۔ یا بھائی (۲) اور بہنوئی موجود ہیں اور خرچ اٹھایا بہنوئی نے تو میراث بھائی لے گا بہنوئی محروم رہے گا۔

قاعدہ ہفتم: کسی شخص کو وارث کے مانند مان لینے اور بنا لینے سے وہ شرعاً وارث اور مستحق میراث نہیں ہو جائے گا۔

(۱) پس اگر کسی مرد یا عورت نے کسی لڑکے یا لڑکی کو منہ بولا بیٹا بیٹی یعنی متبنیٰ اور لے پالک (۳) بنا لیا تو یہ لڑکی لڑکا اس کا وارث نہ ہوگا اور شرعاً اس کی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ نہ متبنیٰ ہونے کی وجہ (۴) سے اس لڑکے یا لڑکی کو کچھ میراث ملے گی اور نہ متبنیٰ بنانے والوں کو ان کی میراث ملے گی اور میت کی اولاد کی وجہ سے جو زوجہ اور شوہر اور والدین کا حصہ کم ہو جایا کرتا ہے وہ اس متبنیٰ لڑکے اور لڑکی کی وجہ سے کم نہ ہوگا اور بیٹے یا بیٹی کی وجہ سے جو وارث محروم ہو جایا کرتے تھے وہ متبنیٰ پر کے سبب سے محروم نہ ہوں گے۔ غرض اولاد کے لئے جو حکم شرعاً ثابت ہیں ان میں سے کوئی بھی متبنیٰ صادق و ثابت نہ ہوگا۔ (۵) لہذا اگر اپنے متبنیٰ کو کچھ دینا منظور ہو تو صحت و حیات میں اس کو دے کر قبضہ دلا دے مگر وارثوں کو بالکل محروم نہ کرے یہ شرعاً جائز ہو جائے گا اور قانونی جھگڑے سے بچنے کے لئے داخل خارج وغیرہ عدالت کی کارروائی کامل کرا دے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا دینی بھائی یا دینی بہن بنا کر تمام معاملات اس کے

۱۔ ایسی مثال جس میں مال خرچ کرنے والا وارث ہے لیکن دوسرے کی وجہ سے محروم رہا۔ ۱۲۔ ۲۱ ناشر۔

۲۔ ایسی مثال جس میں مال خرچ کرنے والا بالکل وارث ہی نہیں یعنی بہنوئی۔ ۱۲۔

۳۔ سواء کان معروف النسب او مجهول النسب ۱۲۔

۴۔ اگر کسی دوسرے علاقہ عصبہ یا ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے مل جائے تو مضائقہ نہیں۔

۵۔ یہاں تک کہ متبنیٰ کی زوجہ سے متبنیٰ بنانے والے باپ کو نکاح جائز ہے اسی طرح متبنیٰ بنائی ہوئی بیٹی سے نکاح درست ہے۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا علاقہ حرمت کا موجود نہ ہو۔ ملاحظہ فرماؤ ہدایۃ المتقین صفحہ ۲۰ واللہ اعلم۔

Marfat.com

ساتھ مثل رشتہ داروں اور وارثوں کے کرے تو اس سے وہ رشتہ داری اور علاقہ ثابت نہ ہوگا اور اس رشتہ کی وجہ سے جو باہم میراث جاری ہوتی تھی وہ نہ ہوگی اور کوئی حکم وارث ہونے کا ثابت نہ ہو گا۔

فرق: وارثوں کی اقسام کے بیان میں یہ لکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے یا لڑکی کی نسبت یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا بیٹی ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ لڑکا لڑکی مستحق میراث ہوں گے۔ اس میں اور متبنیٰ میں یہ فرق ہے کہ وہاں یہ دعوی ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ شخص میری اولاد ہے اس لئے وہاں یہ شرط ہے کہ وہ لڑکا لڑکی مجهول النسب ہو اس کے باپ دادا وغیرہ کوئی معلوم ومشہور نہ ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ جس لڑکے لڑکی کی نسبت اقرار کرتا ہے اس کی اتنی عمر ہو کہ اس اقرار اور دعوی کرنے والی کی اولاد بن سکے۔ اگر تیس برس کا آدمی بیس برس کی عمر کے مجهول النسب لڑکے کو اپنا بیٹا کہے تو معتبر نہ ہوگا۔ اور متبنیٰ میں فی الحقیقت اولاد ہونے کا دعوی نہیں ہوتا بلکہ اس کو غیر کی اولاد تسلیم کر کے اپنی اولاد کے قائم مقام بنانا چاہتا ہے اس لئے متبنیٰ میں مجهول النسب ہونا شرط نہیں اور عمر کی قید نہیں اور اسی وجہ سے میراث نہیں ملتی۔ بالکل یہی فرق ہے کسی کو اپنا بھائی تسلیم کر لینے میں (جس کا ذکر وارثوں کی قسموں میں مقرلہ بالنسب علی الغیر کی مثال میں آیا تھا) اور کسی کو دینی بھائی بہن بنا لینے میں حقیقی قرابت کا اقرار نہیں ہوتا اسی وجہ سے میراث نہیں ملتی اور وہاں مقرلہ میں حقیقی قرابت کو تسلیم کرنا ہے اور مجهول النسب ہونا شرط ہے۔

قاعدہ ہشتم: زنا کی وجہ سے کوئی علاقہ اور تعلق میراث کا حاصل نہیں ہوتا لہذا

(۱) جو اولاد زنا سے پیدا ہوئی ہو وہ اپنے باپ کی وارث نہ ہوگی اور نہ یہ باپ (زانی) ان کا وارث ہو سکتا ہے نہ اس اولاد کی وجہ سے زانی کی زوجہ اور والدین کا حصہ کم ہو سکتا ہے۔ اور نہ ان کی وجہ سے کوئی محروم ہو سکتا ہے (لیکن اس اولاد کو ماں کی طرف سے میراث ملے گی اور ماں کو اس اولاد کی میراث پہنچے گی اور اس اولاد زنا کی وجہ سے زانیہ کے والدین اور شوہر کا حصہ کم ہو جائے گا) اس لئے باب چہارم کی فصل چہارم میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو ربع ترکہ ملتا ہے خواہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے یا زنا سے ہو۔

(۲) اگر کسی عورت کو گھر میں ڈال لیا اور تمام تعلقات مثل زن وشوہر کے باہم جاری رہے اور خاندان میں بھی وہ عورت اس کی زوجہ سمجھی جاتی رہی لیکن شرعی ضابطہ اور قاعدہ سے نکاح اور ایجاب وقبول نہیں کیا گیا تھا تو وہ عورت اس مرد کے ترکہ سے نہ کسی مہر کی مستحق ہوگی اور نہ اس کو کچھ

Marfat.com

میراث ملے گی اور اگر اولاد پیدا ہوئی ہو تو وہ بھی اولاد زنا سمجھی جائے گی۔ اور باپ کے ترکہ سے قطعاً محروم رہے گی۔

تنبیہ۔ بعض دفعہ پہلے شوہر سے قطع تعلق کر کے (بلا طلاق) نکاح کر لیا جاتا ہے اور پہلا شوہر بوجہ نفرت و بے رغبتی یا بوجہ مجبوری اس کے درپے اور مزاحم نہیں ہوتا اور کبھی طلاق دینے والے یا مرنے والے شوہر کی عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر دیا جاتا ہے یہ نکاح بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہیں ان صورتوں میں بھی عورت و مرد گنہگار اور زناکار ہوتے ہیں اور اولاد ان کی ولد الزنا سمجھی جاتی ہے ایسی عورتیں شوہر (۱) کی میراث اور مہر سے محروم رہتی ہیں اور ان کی اولاد بھی باپ کے ترکہ سے محروم رہتی ہے۔

☆☆☆

۱۔ فی الحقیقت وہ شوہر نہیں لیکن چونکہ [illegible] سمجھتے ہیں اس لئے شوہر لکھ دیا گیا۔ ۲۱

Marfat.com

چوتھا باب

ایک مقدمہ اور ذوی الفروض کی بارہ قسمیں

مقدمہ۔ وارثوں کا بیان اور ان کی قسمیں

عام طور سے جو وارث پائے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوئے ہیں اور اس زمانہ میں ہندوستان میں تو ان تین قسموں کے سوا کسی کا وجود ہی نہیں۔

وہ تین قسم کے وارث یہ ہیں

(۱) ذوی الفروض۔ یعنی وہ وارث جن کے حصہ اور میراث کی مقدار شریعت میں مقرر و معین فرما دی گئی ہے۔

(۲) عصبات نسبی۔ یعنی میت سے نسبی علاقہ رکھنے والے وہ لوگ جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے ان کو مل جائے اور اگر باقی نہ رہے تو محروم رہ جائیں۔

فائدہ۔ عصبات نسبی وہ ہیں جو نسب میں میت کے شریک ہوں اور نسب کا اعتبار شریعت اسلامی میں مرد (۱) کی طرف ہے لہذا عصبات نسبی وہی لوگ ہوں گے کہ ان میں اور میت میں بلا واسطہ عورت علاقہ موجود ہو اور خود بھی مرد ہوں پس چچا کا بیٹا عصبہ ہوگا۔ کیونکہ یہ میت کے باپ کے بھائی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ نہیں نواسہ اور بھانجا عصبہ نہ ہوں گے کیونکہ نواسہ تو میت کی بیٹی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ آ گیا اور بھانجا میت کی بہن کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ ظاہر موجود ہے۔ چچا کی بیٹی اور پھوپی صاحبہ عصبہ نہیں اس لئے کہ اگرچہ واسطہ عورت کا درمیان میں نہیں لیکن خود مرد نہیں اور یہاں عصبہ کے لئے مرد ہونا شرط ہے۔

(۳) ذوی الارحام۔ وہ وارث ہیں جن کا حصہ بھی شریعت میں مقرر نہ ہو اور عصبہ بھی نہ ہوں بلکہ میت میں اور ان میں عورت کے علاقہ اور وسیلے سے رشتہ اور قرابت ہو یا خود عورت ہوں۔

۱۔ چنانچہ اگر کسی شخص کی والدہ سید زادی ہو اور باپ شیخ ہو تو وہ شخص اپنے آپ کو سید کہنے اور حسنی حسینی لکھنے کا مجاز نہ ہوگا۔ البتہ ایک فضیلت اس کو والدہ کی طرف سے حاصل ہو جائے گی۔ ۲۱۔

Marfat.com

دیکھو۔ خالہ ذوی الارحام ہے کیونکہ ماں کی بہن ہے۔ ایسے ہی پھوپی بھی ذوی الارحام ہے کیونکہ خود مرد نہیں۔ اگرچہ واسطہ مرد کا ہے یعنی باپ کی بہن ہے۔ پوتی اگرچہ مرد نہیں لیکن اس کو ذوی الارحام نہ کہیں گے اس لئے کہ اس کا حصہ شریعت میں مقرر شدہ ہے جو بہن صرف ماں میں شریک ہے وہ خود بھی عورت ہے اور واسطہ بھی عورت کا ہے لیکن ذوی الارحام نہیں۔ اس لئے کہ یہ ذوی الفروض میں داخل ہے حصہ اس کا مقرر ہے۔ بھتیجی ذوی الارحام ہے مگر بھتیجا ذوی الارحام نہیں کیونکہ یہ میت کے بھائی کا بیٹا ہے نہ اس میں عورت کا علاقہ آیا نہ خود عورت ہے پھر بھلا ذوی الارحام کیسے ہوسکتا ہے بلکہ یہ تو عصبہ ہے۔

یہ تین قسم کے وارث جو بیان ہوئے ان میں نمبر اول کے وارث یعنی ذوی الفروض سب سے مقدم ہیں جب تک ان کا حصہ پورا نہ مل جائے قسم دوم وسوم یعنی عصبہ و ذوی الارحام کو کچھ نہیں مل سکتا۔

مثال۔ ایک عورت مسماۃ راشدہ کا انتقال ہوا اس نے تین ذوی الفروض چھوڑے یعنی شوہر بیٹی، والدہ، اور دو عصبے یعنی ایک بھائی اور چچا اور دو ذوی الارحام یعنی ایک خالہ ایک ماموں پس جب تک زوج اور بیٹی اور والدہ کو مقرر شدہ حصہ نہ مل جائے کسی اور وارث کو کچھ نہ پہنچے گا کیونکہ شوہر اور والدہ اور بیٹی ذوی الفروض ہیں[۱]۔

دوسرا درجہ قسم دوم کے وارثوں یعنی عصبات کو حاصل ہے۔ اگر ذوی الفروض کے حصے دے کر کچھ باقی رہ جائے تو عصبات کو وہ باقی ماندہ مال مل جاتا ہے۔ اور اگر ذوی الفروض میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو عصبات کو تمام ترکہ اور کل مال مل جائے گا۔ قسم سوم یعنی ذوی الارحام کو کچھ نہ ملے گا۔

پہلی مثال۔ رحمت علی کا انتقال ہوا تو اس نے زوجہ، دختر، والدہ اور ایک بھائی چھوڑا رحمت علی کا مال چوبیس سہام کر کے تین زوجہ کو دیئے گئے (آٹھواں حصہ) اور چار والدہ کو دیئے گئے۔ (یعنی چھٹا حصہ) اور بارہ سہام دختر کو دیئے گئے۔ (یعنی کل مال کا نصف) اب ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد چوبیس میں سے پانچ سہام باقی رہ گئے وہ رحمت علی کے بھائی عظمت علی کو

---

[۱] صورت اس مسئلہ کی یہ ہوگا۔ مسئلہ شوہر۔ والدہ۔ دختر۔ بھائی۔ چچا۔ ماموں۔ خالہ۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

۳ ۲ ۶ ۱ محروم محروم محروم

دے دیئے گئے کیونکہ یہ عصبہ ہے اور بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ عصبہ کا حق ہوتا ہے۔

دوسری مثال۔ ایک واقعہ رحیمن مریض ہوئی اس کی ایک ہمشیرہ ایک شوہر ایک چچا تیمار داری میں ایک ماہ تک مصروف رہے۔ اگر یہ اس حالت میں مر جاتی تو چچا صاحب محروم رہتے کیونکہ نصف ترکہ شوہر کو اور نصف ہمیشرہ کو پہنچتا۔ تقدیر خداوندی کے کرشمے دیکھو۔ شوہر طاعون میں مبتلا ہو کر تین ہی دن میں رخصت ہو گیا (اب اگر رحیمن کا انتقال ہوتا تو نصف میراث ہمشیرہ کو پہنچتی اور نصف چچا کو)۔ لیکن رحیمن کی ہمشیرہ طاعون سے ڈر کر اس مکان میں نہ رہ سکی بہن کو سخت بیمار چھوڑ کر اپنے مکان پر چلی گئی۔ چوروں کو خبر لگی کہ رحیمن کی ہمشیرہ بہت مال اسباب لے کر آئی ہے۔ شب کو نقب لگا کر سر پر آ کھڑے ہوئے اور دھمکی دی کہ مال بتلاؤ۔ اس غریب کے پاس کچھ بھی نہ تھا کیا بتلا دیتی۔ جب بار بار ڈرانے دھمکانے سے نہ بتلایا تو چھرا مار کر چلے گئے۔ صبح تک اس کا کام تمام ہو گیا۔ رحیمن تو عرصہ سے صبح شام کی مہمان تھی کچھ شوہر کے رنج اور بہن کی ناگہان موت نے نڈھال کر دیا۔ اگلے روز سب مال و متاع چھوڑ کر لحد کے گوشہ میں چھپ گئی۔ اب کوئی ذوی الفروض تو رہا ہی نہ تھا۔ چچا صاحب عصبہ تھے وہی تشریف لائے اور سب مال پر قبضہ کر کے مکان کو قفل لگا کر پورے مالک و وارث بن گئے۔

قاعدہ۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد اگر کچھ باقی رہ جائے تو عصبات کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اور عصبہ کوئی موجود نہ ہو تو جو کچھ باقی رہا ہے اس کو دوبارہ انہیں موجودہ ذوی الفروض پر اسی حساب سے تقسیم کر دیں جس حساب سے پہلے تقسیم ہوا تھا (اس کو رد کہتے ہیں چونکہ اس کا مستقل ذکر آئندہ ہوگا۔ اس لئے یہاں زیادہ تشریح اور مثال وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

تیسری قسم: اور تیسرے درجہ کے وارث ذوی الارحام ہیں۔ ان کو میراث اسی وقت مل سکتی ہے جبکہ نمبر اول و دوم کا کوئی وارث موجود نہ ہو یعنی جب میت کا کوئی ذوی الفروض وارث اور کوئی عصبہ موجود نہ ہو جب یہ مستحق ہوتے ہیں۔ لیکن اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو ذوی الارحام اس کی وجہ سے محروم نہ ہوں گے بلکہ زوجہ یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ ذوی الارحام لیں گے (اس سے زیادہ تشریح ذوی الارحام کے بیان کے ابتداء میں کر دی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں شروع باب ششم۔

تین قسم کے وارث ہیں جو عموماً آج کل نہیں پائے جاتے۔

Marfat.com

(۱/۴) مولی العتاقہ[1]۔ جو شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے وہ اس کا معتق (آزاد کرنے والا) اور مولی عتاقہ کہلاتا ہے۔ اگر یہ آزاد شدہ بردہ مر جائے اور اس کے ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ یا ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اور آزاد شدہ کے عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو اس کی میراث اس کے مولی عتاقہ یعنی آزاد کنندہ کو مل جائے گی۔ خواہ یہ آزاد کنندہ عورت ہو یا مرد اور اگر مولی عتاقہ خود موجود نہیں وہ اپنے آزاد کردہ کی زندگی ہی میں مر گیا ہے تو یہ میراث مولی عتاقہ کے عصبوں کو ملے گی کسی عورت کو ہرگز نہیں پہنچے گی۔

الحاصل مولی عتاقہ یا اس کے عصبات اگر موجود ہوں گے تو ذوی الارحام سے مقدم رہیں گے ذوی الارحام ان کے سامنے محروم ہوں گے۔

(۲/۵) مولی الموالاۃ۔ کوئی مجہول النسب شخص (مرد ہو یا عورت) جس کا نسب اور رشتہ کچھ معلوم نہ ہو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان[2] ہو کر یہ کہے کہ تم ہمارے مولی (یعنی سردار و کفیل کار) ہو۔ اگر میں آپ کے سامنے مر گیا تو آپ میرے ترکہ کے مستحق ہوں گے اور اگر میں کسی جگہ قصور کر کے آؤں تو تاوان بھی آپ کو دینا پڑے گا جب وہ دوسرا شخص اس کو قبول کر لے تو وہ مولی الموالات کہلاتا ہے۔ یہ مجہول النسب اس کی زندگی میں مر جائے تو اس کی میراث مولی الموالات کو پہنچے گی کیونکہ میت کا اور کوئی وارث تو کسی قسم کا ہے ہی نہیں۔ البتہ مجہول النسب مرنے والے کا

۱۔ اگر ابتداء سے شمار کریں تو چہارم نمبر ہے اور اگر ان تین وارثوں کو علیحدہ رکھیں تو نمبر اول ہے اس لئے نمبر ۴_۱ ڈال گئے۔۱۲۔

۲۔ اسی کے ہاتھ پر مسلمان ہونا شرط نہیں اگر مجہول النسب اس سے قبل بطور خود یا کسی کے ہاتھ پر ایمان لا چکا ہو اور پھر کسی دوسرے شخص سے ایسا قرار کر لے تو جائز و درست ہے چونکہ یہی دستور تھا کہ جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے اسی کو مولی بنا لیتے تھے اس لئے اسلام لانے کا ذکر کیا جاتا ہے جب تک مولی الموالاۃ نے کسی قسم کا تاوان اس کی طرف سے ادا نہیں کیا اس وقت تک مجہول النسب کو اس اقرار سے پھر جانا اور مولی الموالاۃ کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ جب مولی کوئی تاوان اس کی طرف سے بھر چکا اس وقت علیحدہ ہونا اور اقرار توڑنا جائز نہیں۔ اگر دو مجہول النسب شخص جانبین سے باہم ایسا اقرار کریں تو جانبین سے مولی الموالات ہو جائیں گے اور پہلے مرنے والے کی میراث دوسرے کو پہنچے گی۔۱۲

Marfat.com

شوہر یا اس کی زوجہ موجود ہو سکتی ہے اس کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ مولی الموالاۃ کو ملے گا۔

(۶/۳) مقرلہ بالنسب علی الغیر یعنی وہ آدمی جس کی نسبت میت نے اپنے وارثوں میں داخل ہونے اور اپنے نسب میں شریک ہونے کا اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس آدمی کا علاقہ نسب کسی دوسرے سے لگ جائے لیکن اصل نسب والے نے اس کا اقرار نہ کیا ہو اور نہ گواہ ہوں۔ البتہ میت اس کو اپنے وارثوں میں اور نسب میں آخری دم تک داخل مانتا رہا ہو۔ جو شخص اس قسم کے اقرار سے وارثوں میں داخل ہوا ہے اس کو اقرار کرنے والے میت کی میراث مل جائے گی بشرطیکہ مذکورہ بالا اقسام کے وارثوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔ جب پانچ اقسام کے وارثوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تب اس چھٹے نمبر کے وارث کا حق ثابت ہوتا ہے۔ البتہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو اور کوئی وارث کسی قسم کا بالکل نہ ہو تو شوہر یا زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ اس مقرلہ کو دیا جائے گا۔

مثال مقرلہ: زید ایک مجہول النسب لڑکے کی نسبت کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اور لڑکے کی عمر اس قابل ہے کہ اس کا بھائی ہو سکے یعنی زید کے باپ سے پندرہ بیس برس چھوٹا ہے۔ اب زید کے اس کو بھائی ماننے اور اپنے وارثوں میں داخل کرنے سے یہ لازم آیا کہ یہ لڑکا اس کے باپ کا بیٹا ہے لیکن زید کے باپ نے اس کی نسبت کبھی اقرار نہیں کیا۔ اور نہ گواہ ہیں کہ یہ لڑکا زید کے باپ کا بیٹا ہے ایسی صورت میں زید کا اقرار اپنے حق میں صحیح ہوگا اور یہ لڑکا مقرلہ کہلائے گا اور زید کے وارثوں میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن ذوی الفروض یا عصبہ نہ بن جائے گا بلکہ مقرلہ ہی رہے گا اور اگر کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو اس کو میراث پہنچے گی جیسا ابھی ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ مقرلہ زید کے باپ کا بیٹا نہیں بن جائے گا اور زید کے باپ سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ زید کو یہ اختیار نہیں کہ باپ وغیرہ کسی دوسرے شخص کے نسب میں کسی کو داخل کرے۔

تنبیہ۔ یہ وہ صورت بیان ہوئی ہے جس میں میت نے کسی کو اپنا وارث ایسی طرح بنایا کہ یہ شخص دوسرے کے نسب میں داخل ہوا جاتا تھا۔ لیکن اگر کوئی میت کسی شخص کی نسبت اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا میری بیٹی ہے اور اس لڑکا لڑکی کا کوئی نسب مشہور بھی نہیں بلکہ مجہول النسب ہے۔ اور عمر بھی اتنی زیادہ نہیں کہ اقرار کرنے والا اس کا باپ نہ ہو سکے تو یہ نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ بیٹا بیٹی حقیقی اولاد کی مانند عصبہ اور ذوی الفروض میں داخل ہو جائیں گے اور پوری طرح بلا

Marfat.com

تکلف میراث پائیں گے۔

مقرلہ کے ذکر پر وارثوں کی باقی تین قسموں کا بھی بیان ختم ہو گیا۔لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ان قسموں کا وجود اس زمانہ میں نہیں ہے۔اس جگہ صرف بیان کو کامل کرنے کے لئے ان کو ذکر کر دیا ہے۔ آئندہ (سوائے ایک نقشہ کے) ان سے بحث نہ ہوگی صرف مذکورہ سابقہ تین قسموں کا ذکر ہوگا (یعنی ذوالفروض' عصبہ' ذوی الارحام) اب ہم وارثوں کی قسموں کا ایک نمبروار نقشہ لکھتے ہیں جس میں جملہ قسموں کا مجملاً حال مع دلیل شرعی معلوم ہو جائے گا۔(ملاحظہ فرمائیں نقشہ نمبر اول)۔

بیت المال: حقیقت میراث میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا کے چندروزہ مسافر کا مال بوقت رخصت خداتعالیٰ نے اس کی تسلی کے لیے ایسے لوگوں کو دلوادیا ہے جو اس سے قرابت کا تعلق رکھتے ہوں جن کو وارثان شرعی کہتے ہیں لیکن اگر کسی میت کے فی الحقیقت کوئی وارث اقسام مذکورہ بالا میں سے موجود ہی نہ ہو یا کوئی ہو مگر کسی کو بھی معلوم نہ ہو تو اس مسافر کے پس ماندہ اسباب کے تمام مسلمان مستحق ہوں گے جو اسلامی تعلق میت سے رکھنے والے ہیں لیکن اگر تقسیم کیا جائے تو ایک ایک ذرہ بھی کسی کے حصہ میں نہ آئے لہذا شرعی حکم یہ مقرر ہوا کہ وہ مال بادشاہ اسلام کے خزانہ میں داخل کیا جائے جس کو بیت المال کہتے ہیں وہاں سے وہ ایسے مفید خلائق اور رفاع عام کے کاموں میں خرچ ہوگا جس سے بلاخصوصیت عام مسلمانوں کو نفع پہنچے۔مثلاً جہاد کے لئے فوج ولشکر تیار کرنا سرحدوں پر حفاظت کے لئے۔ چھاؤنیاں اور چوکیاں قائم کرنا' دریاؤں کے پل اور سڑکیں بنانا' مدارس ومہمان سرائے پر خرچ کرنا۔

آج کل ہندوستان میں چونکہ اسلامی خزانہ اور بیت المال نہیں ہے لہذا جب کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو میت کا ترکہ بجائے بیت المال کے فقراء پر صرف کر دیا جائے خواہ یہ فقراء مدارس کے طلبہ و مدرس ہوں یا خانقاہوں کے صوفی اور درویش یا مساجد کے امام و خادم لیکن یہ خیال رہے کہ کسی شخص کو اجرت میں نہ دیا جائے اور نہ کسی مالدار غنی شخص کو دیا جائے۔

تنبیہ: جب کوئی مسافر پردیس میں مر جائے تو اہل شہر اور محلہ والوں کو یہ جائز نہیں کہ اس کا مال بلاتکلف فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں بلکہ اول خط بھیج کر یا کسی دوسرے ذریعہ سے خوب تحقیق کر لیا جائے کہ کوئی بعید وقریب وارث موجود ہے یا نہیں اگر تحقیق سے کوئی وارث معلوم ہو جائے تو اس کو دیا جائے ورنہ جب یہ یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ کوئی وارث نہیں ہے اس وقت فقراء پر صرف

Marfat.com

نقشہ نمبر اول متعلقہ باب چہارم مکمل بر شش اقسام وارثان مع تفصیل دلیل شرعی جملہ اقسام

وارثان نمبر اقسام	اقسام وارثان	کس دلیل سے ثابت ہے نام وارث	نام دلیل	تفصیل دلیل	ترجمہ وتشریح وغیرہ
قسم اول جن کا حصہ شریعت میں مقرر و معین فرما دیا گیا ہے	ذوی الفروض	بیٹی	قرآن مجید	فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ.	بیٹیاں اگر (دو ہوں یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ میں سے دو ثلث ملتا ہے اور اگر ایک بیٹی ہو تو کل مال میں سے نصف
	ایضاً	پوتی	حدیث رسول و اجماع صحابہ و عامۃ الفقہاء	ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نصف بیٹی کو چھٹا حصہ پوتی کو باقی بہن کو دیا جائے (بخاری شریف) اور صحابہ وفقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب بیٹی نہ ہو تو پوتی تمام حالتوں میں اس کی قائم مقام ہے۔	
	ایضاً	ماں باپ	قرآن مجید	وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ اِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهُ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهُ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ	اگر میت کے اولاد موجود ہو تو اس کے ماں اور باپ کو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک ثلث (اور باقی باپ کو) اور اگر میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنیں ہوں تو بھی ماں کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔

Marfat.com

	ایضاً	دادا	اجماع امت	ابوبکر ابن عباس ابن زبیر فرماتے تھے کہ الجد اب یعنی جب باپ زندہ نہ ہو تو دادا بھی باپ ہی کے حکم میں ہے۔ اور باوجود یکہ صحابہ اس وقت بکثرت موجود تھے لیکن یہ نہیں سنا گیا کہ کسی نے اس بارہ میں ابوبکرؓ کا خلاف کیا ہو۔ (بخاری شریف)	
قسم اول جن کا حصہ شریعت میں مقرر و معین فرما دیا گیا ہے	ایضاً	شوہر	قرآن مجید	وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ	اگر تمہاری بی بیوں کے اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تم کو نصف ملے گا۔ اور اگر ان کے اولاد ہو تو تم کو ربع حصہ ملے گا۔
	ایضاً	زوجہ	قرآن مجید	وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ	جب تم لوگوں کے اولاد نہ ہو تو تمہاری بی بیوں کو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی ملے گا اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کو آٹھواں حصہ ملے گا
	ایضاً	اخیافی بھائی اخیافی بہن	قرآن مجید	وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ	اگر کسی مورث مرد یا عورت کے اولاد اور والدین نہ ہوں اور اس کے کوئی (اخیافی) بھائی یا بہن موجود ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر (اخیافی بھائی بہن) اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک رہیں گے۔
	ایضاً	ہمشیرہ حقیقی و علاتی	قرآن مجید	إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ	اگر ایسا شخص مر جائے والدین اور) اولاد نہ ہو تو اور اس کے ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو تو اس کو ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ اگر دو (یا دو سے زیادہ) ہوں تو سب کے لیے دو ثلث ہے۔

Marfat.com

قسم دوم	عصبات	بیٹا۔ بیٹی بیٹے کی اولاد باپ۔ دادا باپ کی اولاد دادا کی اولاد	قرآن مجید و حدیث رسول اللہ و اجماع امت	يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۝ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فهو لاولى رجل ذكره (بخاری و مسلم)	پہلی آیت میں بیٹا بیٹی کے عصبہ ہونے کی حالت کا بیان ہے۔ دوسری میں باپ کے عصبہ ہونے کا حال ہے۔ تیسری میں حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کا ذکر ہے بخاری و مسلم کی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ذوی الفروض کے حصے کے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ اس مرد کا حق ہے جو میت سے سب سے زیادہ قریب علاقہ اور قرابت رکھتا ہو۔
قسم سوم	مولی عتاقہ	خود عصبات	حدیث رسول اللہ ﷺ	آنحضرت ﷺ نے ایک آزاد کرنے والے کو فرمایا کہ اگر یہ تمہارا آزاد کردہ غلام مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو تم ہی اس کے عصبہ ہو جاؤ گے۔ اور فرمایا کہ آزاد کردہ کسی قوم کا انہیں میں داخل سمجھا جاتا ہے۔	
قسم چہارم	ذوی الارحام	میت کی اولاد میت کے اصول باپ کی الاد دادا۔ دادی۔ کی اولاد	قرآن مجید و آثار صحابہ و حدیث رسول ﷺ	لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ الخ (سورہ نساء) وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (سورہ انفال) الخال وارث من الاوارث له ابن اخت القوم منهم (بخاری)	پہلی آیت سے توریت ذوی الارحام ثابت ہے دوسری آیت عند الحنفیہ منسوخ ہے نہیں بلکہ میراث ذوی الارحام مراد ہے (تفسیر کبیر) اور رسول مقبول ﷺ نے ماموں کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ جس کا کوئی وارث نہ ہوا اس کا وارث ماموں ہے اور فرمایا ہے کہ بھانجا بھی اسی قوم میں شمار ہوتا ہے یہاں سے ذوی الارحام کی میراث ثابت ہوئی۔

Marfat.com

قسم پنجم	مولا الموالاۃ	خود	قرآن مجید و حدیث	وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاٰتُوْ هُمْ نَصِیْبَهُمْ قَالَ علیه السلام لتمیم الداری هو اخوک و مولاک فانت احق بمیحاه و مماته (ترمذی و دارمی وغیرہ)	اس آیت سے مولی الموالاۃ کی میراث ثابت ہے اور تمیم دارمی نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جو شخص میرے ہاتھ پر اسلام لا کر میرا مولیٰ موالات بن جائے اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ وہ تمہارا بھائی ہے اور مولا ہو گیا تم اس کی موت و حیات میں سب سے زیادہ مستحق ہوئے۔
قسم ششم	مقرلہ بالنسب	خود	قرآن مجید و قیاس	مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَا اَوْ دَیْنٍ ولان المرء یوخذ باقرارہ	ایسے شخص کی میراث فی الحقیقت وصیت کے حکم میں داخل ہے لہذا اس کا پورا کرنا ضروری ہوگا اور چونکہ اس کے سوا کوئی وارث نہیں اس لیے کل مال میں جاری ہوگی نیز جب میت نے اس کو رشتہ دار مان لیا۔ اس اقرار کی وجہ سے اپنا مال بطور میراث اس کو دینا پڑے گا۔

Marfat.com

کردیں۔
فائدہ۔ جب شرعی وارث کوئی موجود نہ ہو تو میراث اور مال کو بیت المال میں داخل کرنا واجب ہے چونکہ اس زمانہ میں بیت المال نہیں لہذا فقراء پر صرف کرنے کا حکم دیا جاتا ہے لیکن اگر میت کے بعض ایسے عزیز وقریب مفلس وغریب موجود ہوں جو شرعاً وارث نہیں ہیں تو عام فقراء سے وہ لوگ مقدم ہوں گے اور بموجب فتوئ علمائے قدیم بوجہ فقر واحتیاج اس بعید رشتہ دار میت کا مال وترکہ ان کو دلوا دیا جائے گا لیکن بقاعدہ میراث وحصہ شرعی نہیں بلکہ خاص رشتہ اور تعلق کی وجہ سے ان کو دیگر فقراء سے مقدم سمجھ کر۔ مثلاً رضاعی بہن یا سوتیلی اولاد یا آزاد شدہ غلام وغیرہ مفلس متعلقین موجود ہوں تو یہ عام فقراء سے مقدم ہو کر ترکہ اور مال میت کا لے سکتے ہیں (1)

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جن کا حصہ شریعت نے مقرر ومعین فرما دیا ہے تیرہ شخص ہیں۔
چار مرد اور نو عورتیں ہیں۔
(۱) باپ' (۲) دادا' (۳) اخیافی بھائی' (۴) شوہر' (۵) زوجہ' (۶) والدہ' (۷) بیٹی' (۸) پوتی' (۹) حقیقی بہن' (۱۰) علاتی بہن' (۱۱) اخیافی بہن' (۱۲) جدہ' (۱۳) یعنی دادی' (۱۴) نانی۔
یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرائض میں جس قدر رشتے بیان کئے جاتے ہیں وہ سب مرنے والے کے لحاظ سے بیان کئے جاتے ہیں مثلاً جب ہم لکھتے ہیں کہ باپ کو چھٹا حصہ اور زوجہ کو آٹھواں۔ تو یہاں مرنے والے کی زوجہ مراد ہے اسی کے اعتبار سے زوجہ لکھا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ باپ کی زوجہ کا یہ حصہ ہے کیونکہ اگر ہم کو باپ کی زوجہ کا حال لکھنا ہوتا تو میت کی والدہ یا ماں لکھتے زوجہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ غرض ہر جگہ خیال رہے کہ باپ' دادا' زوجہ' والدہ' ہمشیرہ' بیٹا وغیرہ جو کچھ کسی جگہ لکھا ہے وہاں میت کی ہمشیرہ زوجہ بیٹا وغیرہ مراد ہیں۔ اس میں اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔

(۱) یہ مضمون مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر اور اشباہ ونظائر اور ذخیرہ میں اور جامع الرموز میں موجود ہے اور احادیث میں اکبر خزاء اور معتق کو میراث دیا جانا اس کو مؤید ہے واللہ اعلم ۱۲۔

فصل اول۔ باپ کی میراث کا حال اور حصے

خوب یاد رکھو کہ باپ کا حق چھٹے حصے سے کم کبھی نہیں ہوتا۔ ہاں بعض دفعہ ترکہ میں سے تہائی حصہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ مل جاتا ہے اور اگر باپ کے سوا میت کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو کل مال باپ کو مل جاتا ہے۔ غرض باپ کے تین حال ہیں۔

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد چھوڑی ہو۔

مثال:

مسئلہ ۲۴ زید متوفی

زوجہ	والد	پسر
۳	۴	۱۷

(۲) اگر مرنے والے کے کوئی مذکر (یعنی نرینہ) اولاد کسی درجہ میں بھی نہ ہو بلکہ [1] بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو مرنے والے کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجود کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی دیا جاتا ہے۔

اس صورت میں باپ ذوی الفروض بھی رہا کیونکہ اس نے اپنا وہ مقررہ حصہ لیا جو شریعت نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے اور عصبہ بھی رہا کیونکہ اس نے باقی مال لے لیا اور عصبہ اسی کو کہتے ہیں جو ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا مستحق ہو۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اس نے پانچ وارث چھوڑے باپ' دادا' بیٹی' زوجہ' والدہ اس کے مال کا آٹھواں حصہ زوجہ کو' چھٹا والدہ کو' نصف بیٹی کو دیا گیا اور چھٹا حصہ حسب قاعدہ باپ کو دیا گیا۔ اب ذوی الفروض کے یہ سب حصے پورے مل جانے کے بعد جو کچھ باقی رہا وہ بھی باپ کو مل گیا یعنی کل مال کے چوبیس حصے کر کے تین سہام زوجہ کو چار والدہ کو اور بارہ بیٹی کو اور چار والد کو دیئے گئے ذوی الفروض کے کل حصے تیئس سہام میں پورے ہو گئے اب جو ایک باقی رہا وہ بھی باپ کو مل جائے گا۔ اس صورت میں باپ دو وجہ سے حصہ کا مستحق ہوا۔ چار سہام یعنی کل مال کا چھٹا حصہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے لیا اور ایک حصہ یعنی کل مال کا چوبیسواں حصہ عصبہ ہونے کے لحاظ سے

(۱) بیٹی کی اولاد کا اعتبار نہیں۔۱۲

Marfat.com

پایا۔غرض چوبیس میں سے پانچ حصے باپ کو وصول ہوئے اس طرح

مسئلہ ۲۴ زید متوفی (۱)

زوجہ	والدہ	دختر	والد	والد
آٹھواں	چھٹا	نصف	چھٹا	باقی
۳	۴	۱۲	۴	۱

تنبیہ: یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جب میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو تو وہاں باپ کو اپنے چھٹے حصے کے علاوہ ہمیشہ ایک ہی حصہ ملتا ہے بلکہ جو کچھ باقی رہے وہ دیا جاتا ہے زیادہ ہو یا کم ہو۔ مثلاً اسی صورت مذکورہ میں اگر میت کی ماں زندہ نہ ہوتی تو پھر بھی زوجہ کو تین سہام ملتے دختر کو بارہ۔ باپ کو چار اور باقی ماندہ پانچ بھی عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو حاصل ہوتے اس طرح

مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	پدر	پدر
۳	۱۲	۴	۵

(۳) اگر میت کی نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ بیٹے کی اولاد ہے نہ پوتے کی نہ پڑپوتے کی تو ذی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب باپ کو مل جائے گا اس صورت میں باپ کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔

نمبر دوم میں اور اس میں یہی فرق ہے کہ وہاں مقررہ حصہ چھٹا بھی ملتا تھا اور باقی ماندہ بھی ملتا تھا اور یہاں حصہ مقررہ کچھ نہیں صرف باقی ماندہ ملتا ہے۔ لیکن یہاں خدا کے فضل سے باقی ماندہ اس قدر رہتا ہے کہ نمبر دوم میں جو کچھ ملتا تھا اس سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

مثال۔ بکر کا انتقال ہوا اس نے چار وارث چھوڑے۔ ۱۔ زوجہ' ۲۔ نواسی' ۳۔ والدہ' ۴۔ باپ' نواسی چونکہ ذوی الارحام میں ہے اور ذوی الارحام کو جب ہی حصہ ملتا ہے کہ ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو اس لئے نواسی محروم رہی۔ زوجہ کو چوتھا حصہ دیا گیا اب جو کچھ باقی رہا اس میں سے ایک ثلث والدہ کو دیا۔ اب جو کچھ باقی رہا وہ باپ کا حق ہے یعنی کل مال کے چار حصے کر کے ایک زوجہ کو دیا۔ اس کو دینے کے بعد تین باقی رہے ان میں سے تہائی یعنی ایک سہم والدہ کو دے دیا باقی دو

۱۔ مختلف حصے دکھلانے کی غرض سے خلاف قاعدہ والد کا نام دو جگہ لکھا ۱۲

سہام والد کا حق ہیں۔

اس حالت نمبر تین میں باپ صرف عصبہ ہی عصبہ ہے ذوی الفروض نہیں اور حالت دوم میں عصبہ بھی تھا اور ذوی الفروض بھی۔ اور پہلی حالت میں صرف ذوی الفروض تھا عصبہ نہ تھا۔ باپ کی میراث کے جو تین حال ہم نے بیان کئے ان کے سوا چوتھا حال قیامت تک نہیں ہوسکتا۔

فصل دوم میت کے دادا کے حصے اور میراث کا بیان۔

یہ بات یاد رکھو کہ۔ اگر میت کا باپ زندہ ہوتا ہے تو دادا کو کچھ حصہ نہیں ملتا وہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے اس کی موجودگی میں دادا مستحق نہیں ہوسکتا۔ البتہ جب باپ موجود نہ ہو تو دادا کو بالکل اسی طرح وہی حصے ملتے ہیں جو باپ کو ملتے تھے جیسا کہ اب مفصل بیان ہوتا ہے۔ پس دادا کے بیان میں ہر جگہ یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب میت کا باپ زندہ نہ ہو تب دادا کو یہ حصے ملیں گے۔

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ مرنے والے کے کوئی بیٹا پوتا یا پڑپوتا یا پڑپوتے کی مذکر اولاد کسی درجہ میں موجود ہو۔

مثال: مسئلہ ۲۴

زوجہ	دادا	بیٹا

مسئلہ ۱۲

شوہر	دادا	پڑپوتا۔
۳	۲	۷

(۲) اگر مرنے والے کے کوئی مذکر اولاد کسی درجہ میں بھی موجود نہ ہو بلکہ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی مل جاتا ہے۔

مثال۔ سعیدہ نے انتقال کیا اور شوہر اور دادا اور بیٹی چھوڑے۔ کل ترکہ کا چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادا کو دیا جائے گا۔ یعنی بارہ سہام میں سے تین شوہر کو چھ بیٹی کو اور دو دادا صاحب کو دیئے اور کل گیارہ سہام میں ان وارثان ذوی الفروض کے حصے پورے ہوگئے اب ایک سہام جو

Marfat.com

باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونے کے دادا کو مل[1] گیا اس صورت میں دادا ذوی الفروض بھی ہوا عصبہ بھی رہا۔

(۳) جبکہ میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ پوتی ہے نہ پوتا نہ پڑپوتی نہ پڑپوتا۔ تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ سب دادا صاحب کو مل جائے گا۔

مثال: عمرو کا انتقال ہوا اس نے دادا زوجہ والدہ تین وارث چھوڑے چوتھا حصہ زوجہ کو دیا گیا اور کل مال کا تہائی حصہ والدہ کو دیا گیا۔ جو کچھ باقی رہا وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے دادا کا حق ہے یعنی کل ترکہ اول بارہ سہام پر تقسیم کر کے تین زوجہ کو دیئے گئے چار والدہ کو دیئے گئے اور باقی ماندہ پانچ سہام دادا نے پائے۔

اس صورت میں دادا صرف عصبہ ہے اور حالت نمبر اول میں صرف ذوی الفروض تھا اور حالت نمبر دوم میں ذوی الفروض بھی تھا اور عصبہ بھی۔

ان تینوں حالتوں میں باپ اور دادا کا حصہ بالکل یکساں ہے ایک بہت خفیف فرق ہے جس سے بعض صورتوں میں والدہ کے حصہ کی مقدار گھٹ کر باپ کے حصے کی مقدار بڑھ جاتی ہے لیکن حصہ کا نام اور تعداد پھر بھی وہی رہتی ہے۔ اور دادا میں یہ زیادتی کمی نہیں ہوتی

فرق۔ اگر میت نے صرف زوجہ اور والدین چھوڑے ہیں یا صرف شوہر اور والدین چھوڑے ہوں تو زوجہ اور شوہر کا حصہ دے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں سے ایک ثلث والدہ کو ملے گا اور باقی باپ کو اس صورت میں باپ کو باقی ماندہ ملا لیکن زیادہ ملا کیونکہ والدہ کا حصہ گھٹ گیا۔ اگر کل مال میں سے ثلث ملتا تو زیادہ ملتا اب شوہر کو دینے کے بعد باقی ماندہ میں سے ثلث والدہ کو ملا تو کم ملا لیکن باپ کا زوجہ اور والدہ اور دادا چھوڑے تو یہ نہ ہوگا کہ زوجہ یا شوہر کا

---

[1] مسئلہ ۱۲

شوہر	بیٹی	دادا	دادا
۳	۶	۲	۱

اگر باپ موجود ہوتا اس کو بھی یہی تین سہام ملتے مگر دادا محروم رہتا۔

حصہ بڑھ گیا۔ اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو یہ کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ حسب دستور والدہ کو کل مال کا ثلث دیا جائے گا۔ یعنی اگر کوئی میت صرف شوہر اور والدہ اور دادا چھوڑے یا کوئی میت صرف

Marfat.com

حصہ علیحدہ کر کے باقی مال میں سے ایک ثلث والدہ کو دین کل مال میں سے ثلث دیا جائے گا۔ مثالوں سے فرق ظاہر ہو جائے گا کہ جس جگہ باپ ہے وہاں والدہ کو باقی ماندہ کا ثلث دلایا گیا ہے اور جس جگہ دادا ہمراہ ہے وہاں کل مال کا ثلث والدہ کو دلایا گیا ہے۔

مثال اول:

	۴			۶	
زوجہ	والدہ	والد	۲شوہر	والدہ	والد
۱	۱	۲	۱	۱	۲
	۱۲			۶	
۳زوجہ	والدہ	دادا	۴شوہر	والدہ	دادا
۳	۴	۵	۳	۲	۱

(۴) چوتھا حال دادا کا یہ ہے جس کو ابتداء ہی میں بخوبی ظاہر کر دیا گیا تھا کہ جب باپ موجود ہوتا ہے تو دادا بالکل محروم [1] رہ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ پڑ دادا اور سکڑ دادا کے بھی یہی حصے ہیں اور یہی حال ہے جو دادا میں مذکور ہوا لیکن دادا کے سامنے پڑ دادا محروم ہوتا ہے اور پڑ دادا کے سامنے سکڑ دادا۔

فائدہ۔ شریعت اور لغت میں دادی کے باپ کو اور دادی کی ماں کے باپ اور دادا کو بھی جد یعنی دادا کہتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ ذوی الفروض میں داخل نہیں۔ ذوی الفروض وہی دادے ہیں جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اثر نہ کرے جیسے باپ کا باپ دادا کا باپ پڑ دادا کا باپ انہیں لوگوں کو جد صحیح کہتے ہیں اور انہیں کی میراث اور حصے کا حال اس جگہ بیان ہوا ہے۔ جن دادوں کے رشتے میں عورت کا واسطہ آ گیا ہے وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں اور ان کو جد فاسد کہتے ہیں ان کا بیان چھٹے باب کی دوسری فصل میں آئے گا۔

ا۔ مثال کیلئے دیکھو مسئلہ ۸

زوجہ	دختر	باپ	دادا
۱	۴	۳	محروم

فصل سوم اخیافی بھائی کی میراث کا بیان

وہ بھائی جو صرف ماں میں شریک ہے باپ دونوں کا جدا ہے اس کو اخیافی کہتے ہیں یہ ذوی الفروض میں داخل ہے عصبات میں شمار نہیں کیونکہ عصبہ نسبی وہی ہے جو باپ کی طرف سے علاقہ رکھتا ہو ایسے بھائی کو چھٹا حصہ ملتا ہے بشرطیکہ میت کے باپ دادا موجود نہ ہوں اور بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو۔ پس اس کے تین حال ہوئے۔

(۱) اگر صرف ایک بھائی ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ[1] پائے گا۔

(۱) مثال:

مسئلہ ۶

والدہ	برادر اخیافی	حقیقی بھائی
۱	۱	۴

(۲) اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا بھائی بہن ہوں تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ پہنچے گا۔ اگر دو ہوں جب بھی یہی اور اگر بالفرض سو ہوں تب بھی یہی ایک ثلث ہے اسی کو باہم برابر تقسیم کر لیں نہ تعداد کی کمی زیادتی کا فرق ہے نہ عورت مرد کا تفاوت بلکہ ہمیشہ برابر تقسیم ہو گا۔

یہ خصوصیت صرف اخیافی بھائی بہنوں کی ہے کہ مرد عورت کو برابر حصہ ملتا ہے ورنہ ان کے سوا ہر جگہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ کا قاعدہ جاری ہے۔

---

[1] اس مثال میں تسامح کے لیے دیکھیں ضمیمہ کا نمبر ۲ نمبر۔ ناشر۔

مثال اول

مسئلہ ۶

شوہر	دادی	دو اخیافی بھائی
نصف	چھٹا	ثلث
۳	۱	۲

Marfat.com

مثال ۲

۲۴ مسئلہ

زوجہ	دختر	دس اخیائی اخیافی	چچا
آٹھواں	نصف	ثلث	باقی
۳	۱۲	۸	۱

(۳) تیسرا حال یہ ہے کہ اگر میت کا بیٹا یا بیٹی پوتا، پوتی یا پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو اس قسم کے مثال ۲ یعنی مرد کو عورت سے دو چند ملتا ہے۔۲۱
بھائی بہن بالکل محروم رہتے ہیں۔ علی ھذا القیاس اگر میت کا باپ دادا۔ پڑدادا زندہ ہو تب بھی اخیافی بھائی بہن میراث کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

مثال اول:

مسئلہ ۴

زوجہ	والدہ	باپ	اخیافی
ربع	ثلث باقی	باقی	محروم
۱	۱	۲	۱

۲=

مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	دادا	اخیافی
نصف	ثلث	باقی	محروم
۳	۲	۱	

۳۔

مسئلہ ۶

والدہ	بیٹا	اخیافی
چھٹا	باقے	محروم
۱	۵	

Marfat.com

فصل چہارم شوہر کے حصوں اور میراث کا بیان

شوہر کی میراث کی دو حالتیں ہیں۔ان کے سوا تیسری نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی ایسی صورت ہے جس میں شوہر محروم (۱) ہو جائے۔میراث پانے کی دو حالتیں یہ ہیں۔

(۱) اگر زوجہ کا انتقال ہوا اور اس نے کوئی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، پڑپوتا۔ پڑپوتی نہیں چھوڑا تو شوہر کو زوجہ کے ترکہ (۲) کا نصف حصہ ملتا ہے۔

مثال ۱

مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	والد
نصف	ثلث باقی	باقے
۳	۱	۲

مثال ۲

شوہر	ہمشیرہ	چچا
نصف	نصف	محروم
۱	۱	

(۲) اگر زوجہ کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتی موجود ہو تو شوہر کو کل مال میں سے ربع یعنی چوتھائی پہنچے گا۔

۱۔ البتہ اگر ان چار اسباب محرومی میں سے کوئی سبب پایا جائے تو محروم ہوسکتا ہے لیکن یہاں ان سے بحث نہیں مطلب یہ ہے کہ جب وہ اسباب محرومی نہ پائے جائیں تو شوہر کی کوئی حالت ایسی نہیں جس میں میراث نہ پاتا ہو۔

۲۔ ہر جگہ وہی ترکہ مراد ہے جو بعد تجہیز و تکفین اور بعد ادائے قرض و وصیت کے باقی رہا ہو۔

Marfat.com

مثال۲:

مسئلہ ۱۲

شوہر	والدہ	بیٹا
چوتھا	چھٹا	باقی
۳	۲	۷

مثال۲

مسئلہ۴

شوہر	بیٹی	چچا
چوتھا	نصف	باقی
۱	۲	۱

مثال۳

۴مسئلہ

شوہر	پڑپوتا	باپ
چوتھا	باقی	چھٹا
۳	۷	۲

ضروری بات ۔ یہ جو بیان ہوا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو بلکہ جس وقت زوجہ کی اولاد موجود ہو گی شوہر کو چوتھا حصہ پہنچے گا خواہ (۱) وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا اس سے پہلے شوہر کی ہو یا دونوں شوہروں سے اولاد ہو۔

مثال اول ۔ نعیمہ کا انتقال ہوا تو اس کے موجودہ شوہر سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا موجود تھا۔ اس صورت میں شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا اور باقی بیٹا بیٹی کو یہ اولاد شوہر کی بھی ہے اور زوجہ کی بھی۔
مثال دوم: رشیدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا موجود تھا دوسرا نکاح کیا مگر اس شوہر سے کچھ

۱۔ یہاں تک کہ اگر عورت کے صرف زنا کی اولاد ہو تب بھی شوہر کو ربع ملے گا۔۲۱۔

Marfat.com

اولاد نہ ہوئی تو شوہر کو چوتھا ملے گا کیونکہ مرنے والے کی اولاد موجود ہے گو اس موجودہ شوہر سے نہیں بلکہ سابق شوہر سے ہے مثال سوم زاہدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے دوسرے شوہر سے بھی ایک لڑکا لڑکی پیدا ہوئے تو اب زاہدہ کے انتقال پر موجودہ شوہر کو چوتھا حصہ میراث کا ملے گا۔اس لئے کہ زاہدہ کے ہر قسم کی اولاد موجود ہے۔

مثال چہارم: عظیم خان کی پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہیں زبیدہ سے نکاح کرلیا وہ لاولد مرگئی تو زبیدہ کے ترکہ میں سے عظیم خان شوہر کو نصف حصہ ملے گا حالانکہ اولاد موجود ہے اس لئے کہ یہ اولاد زبیدہ کے بطن سے نہیں اور جب زوجہ کے اولاد نہیں ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے لہذا یہاں بھی وہی نصف ملے گا۔

ان سب مثالوں سے واضح ہو گیا کہ اولاد ہونے نہ ہونے میں مرنے والی عورت کا اعتبار ہے اگر اس کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی کوئی ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو گا تو شوہر کو نصف ترکہ مل جائے گا علیٰ ہذالقیاس۔اور جس جگہ کہتے ہیں کہ اگر اولاد ہو تو والدین کو چھٹا حصہ ملتا ہے اگر اولاد نہ ہو تو والدہ کو ایک ثلث ملتا ہے وہاں بھی میت کی اولاد کا اعتبار ہوتا ہے۔

دوشوہروں کا بیان۔ مسلمان عورت کے ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہر نہیں ہو سکتے لہذا جب مرے گی ایک ہی نکاح میں انتقال کرے گی وہی اس کا وارث ہو گا۔

لیکن اگر بالفرض کسی طرح دوشوہر ثابت ہو جائیں تو جو کچھ حصہ ایک شوہر کا مقرر ہے اسی کو باہم نصفا نصف تقسیم کرلیں یہ نہ ہو گا کہ ہر ایک کو پوری میراث علیحدہ علیحدہ دی جائے مثلاً دو شخصوں نے ایک عورت کے انتقال کے بعد دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ گزار دیئے کہ یہ میری زوجہ تھی اور گواہوں نے کوئی تاریخ اور وقت بیان نہیں کیا یا دو شخصوں کے گواہوں نے ایک ہی وقت و تاریخ بیان کیا تو یہ دونوں شخص شوہر سمجھے جائیں گے اور جو کچھ ایک شوہر کو حصہ دیا جاتا ہے اس کو باہم تقسیم کرلیں گے اگر گواہوں نے مختلف تاریخیں بیان کیں تو جس کا نکاح پہلے ہوا ہے وہی شوہر سمجھا جائے گا اور مستحق میراث ہو گا جس کے گواہ پیچھے کی تاریخ بیان کرتے ہیں وہ محروم رہے گا۔

ذوی الفروض مرد و عورت صرف چار تھے ان کا بیان ختم ہوا۔اب عورتوں کے ذوی الفروض کا حال لکھا جاتا ہے اور شوہر زوجہ کے حالات کو متصل و قریب رکھنے کے لئے عورتوں میں سب سے پہلے زوجہ کا حال بیان کیا جاتا ہے کیونکہ شوہر و زوجہ کے بعض حال بالکل یکساں ہیں اور بہت سی

باتوں میں ان دونوں کا ایک حکم ہے ورنہ سب سے پہلے والدہ کا حال بیان کرنا مناسب تھا اور ذوی الفروض عورتوں میں وہ سب سے مقدم ہونے کی مستحق تھی۔

فصل پنجم: زوجہ کی میراث کے حالات

جس طرح شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہوسکتا زوجہ بھی محروم نہیں رہ سکتی اور جیسے شوہر کی میراث کی دو حالتیں تھیں زوجہ کے بھی دو حال ہیں صرف حصوں کے کم وبیش ہونے کا فرق ہے۔

(۱) اگر شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی سکڑ وتا سکڑوتی موجود نہ ہوتو کل ترکہ(۱) میں سے زوجہ کو ربع (یعنی چوتھائی) دیا جاتا ہے۔

(۲) اگر شوہر کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا پڑپوتا پڑپوتی موجود ہوتو زوجہ کو صرف آٹھوں حصہ ترکہ میں سے ملتا ہے۔

شرح: یہ جو عرض کیا گیا کہ اگر شوہر کے اولاد (یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ) موجود ہوتو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اولاد اسی زوجہ سے ہو جو موجود ہے اور آٹھویں حصے کی مستحق ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ مرنے والے نے اولاد چھوڑی ہو خواہ وہ اولاد اسی عورت کے بطن سے ہو یا کسی پہلی زوجہ کے پیٹ سے یا دونوں قسم کی ہو یعنی اس زوجہ سے بھی ہو اور پہلی بیویوں سے بھی۔

مثال اول۔ مسعود کا انتقال ہوا اور اس کے پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہیں بالفعل جو زوجہ زندہ ہے اس سے کچھ بھی اولاد نہیں تو اس زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملے گا۔[۲]

۲۔ مسئلہ ۸

زوجہ سابقہ	تین پسرار	زوجہ
۰	۷	۱

مثال دوم: زید کے انتقال کے وقت دو زوجہ موجود ہیں پہلی سے کچھ اولاد نہیں دوسری سے ایک لڑکی ایک لڑکا ہے اس صورت میں ہر دو زوجہ کو میراث کا آٹھواں حصہ[۱] دیا جائے باہم اسی کو تقسیم کرلیں۔

(۱) یعنی تجہیز تکفین قرض وصیت کے بعد جو کچھ باقی رہے ۱۲۔

Marfat.com

مثال سوم: عزیز بیگ کے پہلی زوجہ سے ایک دختر اور دوسری زوجہ سے جو زندہ ہے دو پسر ہیں تو عزیز بیگ کے انتقال پر موجودہ زوجہ کو آٹھواں حصہ دیا[2] جائے گا۔

چار سے زیادہ زوجہ کوئی مسلمان ایک وقت میں نہیں رکھ سکتا لہذا کسی میت کے انتقال کے وقت چار سے زیادہ زوجہ وارث نہیں ہو سکتیں لیکن چار تک جس قدر زوجہ موجود ہوں گی وہ سب چوتھے یا آٹھویں حصے میں شریک رہیں گی خواہ ایک زوجہ ہو یا دو تین چار یہ نہ ہوگا کہ ہر زوجہ کو علیحدہ آٹھواں یا چہارم دلایا جائے۔

عدت گزرنے سے پہلے شوہر و زوجہ میں ایک قسم کا علاقہ باقی رہتا ہے اسی وجہ سے عورت دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اور اگر مرد کے پاس تین زوجہ موجود ہوں اور چوتھی عدت گزار رہی ہو تو جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے مرد کو پانچویں زوجہ سے نکاح حلال نہیں۔ غرض عدت میں عورت گویا اسی شوہر کی زوجہ سمجھی جاتی ہے۔ لہذا اگر طلاق رجعی یا طلاق بائنہ دینے کے بعد عدت گزرنے سے پہلے شوہر نے انتقال کیا تو زوجہ کو میراث میں سے حسب قواعد مذکورہ بالا ضرور چوتھائی یا آٹھواں حصہ ملے گا خواہ یہ طلاق مرض الموت میں دی ہو یا اس سے پہلے اور اگر عورت نے کچھ مال دے کر شوہر سے طلاق لی یعنی خلع کرلیا یا بلا معاوضہ شوہر سے طلاق بائنہ مانگ لی تو میراث کی مستحق نہ ہوگی خواہ عدت کے بعد شوہر نے انتقال کیا ہو یا عدت گزرنے سے پہلے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کے مرض الموت میں اس کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دے دی یا خلع منظور کرلیا تو شوہر میراث کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنے اختیار سے علاقہ زوجیت کو توڑا ہے (اسی قسم کا بیان اقرار مریض کے حال میں فصل سوم باب دوم میں گزر چکا ہے)

۱۔ مسئلہ ۱۶

زوجہ	زوجہ	دختر و پسر زوجہ ثانیہ
۱	۱	۱۴

۲۔ مسئلہ ۸

زوجہ	دختر زوجہ اول	دو پسر زوجہ ثانیہ
۱	۱	۱۴

Marfat.com

شوہر اور زوجہ کے حصوں کو پڑھ کر ناظرین معلوم کر لیں گے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے حصوں میں لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کی رعایت رکھی ہے یعنی مرد کو دو چند عورت کو اکہرا یعنی میت کی اولاد نہ ہونے کی حالت میں زوجہ کو ربع ملتا ہے اور شوہر کو اس سے دو چند یعنی کل ترکہ میں سے نصف اور اگر میت کے اولاد ہو تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اور شوہر کو اس حالت میں دو چند یعنی کل مال میں سے چوتھائی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ زوجہ کی اولاد موجود ہونے سے شوہر کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور شوہر کی اولاد سے زوجہ کے حصے میں خلل آتا ہے۔ اب صرف اس بات پر دوبارہ غور کر لینا چاہئے۔ کہ جس اولاد کی وجہ سے زوجہ اور شوہر کا حصہ کم ہو جاتا ہے وہ یہ اولاد ہے۔

بیٹا۔ پوتا۔ بیٹی۔ پوتی۔ پوتے کا بیٹا یا بیٹی (یعنی پڑپوتا۔ پڑپوتی)

پس اگر کسی میت کے بیٹی کی اولاد یعنی نواسا نواسی یا نواسی کی اولاد ہو یا پوتی کی اولاد ہو اس کی وجہ سے زوجہ اور شوہر کے حصوں میں کمی نہ آئے گی۔

فصل ششم: ماں کی میراث اور حصوں کا بیان

والدہ کو چھٹے حصے سے کبھی کم نہیں ملتا اور نہ کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کبھی محروم ہوتی ہے اور اس کے تین حال ہیں۔

حالت اول۔ اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر میت کے دو بھائی بہن موجود ہوں تب بھی والدہ کو صرف چھٹا حصہ ملے گا۔ یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہوں حقیقی یا علاتی یا اخیافی جب ایک سے زیادہ ہوں گے والدہ کو چھٹے حصہ سے زیادہ نہ مل سکے گا۔ خواہ صرف بھائی ہوں یا صرف بہنیں یا بھائی بہنیں دونوں ملے ہوئے ہوں۔

(۲) اگر مرد کا انتقال ہوا ہے اور اس کی زوجہ اور باپ دونوں موجود ہیں یا عورت کا انتقال ہوا ہے اور اس کے شوہر اور باپ دونوں موجود ہیں۔ تو شوہر یا زوجہ کا حصہ شرعی مقرر شدہ نکال لینے کے بعد جو مال باقی رہے اس میں سے ایک چوتھائی والدہ کا حصہ ہے۔

(۳) اگر مذکورۂ بالا وارثوں میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل مال میں سے تہائی ملے گا یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملنے کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں۔

(۱) میت کے بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی۔ کوئی نہ ہو۔

Marfat.com

(۲) میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے موجود نہ ہوں۔

(۳) میت کا شوہر اور باپ دونوں اکٹھے زندہ نہ ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک زندہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ علی ہذا القیاس میت اگر مرد ہے تو اس کی زوجہ اور باپ دونوں اکٹھے زندہ نہ ہوں اگر صرف زوجہ ہو یا صرف باپ ہو تو مضائقہ نہیں۔

فرق۔ دادا کے حال میں بتلا دیا گیا تھا کہ باپ جب شوہر یا زوجہ کے ساتھ ہوتا ہے تو میت کی والدہ کا حصہ کم کر دیتا ہے اور اگر بجائے باپ کے شوہر یا زوجہ کے ساتھ میت کا دادا ہو تو والدہ کا حصہ کم نہیں ہوتا۔

سوال: میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہر جگہ باپ کی رعایت کی گئی کسی جگہ ماں کا حصہ کم کر کے باپ کا حصہ بڑھایا گیا اور کسی جگہ ذوالفروض کے بعد باقی ماندہ مال باپ کو دلوا دیا گیا حالانکہ ماں جو کچھ محنت و مشقت بچے کی پیدائش اور پرورش وغیرہ میں اٹھاتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں نیز عورت خود مال نہیں حاصل کرتی اس لئے زیادہ محتاج ہے۔ پس اگر ماں کا حصہ باپ سے زیادہ نہیں مقرر کیا گیا تو ہر جگہ برابر ہونا تو مناسب تھا۔

جواب: والدہ کی تکلیف و محنت کا شریعت نے بخوبی لحاظ کیا۔ اور زندگی میں صلہ رحمی اور سلوک کا حق بیٹے کے ذمہ بہ نسبت باپ کے دو چند مقرر کر دیا بیٹے کے ذمہ لازم کیا کہ ماں کی خدمت اور صلہ رحمی اور سلوک باپ سے دو تین حصے زیادہ کیا کرے۔ گویا ماں کو ایک قسم کی ترجیح حاصل ہو گئی کیونکہ میراث صرف اسی بیٹے سے ملتی ہے جو مالدار[1] ہو اور ماں باپ کا ہم مذہب بھی ہو۔ اور خدمت ہر ایک بیٹے کے ذمہ لازم ہے ماں کی خدمت بھی دو چند ہوئی اور میراث میں بھی ہر جگہ حصہ لیا۔

☆☆☆

---

[1] اور ماں کے سامنے مر جائے ۱۲۔

Marfat.com

فصل ہفتم: بیٹی کے حصوں اور میراث کا بیان

بیٹی کبھی محروم نہیں ہوتی۔ اگر اس کا بھائی یعنی میت کا بیٹا ساتھ ہوتا ہے تو عصبہ بن جاتی ہے ورنہ ذوی الفروض رہتی ہے اس لئے اس کے تین حال ہیں۔

(۱) اگر صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو میت کے ترکہ میں سے اس کو نصف حصہ ملتا ہے (اور اگر اور کوئی وارث بالکل نہ ہو تو باقی نصف بھی اسی کو مل جاتا ہے اس کا ذکر رد کے بیان میں آئے گا)

(۲) اور اگر دو بیٹیاں ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان بیٹیوں کو ترکہ میں سے دوثلث پہنچے گا اس دوثلث کو باہم تقسیم کرلیں خواہ کتنی ہی بیٹیاں ہوں دوثلث میں شریک رہیں گی اور برابر تقسیم کرلیں گی۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا۔ اس نے زوجہ، باپ، دو بیٹیاں چھوڑیں آٹھواں حصہ زوجہ کو دو تہائی بیٹیوں کو باقی باپ کو ملے گا۔ دوثلث کو دونوں بیٹیاں باہم نصفا نصف کرلیں اور اگر بجائے دو کے چار یا پانچ یا آٹھ دس بیٹیاں ہوں تب بھی دوثلث (یعنی چوبیس میں سے سولہ) ان کو ملیں گے اسی کو تقسیم کرلیں۔ اس طرح۔

زوجہ	دختر	دختر	باپ
آٹھواں	دوثلث	دوثلث	باقی
۳	۸	۸	۵

زوجہ	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	باپ
آٹھواں	دوثلث	دوثلث	دوثلث	دوثلث	دوثلث	دوثلث	دوثلث	دوثلث	باقی
۳	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۵

(۳) اگر بیٹیوں کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ جس قدر بیٹے کو ملے گا اس سے نصف ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔ خواہ ایک بیٹی ہو یا دو چار ہوں۔ اس حالت میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہی بلکہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بالغیر ہو گئی ہیں۔

Marfat.com

شرح۔ اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور اس کے دو شوہروں سے اولاد موجود ہے تب بھی یہی حال ہے جو مذکور ہوا یعنی اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو ثلث ترکہ ان کو ملے گا اور اگر بیٹا بھی ساتھ ہو تو ہر ایک بیٹی کو بیٹے سے نصف ملے گا۔ خواہ یہ بیٹا پہلے شوہر سے ہو یا دوسرے سے اور یہ بیٹیاں بھی خواہ اول شوہر کی ہوں یا ثانی کی۔ اس سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ بوقت وفات میت کی کیا کیا اولاد موجود تھی علی ہذا القیاس اگر مرد کا انتقال ہو تو اس کی بیٹیوں میں یہ تفصیل و تمیز نہیں کریں گے کہ ایک ماں سے ہیں یا دو سے اور اگر ان کے ساتھ بیٹا ہو تو یہ نہ پوچھیں گے کہ وہ پہلی زوجہ سے ہے یا دوسری سے یہ نہ ہوگا کہ ایک زوجہ کی اولاد نصف مال پر قبضہ کر لے اور دوسرے کی اولاد نصف لے لیں بلکہ جتنی اولاد کی تعداد ہوگی اسی قدر حصے ملیں گے لیکن مرد کو دہرا اور عورت کو اکہرا دیا جائے گا پس اگر کسی کی ایک زوجہ سے صرف ایک لڑکی ہو اور دوسری سے پانچ بیٹے ہوں تو گیارہ حصے ہو کر ایک حصہ بیٹی کو پہنچے گا اور دو دو حصے پانچوں بیٹوں کو۔

فصل ہشتم: پوتی کے حصوں کا بیان

عرف میں بیٹے کی دختر کو پوتی کہتے ہیں لیکن یہاں خاص وہی مراد نہیں بلکہ پوتے اور پڑپوتے کی بیٹی کو بھی پوتی کہتے ہیں اور اگر بیٹے کی بیٹی موجود نہ ہو تو پوتے کی بیٹی کو حصے ملتے ہیں اور اگر پوتے کی بیٹی بھی نہ ہو تو پڑپوتے کی بیٹی انہیں حصوں کی مستحق ہوگی۔ پوتی کی میراث کی چھ صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن پڑپوتی وغیرہ کے حال کو بھی اسی کے تحت میں داخل کر کے دس گیارہ حالتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ میں سے نصف ملے گا جیسے بیٹی کو ملتا تھا گویا اس صورت میں بیٹی کے قائم مقام ہوگئی (اگر پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کا یہی حال ہوگا)

(۲) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو اور دو پوتیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو ان کو کل مال میں سے دو تہائی دیا جائے گا۔ اس صورت میں بھی یہ پوتیاں بیٹیوں کے قائم مقام ہیں اور جس طرح بیٹیاں دو ثلث کو باہم تقسیم کر لیتی تھیں اسی طرح یہ بھی کر لیں گی۔ خواہ دو پوتیاں ہوں یا زیادہ ہوں (اگر پوتی کوئی نہ ہو تو پڑپوتیوں کا یہی حال ہوگا)

(۳) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو

جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد باقی رہے اس کو یہ پوتا پوتی باہم تقسیم کرلیں (اس جگہ پڑپوتی قائم مقام پوتی کے نہیں ہوسکتی کیونکہ پوتے کے سامنے وہ محروم رہتی ہے)

(۴) (الف) اگر میت[1] کے بیٹا بیٹی نہ ہو اور کوئی پوتا بھی نہ ہو ایک یا کئی پوتیاں ہوں اور پڑپوتا ہو تب بھی ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کو یہ پوتیاں اور پڑپوتا باہم تقسیم کرلیں مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔ (اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی کوئی نہیں پڑپوتے اور پڑپوتیاں ہیں تب بھی ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو باہم تقسیم کرلیں۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ.

(ب ۴) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا موجود نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملے گا۔ خواہ ایک پوتی ہو یا دو چار ہوں۔

(ج ۴) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑ پوتا موجود نہ ہو اور پوتی بھی موجود نہ ہو بلکہ صرف ایک بیٹی اور پڑپوتی ہو تو پڑپوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ خواہ ایک ہو یا چند۔

(۵ الف) اگر میت کے بیٹا' پوتا' پڑپوتا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ ہوں تو پوتی بالکل محروم رہے گی۔

(ب ۵) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑ پوتا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو پڑپوتی بالکل محروم رہے گی۔

(ج ٦) اگر میت کے بیٹا موجود ہے تو پوتیاں پڑپوتیاں سکڑ پوتیاں سب محروم رہیں گی۔

(٦ ج)۔ اگر میت کے پوتی موجود ہے تو پڑپوتیاں سب محروم رہیں گی۔

شرح: پوتیوں کا جو حال بیان ہوا اس میں یہ ضروری نہیں کہ سب پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہوں یا سب پڑپوتیاں ایک پوتے سے ہوں بلکہ اگر مختلف بیٹوں کی بیٹیاں ہوں تو ان کے بھی وہی حصے ہیں۔ مثلاً ایک بیٹے کی صرف ایک بیٹی ہے اور دوسرے بیٹے کی پانچ ہیں تو اب اگر ان کو دو ثلث ملیں گے تو باہم اس کے چھ حصے کرکے ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا یہ نہیں ہوگا کہ جو بیٹی اپنے باپ کی تنہا ہے اس کو کچھ زیادہ حصہ دے دیں اسی طرح پوتوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہونے میں یہ ضرورت نہیں کہ وہ پوتی اور پوتے سب ایک شخص کی اولاد ہوں بلکہ اگر پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہیں اور ان کے ساتھ جو پوتا ہے وہ میت کے دوسرے بیٹے کا بیٹا ہے تو بھی عصبہ ہو

ا۔ وہذا ہی آخرہ تفصیل لمافی السراجیہ الا ان یکون بحذائھن او اسفل منھن غلام فیعصبھن وترکت زیادہ التفصیل لکونہا خارجۃ عن فہم عامۃ المسلمین ۔۱۲۔

جائیں گے۔ نیز پوتیوں کے محروم ہونے کے لیے یہ شرط نہیں کہ میت کا بیٹا جو موجود ہے وہ ان کا باپ ہو بلکہ اگر پوتیوں کا باپ مر گیا ہو اور دوسرا بیٹا موجود ہو جوان لڑکیوں کا باپ نہیں چچا ہے تب بھی محروم رہیں گی اب بھائی بہنوں کا حال شروع ہوتا ہے لہذا آئندہ آسانی اور سہولت کے لئے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بہن بھائی تین قسم کے ہو سکتے ہیں ایک عینی یعنی حقیقی بھائی بہن جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوتے ہیں اور سگے بھائی بہن کہلاتے ہیں۔ دوسرے علاتی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف باپ میں شریک ہوں ماں علیحدہ علیحدہ ہو۔ ان کو سوتیلے بھائی بہن کہتے ہیں تیسرے اخیافی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہوں باپ سب کا علیحدہ ہو ان کو بھی سوتیلے بھائی بہن کہا جاتا ہے۔ ان تین قسموں میں سے اخیافی بھائی کا ذکر تو اسی باب کے تیسری فصل میں گزر چکا ہے۔ علاتی اور حقیقی بھائی ذوی الفروض میں داخل نہیں ان کے حالات آئندہ باب میں عصبات میں مذکور ہوں گے یہاں صرف تینوں قسم کی بہنوں کے حصے اور میراث کا حال بیان کرنا منظور ہے۔ لیکن یہاں بھی ان تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی نسبت یہ یاد کر لینا چاہئے کہ اگر میت کے باپ دادا وغیرہ یا بیٹا یا پوتا پڑپوتا سکڑ دتا موجود ہو تو ہر قسم کے بھائی بہن میراث کے بالکل مستحق نہیں ہوتے چنانچہ ہر ایک کے مفصل حال میں یہ بات معلوم ہو جائے گی۔

فصل نہم حقیقی ہمشیرہ یعنی سگی بہن کے حالات

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی نہ ہو اور ایک ہمشیرہ ہو تو اس کو میت کے کل ترکہ میں سے نصف مال ملے گا۔

(۲) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی نہ ہو اور دو ہمشیرہ ہوں یا زیادہ ہوں تو ان سب کو ترکہ میں سے دو ثلث یعنی دو تہائی مال پہنچے گا اس کو باہم برابر تقسیم کر لیں

(۳) اگر میت کے بیٹی پوتی یا پڑپوتی یا سکڑ پوتی موجود ہو (خواہ ایک ہو یا زیادہ) تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی ہمشیرہ کو مل جائے گا۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اور ایک بیٹی ایک زوجہ ایک ہمشیرہ چھوڑی تو کل مال میں سے نصف بیٹی کو ملے گا آٹھواں حصہ زوجہ کو باقی ہمشیرہ کو۔ اسی طرح اگر بیٹی نہ ہو تو پوتی یا پڑپوتی ہو جب بھی ہمشیرہ کو باقی ماندہ ملے گا۔

۸۔	زوجہ	دختر	ہمشیرہ
	۱	۴	۳

۸۔

ہمشیرہ	پوتی	زوجہ
۳	۴	۱

روایت: حضرت ابوموسیٰ صحابی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوفہ کے حاکم اعلیٰ تھے اور سلمان بن ربیع (۱) قاضی تھے ایک شخص نے ان دونوں حضرات سے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹی ایک پوتی ایک بہن چھوڑی اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ نصف ترکہ بیٹی کا حق ہے اور نصف پوتی کا۔ ہمشیرہ محروم ہے۔ اور تم جا کر اس مسئلہ کو حضرت عبداللہ (۲) بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت کرنا وہ بھی ہمارے موافق جواب دیں گے۔ سائل نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اپنا سوال اور ان صاحبوں کا جواب بیان کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ فرماتے تھے کہ عبداللہ بن مسعود ہماری موافقت کریں گے۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ بھلا میں کیسے ان کی موافقت کرسکتا ہوں۔ اگر اس مسئلہ میں ان کی موافقت کروں تو گمراہ ہو جاؤں کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنا ہے میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ نصف بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو دیا جائے اور باقی ہمشیرہ کو (۳)۔ سائل نے واپس ہو کر حضرت ابوموسیٰ اور سلمانؓ سے ذکر کیا تو دونوں صاحبوں نے اس کو قبول فرمایا اور اپنے قول سے رجوع فرمایا اور فرمانے لگے کہ جب تک یہ متبحر عالم یہاں موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔

سبحان اللہ کیا شان تھی صحابہؓ کی کہ ابوموسیٰؓ نے باوجود فضل وکمال اور حکومت وریاست کے خود مسئلہ بتلا کر دوسرے صحابی کے پاس تحقیق وتوثیق کے لئے بھیج دیا اور جب وہاں سے خلاف امید لیکن بجا اور معقول مخالفت کی صدا آئی۔ تو کلمہ حق کو بدل وجان قبول فرما کر مخالفت کرنے والے

۱۔ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے ۱۲۔

۲۔ آپ بھی کوفہ کے حاکم رہ چکے تھے اس واقعہ سے بہت مدت پہلے حکومت سے علیحدہ ہو کر وہیں قیام کر لیا تھا۔

۳۔اس سے معلوم ہوا کہ بیٹی کی موجودگی میں ہمشیرہ محروم نہیں ہوتی بلکہ عصبہ ہوتی ہے جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ دیا جائے جیسا کہ ابھی ہمشیرہ حالت نمبر ۳ میں ہم نے بیان کیا ہے اور ایک بیٹی کے سامنے پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے چنانچہ فصل آٹھویں نمبر ۴ میں بیان ہوا تھا۔ ۱۲

ہم عصر کے علم کی تعریف اوران کی فضیلت کا اقرار فرمایا اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پہلے سے ان کو نہیں پہنچی تھی سن کر سر جھکا دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ہمشیرہ کے یہ تین حالات جو بیان ہوئے۔اس وقت ہیں کہ ان حقیقی بہنوں کے ساتھ کوئی بھائی حقیقی موجود نہ ہو۔پس

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی (ایک دو یا زیادہ) موجود ہو تو بہن ان کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کو یہ بھائی بہن باہم تقسیم کرلیں۔ ہر ایک بھائی کو دہرا بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔

مثال: انجیہ نے انتقال کیا۔ایک شوہر ایک والدہ ایک بیٹی ایک ہمشیرہ ایک بھائی چھوڑا کل مال میں سے اول ذوی الفروض کا حق دیا گیا شوہر کو چوتھا والدہ کو چھٹا بیٹی کو نصف اب جو کچھ باقی رہا وہ بھائی بہن اس طرح تقسیم کرلیں کہ مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

مثال ا

مسئلہ ۳۶

شوہر	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
چوتھا	چھٹا	نصف	باقی	باقی
۹	۶	۱۸	۱	۲

مثال ۲

مسئلہ ۹۶

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
اٹھواں	چھٹا	نصف	باقی	باقی	باقی
۱۲	۱۶	۴۸	۵	۵	۱۰

مثال ۳

مسئلہ ۲۴

والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۴	۸	۸	۱	۱	۲

Marfat.com

مثال ۴ مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	برادر	برادر
۳	۸	۸	۱	۲	۲

لیکن ہمشیرہ حقیقی عصبہ بن کر بھائی کی شریک اسی وقت ہوگی کہ وہ بھائی حقیقی ہو اگر وہ بھائی صرف باپ میں شریک ہے تو یہ ہمشیرہ حقیقی اس سے مقدم ہو کر بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ کو لے گی اور وہ محروم رہ جائے گا۔ (چنانچہ علاتی بھائی کے حال میں باب ۵ عصبہ درجہ سوم نمبر ۲ میں یہ بات ذکر کی جائے گی)

یہاں تک جو چار حالات ہمیشرہ حقیقی کے بیان ہوئے یہ اس وقت ہیں کہ میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑ پوتا اور باپ دادا پوتا موجود نہ ہوں۔

(۵) اگر میت کے باپ دادا پڑدادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہو تو ہمشیرہ کو کچھ حصہ نہ ملے گا بالکل محروم رہیں گی۔

فصل دہم علاتی بہن کے حصے

حقیقی بہن موجود نہ ہو تو علاتی بہن اس کے قائم مقام ہو جائے گی اور وہی حالات ہوں گے جو اس کے بیان ہوئے لیکن حقیقی بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی بلکہ اس کے سامنے محروم رہ جائے گی اور حقیقی بہن کے سامنے اسکے حالات بدل جاتے ہیں چنانچہ تفصیل اس کے حالات کی یہ ہے۔

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہ ہو اور علاتی بہن صرف ایک ہو تو اس کو میت کے ترکہ میں سے نصف ملے گا (مانند حقیقی ہمشیرہ کے)۔

(۲) اگر میت کی کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہ ہو اور علاتی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو کل ترکہ میں سے دو ثلث یعنی دو تہائی ملے گا اس کو باہم تقسیم کر لیں۔ (گویا حقیقی بہنوں کے قائم مقام ہو گئیں۔

(۳) اگر میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہے (خواہ ایک ہو یا زیادہ) مگر حقیقی ہمشیرہ کوئی نہیں تو ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ علاتی بہن کو مل جائے گا۔ اس صورت میں یہ بہن عصبہ بالغیر ہو گئی۔

Marfat.com

مثال: اس کی بالکل وہی ہے جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۳ میں گزری صرف ہمشیرہ حقیقی کی جگہ ہمشیرہ علاتی لکھ دیا جائے کیونکہ ان تینوں حالتوں میں بوقت نہ ہونے ہمشیرہ حقیقی کے یہ علاتی ہمشیرہ اس کے قائم مقام ہوگئی ہے۔

مثال اول

۸

زوجہ	دختر	ہمشیرہ علاتی
۱	۴	۳

مثال دوم

۸

زوجہ	پوتی	ہمشیرہ	
۱	۴	۳	واللہ اعلم

(۴) اگر میت کی بیٹی پوتی پڑپوتی کوئی موجود نہیں لیکن ہمشیرہ حقیقی موجود ہے تو علاتی بہن کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اگر ایک ہوگی تو تنہا چھٹے حصے کی مالک ہو جائے گی اور اگر دو یا چار علاتی بہنیں ہوں تو اس سدس یعنی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔

یہ چار حالتیں اس وقت تھیں کہ جب علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی موجود نہ ہو پانچویں حالت یہ ہے کہ۔

(۵) اگر میت کے جس طرح علاتی بہنیں موجود ہیں ایسے ہی کوئی علاتی بھائی بھی موجود ہو۔ (خواہ ایک ہو یا چند) تو یہ اپنے علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے اس کو یہ بھائی بہن تقسیم کرلیں مرد کو دہرا حصہ دیں عورتوں کو اکہرا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان کے ساتھ والا بھائی بھی انہیں کی مانند ہو یعنی جیسے یہ صرف باپ میں میت کے ساتھ شریک تھے اسی طرح بھائی بھی صرف باپ میں شریک ہو اگر خدانخواستہ وہ میت کا حقیقی بھائی ہوگا تو علاتی بہنیں محروم رہ جائیں گی اور اگر اخیافی ہوگا تو نہ عصبہ ہوگا نہ کسی کو اپنے ساتھ عصبہ بنائے گا بلکہ میت کی اولاد کے سامنے تو بالکل محروم رہ جائے گا۔

چار مثالیں جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۴ میں بہ تفصیل لکھی گئی تھیں وہی یہاں کارآمد ہوسکتی ہیں صرف فرق یہ ہے کہ وہاں حقیقی ہمشیرہ اور حقیقی بھائی لکھتے تھے یہاں علاتی لکھ دیں۔

مثال اول۔

۳۶۔

شوہر	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
۹	۶	۱۸	۱	۲

مثال دوم

۹۶

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۱۲	۱۶	۴۸	۵	۵	۱۰

مثال سوم

۲۴

والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۴	۸	۸	۱	۱	۲

مثال چہارم

۲۴

زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	برادر	برادر
۳	۸	۸	۱	۲	۲

یہاں تک علاتی بہن کی پانچ حالتیں ایسی بیان ہوئیں جن میں اس کو کچھ نہ کچھ مل جاتا تھا۔ اب اس کی محرومی کے حال سنو۔

(۶) میت کے حقیقی بھائی بہنوں کی موجودگی بھی علاتی ہمشیروں کو اکثر محروم کر دیتی ہے جس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اگر میت کے حقیقی بھائی ہے تو علاتی بہن (بلکہ علاتی بھائی بھی) میراث سے محروم رہیں گے اور ان کو کچھ حق نہیں پہنچے گا۔

اگر میت کی حقیقی بہن اور حقیقی بھائی دونوں موجود ہوں تو سب علاتی محروم رہیں گے جبکہ میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی موجود ہو نہ علاتی اور نہ کوئی بیٹی ہو لیکن ہمشیرہ حقیقی دو یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو علاتی بہنیں بالکل محروم رہیں گی (اس صورت میں اگر علاتی بھائی اس کے ساتھ ہوتا تو عصبہ

Marfat.com

بن کر ضرور اس کو حصہ میں اپنے ساتھ شریک کر لیتا)

جس حالت میں میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی ہے نہ علاتی اور ہمشیرہ حقیقی بھی دو نہیں صرف ایک ہے۔ لیکن میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہے وہاں علاتی بہن کا کچھ حق اور حصہ نہیں (اس صورت میں علاتی بہن میت کی بیٹی وغیرہ کی وجہ سے محروم نہیں ہوئی بلکہ میت کی بیٹی و پوتی وغیرہ کی موجودگی میں چونکہ حقیقی بہن عصبہ بن گئی ہے اس لئے سب باقی ماندہ مال علاتی سے مقدم ہو کر اس نے لے لیا۔

(۷) جب میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہو یا باپ دادا پڑدادا زندہ ہو تو علاتی بہن بالکل محروم اور لاوارث رہتی ہے (یہ کچھ علاتی بہن کی خصوصیت نہیں یہ غریب تو کم درجہ ہے ان لوگوں کے سامنے تو حقیقی بھائی بہن بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ بیٹا پوتا اور باپ دادا وغیرہ کے سامنے ہر قسم کے بھائی بہن میراث سے محروم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی باب کی فصل ہشتم کے آخر میں تحریر ہوا)۔

فصل یازدہم۔ اخیافی بہن کی میراث کا بیان

یہ بات چند مرتبہ بیان کر دی گئی ہے کہ ایسے بھائی بہن جو صرف والدہ میں میت کے شریک ہوں۔ اور باپ جدا جدا ہوں اسی وقت میراث پا سکتے ہیں کہ میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود نہ ہو اور باپ دادا اور پڑدادا بھی موجود نہ ہو۔ پس اس بات کو لحاظ رکھنے کے بعد ایسی بہنوں کے مستحق میراث ہونے کے دو حال ہو سکتے ہیں۔

(۱) اگر صرف ایک اخیافی بہن ہو بھائی کوئی نہ ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پائے گی۔

(۲) اگر اس قسم کی دو بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا اس سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا۔ اس ایک تہائی میں سب اخیافی بھائی بہن باہم شریک رہیں گے بھائی بہنوں کی تعداد کسی قدر رہو اس ایک تہائی کے برابر برابر حصے کر کے سب کو بحصہ مساوی تقسیم کر دیا جائے۔ (اخیافی بھائی بہنوں میں مرد و عورت کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا سب کو برابر حصہ ملتا ہے)۔

یہ دو حالتیں اخیافی بہن کو حصہ ملنے کی تھیں تیسری حالت محرومی کی سنو۔

(۳) اگر میت کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ ایک بھی موجود ہو تو اخیافی بہن کو کچھ حق نہیں

Marfat.com

پہنچتا بالکل محروم رہتی ہے نیز اگر میت کا باپ دادا وغیرہ زندہ ہو تو بھی اخیافی بہن وارث نہیں ہو سکتی۔

فصل سوم میں اخیافی بھائی کا حال مع مثالوں کے گزر چکا ہے بالکل وہی مثالیں اس جگہ کارآمد ہوسکتی ہیں کیونکہ اس قسم کے بھائی بہنوں کا حال بالکل یکساں ہوتا ہے اس لئے اگر ہم اخیافی بہن کے حال کو مستقل طور سے علیحدہ نہ لکھتے تب بھی کچھ نامناسب نہ تھا لیکن عام فہم بنانے کی غرض سے سابق ذکر پر حوالہ نہیں کیا بلکہ مکرر بیان کر دیا ہے۔

اب گیارہ ذوی الفروض کے حال سے فراغت کرنے کے بعد دادی اور نانی کا طویل اور مشکل حال سب سے آخر میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان کا حال ختم ہونے کی ساتھ ہی ذوی الفروض کا باب کامل اور تمام ہو جائے گا۔ ومن اللہ التوفیق۔

فصل دوازدہم جدّہ یعنی دادی اور نانی کی میراث کا حال

عربی میں دادی اور نانی دونوں کو جدہ کہتے ہیں اس لئے شریعت میں ان دونوں کی میراث کا حال بالکل یکساں اور دونوں کا ایک ہی حصہ ہے اور کتب عربیہ میں ان کا حال ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اور تعداد ذوی الفروض کی بارہ لکھی ہے لیکن ہندی زبان میں دادی اور نانی علیحدہ علیحدہ بولی جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ہم ان کو جدا جدا دو فصلوں میں بیان کریں تو تعداد ذوی الفروض کی تیرہ ہو جائے گی اور سب کتابوں سے مخالف نظر آئے گی لہذا ہم ان کے حال کو ایک ہی فصل میں بیان کرتے ہیں لیکن سمجھانے کے لئے دادی اور نانی کا حال جدا جدا لکھتے ہیں۔

دادیوں کے حصے کا بیان

دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہیں بلکہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں (یعنی باپ کی نانی) وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدہ کہتے ہیں (اور سب ذوی الفروض میں داخل ہیں) اسی وجہ سے ایک شخص کی کئی کئی دادیاں ہوسکتی ہیں مثلاً ایک شخص کے دادا کی ماں یعنی پڑدادی بھی موجود ہو اور دادی کی ماں بھی اور دادا کی نانی بھی زندہ ہو۔ اسی طرح کئی پشت تک سلسلہ چل سکتا ہے اور اگر ہم چار پیڑھی تک شمار کرنے لگیں تو ہر ایک شخص کی پندرہ دادیاں نکل سکتی ہیں۔ اور اگر اس سے زیادہ اوپر تک پشتوں میں شمار کریں تو تعداد بہت بڑھ جائے گی لیکن ان سب دادیوں کی میراث پانے

اور حصہ کی مستحق ہونے میں دو قاعدوں کا لحاظ ضروری ہے۔

قاعدہ اول۔ دادیاں دو قسم کی ہیں صحیحہ۔ اور فاسدہ۔ فاسدہ دادیاں ذوی الفروض میں داخل نہیں۔ بلکہ ذوی الارحام کے درجہ دوم میں داخل ہیں۔

چار پشت تک اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کی پندرہ دادیوں میں سے دس دادیاں صحیحہ نکلتی ہیں اور پانچ فاسدہ۔ فاسدہ دادیوں کا بیان ذوی الارحام میں آئے گا۔ دادیاں صحیحہ جو ذوی الفروض میں داخل ہیں چار پشت تک ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی پشت باپ کی ماں (اس پشت میں صرف ایک ہی دادی ہو سکتی ہے)

دوسری پشت دادا کی ماں دادی کی ماں۔

تیسری پشت پڑدادا کی ماں پڑدادی کی ماں۔ باپ کی نانی کی ماں۔

چوتھی پشت دادا کی دادی پڑدادا کی نانی پڑدادی کی نانی۔ باپ کی نانی کی نانی

ان دس دادیوں کو احقر نے نقشہ نمبر۲ میں مفصل لکھ دیا ہے اور کئی کئی طرح سے رشتہ بتلا دیا ہے تاکہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہ ہو۔

قاعدہ دوم۔ اگر قریب درجہ کی دادی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا۔ مثلاً اول پشت کی دادی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی دادیاں محروم رہیں گی اسی طرح اگر پہلی پشت کی دادی مر گئی تو دوسری پشت کی دادیاں حصہ پائیں گی لیکن ان سے یعنی تیسری اور چوتھی پشت والیاں محروم ہوں گی۔ البتہ اگر پہلی اور دوسری پشت کی سب دادیاں مر گئی ہوں تو تیسری پشت والی دادیاں حصہ لیں گی۔ اور اگر اتفاق سے تینوں پشتوں کی دادیاں مر گئی ہوں تو چوتھی پشت کی جو دادیاں موجود ہوں ان کو حصہ ملے گا۔ کیونکہ جب تک قریب درجہ والی ایک موجود ہو گی نیچے درجے والی یعنی دور کی پیڑھی کی دادی کو حصہ نہ ملے گا۔

جب آپ کو یہ دو قاعدے محفوظ ہو گئے [1] کہ صرف صحیحہ دادی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی

---

[1] ۔ چونکہ ہم نے چار پشت تک حال لکھا ہے اس لئے چار دادیاں شمار کیں ورنہ اوپر تک اسی طرح سلسلہ چل سکتا ہے کہ جو دادیاں بلا واسطہ دادا کے علاقہ رکھتی ہیں وہ سب وارث ہوں گی۔ مثلاً باپ کی نانی کی پڑنانی وغیرہ وسقوط الابویات بالجد اذا کان بعد الجد عن المیت بدرجۃ واحدۃ واما اذا ابعد بدرجین فانہ یرث معہ ابوتیان ولم نفصلہ لدقتہ

۲۱

Marfat.com

کے سامنے بعید درجہ والی محروم رہتی ہے تو اب دادی کا حصہ مقررہ سنو۔

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ ایک دادی ہو یا دو تین ہوں بشرطیکہ سب ایک ہی درجہ (اور ایک ہی پشت) کی ہوں ورنہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ قریب کے سامنے بعید کو کچھ نہیں ملتا۔ اگر ایک ہی درجہ کی چند دادیاں ہوں تو وہ سب اسی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کر لیں۔

(۲) اگر میت کی کوئی نانی بھی اسی درجہ (اسی پشت) کی موجود ہو جس درجہ کی دادی ہے تو وہ نانی بھی اس کی ایک دادی یا چند دادیوں کے ساتھ شریک ہو جائے گی اور چھٹا حصہ نانی اور دادیوں میں باہم تقسیم ہو جائے گا۔ لیکن اگر نانی صاحبہ دادیوں سے نیچے درجہ کی ہوں تو ایسی نانی کو دادیوں کے ساتھ شریک نہ کیا جائے گا۔ بلکہ نیچے درجے والی محروم رہے گی (مثلاً دادی دوسری پشت کی ہے اور نانی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو یہ دادی کے ساتھ شریک نہ ہوگی) نقشہ نمبر دوم سے آپ کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ کونسی دادی اور نانی ایک درجہ کی ہیں اور کونسی میں فرق ہے یعنی اوپر نیچے درجہ کی ہیں۔

(۳) اگر میت کی ماں یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دادیاں بالکل محروم رہتی ہیں۔

(۴) اگر میت کے دادا موجود ہو تو بھی دادیاں محروم رہتی ہیں۔ لیکن باپ کی ماں اور باپ کی نانی اور باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی یہ چار دادیاں دادا کے سامنے محروم نہیں رہتیں۔ ان کے سوا سب دادیاں دادا کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

(۵) اگر میت کی کوئی نانی قریب درجہ کی زندہ ہو۔ اور دادی بعید درجہ کی ہو تو دادی محروم رہے گی اور نانی حصہ پائے گی۔ مثلاً دادی تیسری پشت کی ہے اور نانی اول یا دوم پشت کی ہے تو دادی محروم رہے گی اور نانی حصہ پائے گی کیونکہ وہ قریب ہے (نانی اور دادی کا قریب و بعید ہونا ایک درجہ میں داخل ہونا نقشہ نمبر ۲ سے معلوم ہوگا۔)

نانیوں کے حصے کا بیان

جس طرح دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہ تھی نانی سے بھی صرف ماں کی ماں مراد نہیں بلکہ ماں کی نانی اور نانی کی نانی بھی عربی میں جدہ کہلاتی ہیں اور ذوی الفروض وارثوں میں داخل ہیں اسی وجہ سے ایک شخص کی چند نانیاں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً میت کی ماں کی ماں بھی موجود ہو اور ماں

Marfat.com

کی نانی بھی اسی طرح اگر ہم چار پشت یعنی چوتھی پیڑھی تک شمار کریں تو ہر شخص کی پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں اور اگر اوپر تک زیادہ پیڑھیوں کی نانیوں کا حساب لگا دیں تو بڑھتی چلی جاویں۔ لیکن ہر ایک نانی کو بلا تکلف میراث نہیں مل سکتی بلکہ دو قاعدوں کی پابندی ضروری ہے۔

قاعدہ اول۔ دادیوں کی مانند نانیاں بھی دو قسم کی ہیں ایک صحیحہ اور دوسری فاسدہ نانیاں ان کو کہتے ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا واسطہ اور علاقہ آ جائے۔ (مثلاً ماں کے باپ کی ماں یا ماں کے دادا کی ماں) فاسدہ نانیوں کا کوئی حصہ شریعت میں مقرر نہیں اور یہ ذی الفروض نہیں بلکہ ذوی الا حام ہیں اس لئے یہاں ان کا بیان نہیں ہوتا ذوی الارحام کے دوسرے درجے میں ان کا حال بیان ہوگا۔

صحیحہ نانیاں وہ ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا علاقہ درمیان میں نہ ہو۔ (مثلاً ماں کی ماں۔ نانی کی ماں۔ ان کو جدہ صحیحہ کہتے ہیں اور یہی نانیاں ذوی الفروض میں داخل ہیں۔ کسی شخص کی چار پشت تک اگر خیال کریں تو صرف چار نانیاں صحیحہ نکلتی ہیں یعنی ہر شخص کی چار پشت تک جو پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے گیارہ فاسد ہیں اور چار نانیاں صحیحہ یہی چاروں نانیاں ذوی الفروض ہیں جن کی میراث کا یہاں ذکر ہو رہا ہے تفصیل ان کی یہ ہے

پشت اول۔ ماں کی ماں (نانی)

پشت دوم۔ نانی کی ماں (یعنی والدہ کی نانی)

پشت سوم۔ نانی کی نانی (یعنی والدہ کی پڑنانی)

پشت چہارم۔ نانی کی پرنانی (یعنی والدہ کی سکڑنانی)

ان نانیوں کو ہم نے نقشہ نمبر ۲ میں لکھ دیا ہے۔

ہر ایک پشت میں صرف ایک ہی نانی صحیحہ نکلتی ہے خواہ کتنی ہی دور تک سلسلہ چلا جائے

قاعدہ دوم۔ اگر قریب درجہ کی نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو میراث میں سے کچھ نہ ملے گا مثلاً اول پشت کی نانی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی نانیاں بالکل محروم رہیں گی اور اگر پہلی پشت کی نانی مرگئی ہو تو دوسری پشت کی نانی جو زندہ ہے وہ حصہ پائے گی لیکن تیسرے اور چوتھے درجے والی نانیاں اگر زندہ ہوں گی تو محروم رہیں گی کیونکہ ان سے قریب پیڑھی والی زندہ اور موجود ہے۔ علی ہذ القیاس اگر بالفرض والتقدیر کسی کی تمام پشتوں کی نانیاں مرگئی ہوں مگر دسویں پشت کی نانی موجود ہو وہی وارث ہو جائے گی لیکن جب اس سے کوئی قریب درجہ والی

Marfat.com

موجود ہوگی تو نیچے کے درجہ والی یعنی دور کی پیڑھی والی کو کچھ نہ ملے گا جب یہ دو قاعدے ذہن میں جم گئے کہ صرف صحیحہ نانی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ کی نانیاں محروم رہتی ہیں تو اب ان کے مقررہ شدہ حصے دیکھو۔

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اور بلاشرکت غیرے نانی اس چھٹے حصے کی مالک ہوتی ہے جبکہ کوئی دادی میت کی اسی پشت کی موجود نہ ہو۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیاں بھی اسی درجہ کی موجود ہیں جس پیڑھی کی نانی ہے تو چھٹا حصہ جو نانی کا حق ہے اسی میں دادی بھی شریک ہو جائے گی۔ اور نانی و دادیاں اس حصہ کو باہم برابر تقسیم کر لیں لیکن شرط یہی ہے کہ وہ دادی بالکل اسی درجہ کی ہو جس درجہ اور جس پشت کی نانی ہے کیونکہ اگر دادی نیچے کے درجہ کی ہے تو وہ اس قریب درجہ والی نانی کے ساتھ شریک نہیں ہوگی بلکہ محروم رہے گی مثلاً نانی دوسری پشت کی ہے اور دادی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو دادی محروم رہے گی کیونکہ نانیوں دادیوں میں جو قریب ہوتی ہے وہ حصہ پاتی ہے اور جو بعید ہوتی ہے وہ محروم رہتی ہے۔

نقشہ نمبر۲ سے تم کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ کونسی نانی و دادیاں ایک درجہ کی ہیں اور کونسی میں باہم فرق ہے۔

تشریح: ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ جب نانی کے ساتھ دادیاں بھی اسی درجہ کی ہوں تو چھٹے حصہ کو باہم تقسیم کر لیں اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ چھٹے حصے میں سے آدھا نانی کو دے دیں اور آدھا دادیوں کو خواہ ایک دادی ہو یا دو چار۔ نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس قدر (۱) ایک نانی کو دیا جائے اسی قدر ہر ایک دادی کو دیا جائے۔ پس اگر کسی میت کا کل مال چھتیس روپیہ تھا تو نانی دادیوں کا حق چھٹا حصہ یعنی چھ روپیہ نکلے۔ اب اگر ایک نانی ہے اور اسی پشت کی دو دادیاں ہیں تو ان چھ روپیہ میں سے دو روپیہ نانی کو اور دو دو روپیہ ہر ایک دادی کو مل جائے گا۔ یہ نہ ہوگا کہ چھ میں سے تین روپیہ نانی کو دے دیں اور باقی تین روپیہ دادیاں تقسیم کر لیں۔

(۳) اگر میت کی ماں زندہ ہو تو تمام نانیاں محروم رہتی ہیں خواہ کسی پشت کی ہوں قریب ہوں یا بعید ہوں۔

---

(۱) یعنی چھٹے حصے میں سے ۱۲۔

Marfat.com

فرق ۔دادیوں کے حال میں لکھا گیا ہے کہ باپ اور دادا کی موجودگی میں دادی محروم رہتی ہے۔نانی میں یہ بات نہیں ۔باپ دادا وغیرہ کی موجودگی میں بھی نانی حصہ پاتی ہے۔میت کے باپ دادا کا موجود ہونا اس کو مضر نہیں البتہ میت کی ماں کے موجود ہونے سے کسی نانی کا کچھ حق نہیں رہتا جس طرح دادیاں محروم ہو جاتی ہیں ایسے ہی نانی محروم ہو جاتی ہے۔

(۴)اگر میت کی ایک یا کئی دادیاں قریب درجے کی موجود ہوں اور نانی ان سے نیچے درجہ کی ہو تو نانی محروم رہے گی۔مثلاً دادی اول پیڑھی کی زندہ ہے اور نانی دوسری پیڑھی کی ہے تو چھٹا حصہ دادی کو مل جائے گا نانی اس میں شریک نہ ہوگی محروم رہے گی کیونکہ نانی و دادی شریک جب ہوتی ہیں کہ دونوں ایک ہی پشت کی ہوں۔

ذکر نقشہ

چونکہ کئی دفعہ بار بار بتلایا گیا ہے کہ نانیاں اور دادیاں اگر ایک درجہ کی ہوں تو چھٹے حصے میں شریک ہو جاتی ہیں اور اگر اوپر نیچے کے درجہ کی ہوں تو نیچے والی محروم رہتی ہیں لہذا اہم چار پشت تک صحیح دادیوں اور صحیح نانیوں کا نقشہ لکھتے ہیں فاسدہ کو یہاں نہیں لکھا کیونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں چونکہ یہ کتاب بلحاظ ضرورت اور عام لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے اور چار پشت سے زیادہ نانی و دادی کسی میت کی عموماً موجود نہیں رہتی بلکہ اس زمانہ میں تو دو تین پشت کے وارث بھی شاذ و نادر موجود ہوتے ہیں لہذا چار پشت سے زیادہ سلسلہ بڑھا کر ذہن مسلمین کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

مکرر لکھا جاتا ہے کہ چار پشت تک ہر شخص کی پندرہ دادیاں اور پندرہ نانیاں ہوسکتی ہیں اب ان میں سے پانچ دادایاں اور گیارہ نانیاں تو فاسد ہیں اور باقی جو دس دادیاں اور چار نانیاں صیحہ رہیں ان کو نقشہ میں بہ ترتیب لکھا جاتا ہے۔اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔کہ دادیوں میں کونسی قریب درجہ یعنی نزدیک پشت کی ہے اور کونسی نیچے درجے اور بعید پشت کی ہے۔علی ہذا القیاس نانیوں میں کونسی قریب ہے اور کونسی بعید۔اور نقشہ کا نمبر اور ترتیب دیکھنے سے بآسانی سمجھ میں آ جائے گا کہ کونسی نانی و دادی ایک درجہ اور ایک پشت کی ہیں جو باہم چھٹے حصے میں شریک ہوتی ہیں اور کونسی مختلف ہیں یعنی اوپر نیچے ہیں کہ اوپر والی مستحق اور نیچے والی محروم ہوتی ہے۔صیحہ دادیوں کی چونکہ تعداد زیادہ ہے اور بعض دفعہ فرق کرنا مشکل ہوتا ہے لہذا کئی طرح سے ایک ایک رشتہ کو بتلا دیا گیا ہے اور اس کے بعد عربی میں بھی رشتہ لکھ دیا ہے تاکہ عالمان عربی صحیح و غلط میں تمیز کر لیں سمجھ

اور فاسدہ کے فرق کی وجہ سے دادیوں نانیوں کے حال کا سمجھنا سمجھانا بہت مشکل ہے احقر نے حتی الوسع اس ذکر کو عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے اس لئے یہ بیان اس قدر طویل ہو گیا کہ کسی ذوی الفروض کا حال اتنا دراز نہیں۔ پس امید ہے کہ ناظرین ہمارے اس طول فضول اور تکرار عبارت کو معاف فرمادیں۔

اگر چہ حد سے زیادہ طول ہو گیا ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ اس ذکر کو چھوڑ دیں لیکن کتاب کے کامل کرنے کے لئے مختصراً یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی نانی یا دادی ایسی ہو کہ وہ میت سے دہرا رشتہ اور قرابت رکھتی ہو اور اسی درجہ اور اسی پشت کی کوئی نانی دادی صرف اکہرا رشتہ رکھتی ہو تو چھٹا حصہ ان دنوں میں برابر تقسیم ہو جائے گا یہ نہیں کہ دہرے رشتہ والی کو حصہ بھی دہرا ملے۔

مثال۔ ہندہ ایک عورت ہے جو زید کی ماں کی نانی بھی ہے اور زید کے باپ کی دادی بھی وہی ہے اس طرح اس ہندہ کو زید کے ساتھ دہرا رشتہ اور قرابت حاصل[۱] ہے اور ایک دوسری عورت صالحہ ہے جو صرف زید کے باپ کی نانی ہے اور اس کو زید سے بس یہی ایک علاقہ ہے اب اگر زید کا انتقال ہو تو اس کے مال میں سے چھٹا حصہ ہندہ اور صالحہ پر برابر تقسیم ہو جائے گا۔ کیونکہ زید کی یہ دونوں نانی اور دادی ایک درجہ کی ہیں یہ نہیں ہوگا کہ ہندہ اپنی دہری قرابت کا لحاظ کر کے دو چند حصہ طلب کرے۔ غرض دادی اور نانی میں دو طرف کی رشتہ داری اور قرابت سے کچھ حصہ نہیں بڑھتا کیونکہ وہ ہر طرح سے جدہ ہی رہتی ہے کوئی نئی قرابت اور جدید علاقہ پیدا نہیں ہوتا۔ بخلاف دوسرے مواقع کے کہ وہاں دو طرف کی قرابت سے حصہ بھی دو طرح سے ملتا ہے

مثلاً ایک شخص کسی عورت کا شوہر بھی ہے اور چچا زاد بھائی بھی ہے تو شوہر ہونے کی وجہ سے اپنا حصہ مقررہ بھی لے گا کیونکہ ذوی الفروض ہے اور اگر کوئی عصبہ اس سے مقدم موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ مال بھی یہی شوہر لے گا کیونکہ چچا زاد بھائی عصبہ ہے۔ الحمد للہ کہ بارہویں وصل میں جدہ کا مفصل ذکر ختم ہو کر بارہ ذوی الفروض کا حال کامل ہو گیا۔ اور یہ باب اختتام کو پہنچا۔

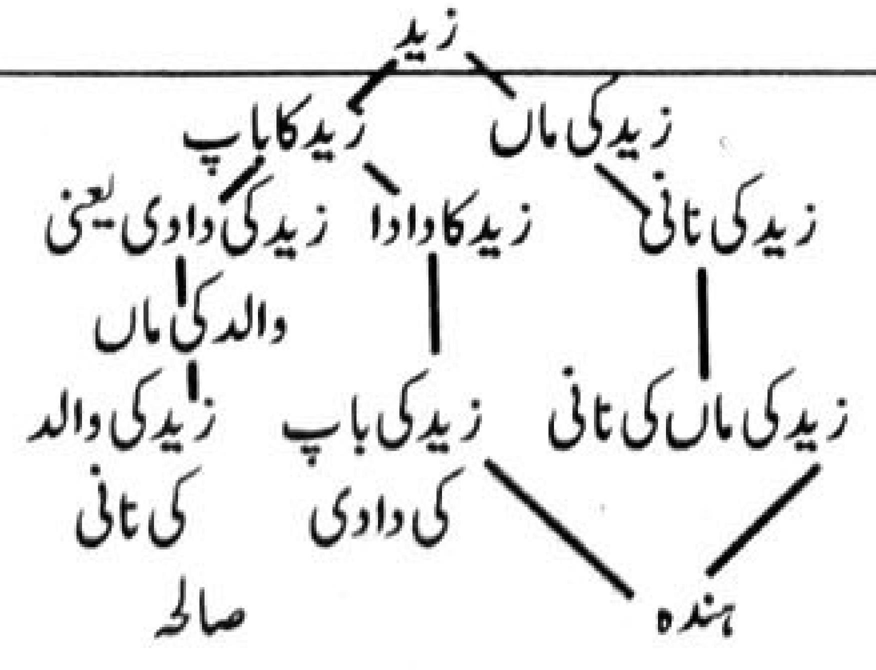

۱۔ دیکھئے اس جگہ ہندہ کو زید سے دو طرح سے علاقہ ہے اور صالحہ کو صرف ایک طرف سے (لیکن زید کی میراث کے چھٹے حصے میں دونوں) شریک رہیں گی کسی کو کم زیادہ نہ ملے گا۔

۲۔ بمعنے دادی و نانی ۱۲۔

Marfat.com

نقشہ نمبر ۲ متعلقہ فصل ۱۲ باب چہارم مشتمل بر چہاردہ عدد جدات صحیحہ ذوی الفروض (دادیان ونانیان چار) تا چہار پشت۔

نمبر درجہ وپشت	دادیان صحیحہ				نانیان صحیحہ
درجہ وپشت اول	باپ کی ماں یعنی دادی (ام الاب)	پہلی پشت میں صرف ایک دادی صحیحہ ہوسکتی ہے۔			ماں کی ماں یعنی نانی (ام الام)
درجہ دوم پشت دوم	دادا کی ماں یعنی پڑدادی (ام اب الاب)	دادی کی ماں یعنی باپ کی نانی (ام ام الاب)	اس پشت میں دو ہوسکتی ہیں		نانی کی ماں یعنی پڑنانی یعنی ماں کی نانی (ام ام الام)
درجہ سوم پشت سوم	پردادا کی ماں یعنی دادا کی دادی۔ یعنی سکڑدادی (ام اب اب الاب)	پڑدادی کی ماں یعنی (دادا کی نانی) ام ام اب الاب	باپ کی نانی کی ماں یعنی دادی کی نانی یعنی باپ کی ماں کی نانی (ام ام ام الاب)	اس پشت میں تین دادیاں صحیحہ ہیں	پڑنانی کی ماں یعنی ماں کی نانی کی ماں یعنی نانی کی نانی (ام ام ام الام)
درجہ چہارم پشت چہارم	دادا کی دادی یعنی باپ کے پڑدادا کی ان یعنی سکڑدادی کی ماں (ام اب اب اب الاب)	پڑدادا کی نانی یعنی سکردادی کی ماں یعنی باپ کی پڑدادی کی ماں ام ام اب اب الاب	پڑدادی کی نانی یعنی دادا کی نانی کی ماں یعنی دادا کی ماں کی ماں کی ماں ام ام ام اب الاب	دادی کی نانی کی ماں یعنی باپ کی نانی کی نانی یعنی دادی کی ماں کی نانی ام ام ام ام الاب	پڑنانی کی نانی یعنی ماں کی نانی کی نانی ام ام ام ام الام

ذوی الفروض کے بیان کا ضمیمہ مفید سوال وجواب

اگر آپ ذوی الفروض کے حالات اور حصے محفوظ کرنا اور مسئلہ بتلانے کی مشق کرنا چاہتے ہیں تو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں کتاب دے دیجئے وہ کتاب میں دیکھ کر آپ سے سوال کرے اور آپ غور کر کے جواب دیں اگر وہ کہے کہ جواب کتاب کے مطابق نہیں تو آپ دوبارہ اور سہ بارہ غور کریں بدرجہ مجبوری کتاب میں لکھا ہوا جواب سن لیجئے۔ اسی طرح دو چار مرتبہ سوال اول سے آخر تک جوابات دینے سے ذوی الفروض کے حالات یاد ہو جائیں گے۔

سوال ۱۔ ایک شخص نے تین بیٹیاں ایک والد ایک دادی وارث چھوڑے ان کے حصے بتلاؤ۔

جواب۔ دوثلث تین بیٹیوں کو ملے گا وہ اس کو باہم تقسیم کرلیں گی اور چھٹا حصہ بوجہ ذوی الفروض ہونے کے باپ کو ملے گا اور پھر باقی ماندہ چھٹا حصہ بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کو ملے گا اور دادی محروم رہے گی (دیکھو موجب حرمان اور حجب حرمان کی بحث میں باپ اور دادی کا حال)۔

سوال ۲۔ میت نے باپ اور دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب۔ چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو یعنی دو دو ہر ایک بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

سوال ۳۔ والدہ نانی' دادا' زوجہ وارث ہیں مال کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب۔ چوتھا حصہ زوجہ کو ایک ثلث والدہ کو اور باقی دادا کو ملے گا۔ نانی بوجہ موجودگی والدہ کے محروم رہے گی۔ اس مسئلہ میں بارہ سہام بنا کر تقسیم کرنا ہوگا۔

سوال ۴۔ اگر باپ دادا زوجہ پوتیاں وارث ہوں تو کس کس کو کس قدر حصہ ملے گا؟

جواب۔ چوبیس سہام کئے جائیں گے اور آٹھواں حصہ زوجہ کو دوثلث پوتیوں کو چھٹا حصہ باپ کو بوجہ ذوی الفروض ہونے کے اور باقی بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کو دے دیا جائے گا۔ دادا صاحب محروم۔

سوال ۵۔ ایک عورت کا شوہر اور نانی اور ایک بھائی اخیافی اور ایک علاتی بھائی موجود ہیں کس طرح مال تقسیم ہو؟

جواب۔ نصف حصہ شوہر کو اور چھٹا چھٹا حصہ اخیافی بھائی اور نانی کو اور باقی ماندہ علاتی بھائی کو۔

Marfat.com

مسئلہ ٦

شوہر	اخیافی	نانی	بھائی
٣	١	١	١

سوال ٦۔ دو ہمشیرہ حقیقی ایک بیٹی دو اخیافی بھائی بہن کی میراث کا حال بتلایئے

جواب۔ بیٹی کو نصف باقی ہمشیرہ کو ملے گا۔

سوال ٧۔ ایک عورت ان وارثوں کو چھوڑ کر مری۔ تین بیٹے دو پوتیاں۔ ایک والدہ ایک شوہر دو بھائی تقسیم ترکہ کا حساب بتلایئے؟

جواب۔ چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو باقی سب بیٹوں کو ملے گا۔ دو پوتیاں اور دو بھائی محروم ہیں؟

سوال ٨۔ بتلایئے ان وارثوں کو کس طرح حصہ ملے گا۔ چار ہمشیرہ' باپ' شوہر' دو اخیافی بھائی۔

جواب۔ نصف شوہر کو اور نصف باپ کو ملے گا۔ ہمشیرگان حقیقی اور اخیافی بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہیں گے۔

سوال ٩۔ اگر کسی کے دو پوتیاں ایک والدہ ایک زوجہ ایک سکڑ پوتا رہے تو مال کس طرح تقسیم ہو؟

جواب۔ زوجہ کو آٹھواں والدہ کو چھٹا۔ باقی پوتیاں اور سکڑ پوتا باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا اس لئے کہ پوتیاں اپنے سے نیچے پڑپوتے وغیرہ کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں۔

سوال ١٠۔ ایک شخص نے ایک حقیقی ہمشیرہ ایک والدہ ایک زوجہ وعلاتی بھائی بہن اور ایک چچا وارث چھوڑا ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب۔ زوجہ کو چہارم والدہ کو چھٹا حقیقی ہمشیرہ کو نصف علاتی بھائی بہن عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی ماندہ کے مالک۔ چچا بوجہ بعید ہونے کے محروم رہیں گے۔

سوال ١١۔ ایک شخص نے اپنے والدین اور ایک اخیافی ایک علاتی بھائی چھوڑا؟

جواب۔ والدہ کو چھٹا اور باقی سب باپ کو۔ دونوں قسم کے بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہے لیکن ماں کا حصہ پھر بھی ان بھائیوں نے بجائے تہائی کے چھٹا کردیا۔

سوال ١٢۔ صرف والدین اور اخیافی بھائی بہن اور شوہر موجود ہیں تو کس طرح تقسیم ہو؟

Marfat.com

جواب۔شوہر کوکل مال کا نصف اور والدہ کو چھٹا حصہ اور باقی باپ کو دیں اور اخیافی بھائی بہن محروم (اس صورت میں چھ سہام بنا کر تقسیم کریں گے)۔

سوال ۱۳۔ایک بیٹی دو علاتی بہنیں ایک سکڑ پوتی رہی تو کیا صورت تقسیم کی ہوگی؟

جواب۔بیٹی کو نصف سکڑ پوتی کو چھٹا باقی ماندہ علاتیوں کو۔

سوال ۱۴۔تین بیٹیاں ایک زوجہ ایک پوتا چھوڑا تو کس طرح تقسیم ہو؟

جواب۔دو ثلث بیٹیوں کو آٹھواں زوجہ کو باقی پوتے کو۔ بیٹیاں پوتے کے ساتھ عصبہ نہیں ہوتی۔

سوال ۱۵۔دو پوتیاں ایک باپ ایک نانی ایک چچا رہا تو کس طرح تقسیم کریں؟

جواب۔دو ثلث پوتیوں کو چھٹا نانی کو باقی باپ کو۔ چچا محروم۔

سوال ۱۶۔ایک پوتی ایک شوہر ایک والدہ دو پڑپوتوں پر کس طرح تقسیم کریں؟

جواب۔شوہر کو چوتھا حصہ والدہ کو چھٹا باقی پڑپوتوں و پوتی کو حسب قاعدہ دے دو۔

سوال ۱۷۔ایک ہمشیرہ ایک دادی ایک علاتی بھائی کے حصے بتلاؤ؟

جواب۔ہمشیرہ نصف کی مستحق ہے دادی

چھٹے کی باقی علاتی بھائی کا حق ہے۔

سوال ۱۸۔ ایک پڑپوتی تین ہمشیرہ ایک والدہ رہی تو کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب۔پڑپوتی کو نصف والدہ کو چھٹا۔ باقی ہمشیرہ کو ملے گا۔

سوال ۱۹۔دو زوجہ ایک حقیقی ہمشیرہ دو علاتی ہمشیرہ ایک بھتیجا رہا تو کیا صورت ہوگی؟

جواب۔دو زوجہ کو چوتھا حقیقی ہمشیرہ کو نصف علاتی ہمشیروں کو چھٹا باقی بھتیجے کو

سوال۔بیٹی پوتی اور اخیافی بھائی بہن اور علاتی بھائی بہن چھوڑے؟

جواب۔نصف بیٹی کو۔ چھٹا پوتی کو باقی علاتی بھائی بہن کو حسب قاعدہ اخیافی دونوں محروم۔

سوال۔ایک شوہر۔ایک اخیافی بہن ایک والدہ دو حقیقی بھائیوں کا حال کہو؟

جواب۔نصف شوہر کو چھٹا اخیافی بہن کو چھٹا والدہ کو باقی بھائیوں کو۔

سوال۔زوجہ دادی دو علاتی بہنیں موجود ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہو؟

جواب۔زوجہ کو ربع دادی کو چھٹا علاتی بہنوں کو دو ثلث ملے گا۔اور اس صورت میں عول ہو

Marfat.com

گا۔

سوال۔شوہر بیٹی دادی۔نانی بھتیجے کا پوتا وارث ہوں گے تو کیسے تقسیم ہوگا؟

جواب۔چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا حصہ باہم نانی و دادی تقسیم کرلیں۔باقی یعنی بارھواں حصہ بھتیجے کے پوتے کو دیا جائے۔

سوال۔ایک شخص کے پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی دادی اور پڑنانی کی ماں زندہ ہو اور چار بیٹیاں موجود ہیں تو ان میں اس شخص کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

جواب۔چھٹا ان دونوں دادیوں نانیوں کو دیا جائے وہ دونوں اس میں شریک ہوں گی کیونکہ دونوں ایک پشت کی ہیں اور دونوں بیٹیوں کو دوثلث دیا جائے پھر جو کچھ باقی رہے وہ بھی انہیں سب وارثوں کو حصہ رسد تقسیم کردیا جائے۔

سوال۔دادا کی ماں۔یعنی پڑدادی اور نانی کی ماں یعنی پڑنانی اور پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی نانی اور شوہر اور ایک بیٹی چھوڑے۔اور ایک چچا۔تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب۔ربع شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادیوں کو۔باقی چچا کو ملے گا۔پردادی کی ماں چونکہ تیسری پشت میں ہے لہذا پہلی دو کے سامنے محروم رہے گی۔کیونکہ دونوں دوسری پشت کے ہیں (ملاحظہ کرو نقشہ نمبر۲) واللہ اعلم بالصواب۔

پانچواں باب عصبات کا بیان

ذوی الفروض کا بیان بہت طویل ہو جانے کی وجہ سے ممکن ہے کہ آپ کو خیال نہ رہا ہو کہ عصبہ کس کو کہتے ہیں لہذا آپ باب چہارم کے مقدمہ کو پھر ملاحظہ کرلیں جس سے عصبہ کی پوری تعریف معلوم ہونے کے ساتھ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ دوم درجہ کے وارث ہیں اور ذوی الفروض کے بعد ان کا درجہ ہے اور جب تک ذوی الفروض کے حصے پورے نہ دیئے جائیں عصبات کو کچھ نہیں مل سکتا بلکہ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہ جائے یا ذوی الفروض سے کوئی زندہ ہی نہ ہو تو عصبات وارث ہوتے ہیں جب تک عصبات پائے جاتے ہیں ذوی الارحام کو حق نہیں پہنچ سکتا ذوی الفروض کے بیان میں آپ نے پڑھا ہو گا۔

(۱) جب میت کی بیٹی موجود ہوتی ہے تو اس کی حقیقی بہنیں اور باپ کی شریک (جن کو علاتی کہتے ہیں) عصبہ ہو جاتی ہیں مگر میت کی بیٹی ذوی الفروض ہی رہتی ہے اس صورت میں جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ ان ہمشیروں کو ملتا ہے (ملاحظہ کریں باپ چہارم فصل نہم و دہم) اس صورت میں بہنوں کو عصبہ مع الغیر کہتے ہیں۔

(۲)۔ جب میت کی بیٹیوں کے ساتھ بیٹے اور پوتیوں کے ساتھ پوتے وغیرہ موجود ہوں تو یہ عورتیں بھی مردوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو فصل ۲ باب ۴) اس صورت میں ان بیٹیوں کا نام عصبہ بالغیر ہوتا ہے۔

(۳) میت کے حقیقی بھائیوں کے ساتھ حقیقی بہنیں اور علاتیوں کے ساتھ علاتی بہنیں جب ملتی ہیں تو عصبہ ہو جاتی ہیں اور عصبہ بالغیر کہلاتی ہیں ملاحظہ ہو فصل ۹/۰ باب چہارم) مذکورہ بالا تین قسم کی عورتوں کے عصبہ ہونے کا حال چونکہ ان کے حالات میں ذوی الفروض کے باب میں مفصل گزر چکا ہے لہذا اب ان کا مستقل ذکر نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ عصبات بیان کئے جائیں گے جو خود مرد ہوں اور بلا احتیاج علاقے کسی عورت کے میت سے رشتہ اور قرابت رکھتے ہوں جن کو عصبہ بنفسہ کہتے ہیں اور فی الحقیقت عصبہ کامل یہی ہیں۔ البتہ ان مردوں کے ذکر میں حسب موقع عورتوں کا حال بھی یاد دلا دیا جائے گا۔

پس بگوش ہوش سننا چاہئے کہ عصبوں کے چار درجے ہیں۔ جب اول درجے کے عصبات موجود ہوتے ہیں تو دوم درجے کے عصبوں کو کچھ حق نہیں پہنچتا۔ (۱) علیٰ ہذا القیاس درجہ دوم کی موجودگی

Marfat.com

میں درجہ سوم و چہارم محروم رہیں گے اور سوم کے سامنے صرف چہارم درجہ والے بے حق ہو جائیں گے۔ عصبات کے چار درجے ملاحظہ ہوں۔

درجہ اول۔ میت کا جز یعنی اس کی نسل جیسے بیٹا' پوتا' پڑپوتا' سکڑ پوتا وغیرہ۔

درجہ دوم۔ میت کے اصل جیسے باپ' دادا' پڑدادا' سکڑ دادا' اسی طرح اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ سوم کو کچھ حق نہ پہنچے گا

درجہ سوم۔ باپ کا جز یعنی باپ کی نسل۔ بھائی' بھتیجا' بھتیجے کا بیٹا۔ یعنی بھائی کا پوتا بھتیجے کا پوتا۔ ان لوگوں کے سامنے درجہ چہارم کے عصبے بالکل محروم رہتے ہیں۔

درجہ چہارم۔ دادا کے جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد جیسے چچا' چچا کا بیٹا۔ چچا کا پوتا۔ چچا کا پڑپوتا۔

یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اگر پہلے تین درجے کے عصبوں میں سے کوئی بھی موجود ہوگا تو ان کو کچھ نہ ملے گا۔

یہ تو آپ خوب سمجھ گئے کہ جب تک اوپر کے درجوں میں سے کوئی وارث زندہ ہوتا ہے تو نیچے کے درجے کے عصبوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ پھر ہر ایک درجے کے وارثوں میں بھی باہم فرق ہے یعنی اول درجہ کے وارثوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی حقدار ہوگا جو لوگ بہ نسبت اس کے بعید ہوں گے وہ محروم رہ جائیں گے اگرچہ وہ بھی اول ہی درجہ کے ہوں۔ مثلاً ایک شخص کے بیٹا بھی موجود ہے پوتا بھی تو بیٹا چونکہ سب سے قریب ہے سب مال وہی لے لے گا۔ پوتے پڑپوتے محروم رہ جائیں گے باوجودیکہ پوتے پڑپوتے اور بیٹا سب اول ہی درجے کے عصبے ہیں لیکن بیٹے کا نمبر سب سے اول اور بہت قریب ہے (البتہ اگر چند وارث بالکل برابر کے نمبر کے ہوں تو وہ باہم تقسیم کرلیں گے مثلاً میت کے چار بیٹے ہوں تو وہی تقسیم کرلیں گے یا صرف چار پوتے ہوں تو وہی برابر تقسیم کرلیں) پھر درجہ دوم میں بھی یہی حال ہے کہ جب قریب نمبر والا عصبہ موجود ہوگا تو بعید کو میراث نہ ملے گی مثلاً دادا موجود ہے تو پڑدادا محروم۔ یہی حال درجہ سوم میں ہے اور یہی چہارم میں۔ یہ مضمون نقشہ نمبر ۳ سے بخوبی آپ کے خیال میں آجائے گا۔ نیز

ا۔ یعنی عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ملتا۔ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے کچھ مل جائے تو اس سے بحث نہیں۔ ۱۲

ہم ہرایک درجہ کے عصبوں کو علیحدہ علیحدہ نمبروار مفصل بیان کرتے ہیں۔

فصل اول۔ درجہ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑپوتا)

عصبہ درجہ اول نمبر اول بیٹا

(۱) یہ سب سے مقدم اور سب سے بڑا عصبہ ہے یہ ہرگز کسی کی وجہ سے محروم نہیں ہوسکتا اس کی موجودگی میں عصبہ ہونے کی وجہ سے کسی وارث کو کچھ حصہ بالکل نہیں مل سکتا۔ (البتہ میت کی بیٹیاں بیٹے کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوکر حصہ لیتی ہیں) لیکن بیٹے کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ اس لئے ذوی الفروض میں داخل نہیں اور ہرجگہ کسی ایک ہی خاص مقدار کا مستحق نہیں بلکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ اس کو مل جائے گا۔ اگر اتفاق سے ذوی الفروض زیادہ ہوں گے تو اس کو کسی قدر حصہ کم ملے گا۔ اور اگر اس کی خوش قسمتی سے ذوی الفروض بہت کم ہوئے تو اس کو زیادہ حصہ ملے گا۔ اور اگر کوئی بھی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال کا مالک بیٹا ہو جائے گا۔

مثال اول بہت وارثوں کے موجود ہونے اور بیٹے کو کم حصہ ملنے کی۔

۲۴

زوجہ	والدہ	والد	بیٹا
آٹھواں	چھٹا	چھٹا	باقی
۳	۴	۴	۱۳

مثال ۲ زیادہ ملنے کی

۲۴

زوج	پسر
۳	۲۱

مثال ۳۔ کل مال بیٹے کو ملنے کی

۲۴

بیٹا (کل مال)

ا۔ بیٹے کے حصوں کی مقدار کا فرق دکھلانے کے لئے یہاں بھی چوبیس سہام کر کے تقسیم کیا ۱۲۔

Marfat.com

(۲) اگر چند بیٹے ہوں تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کو سب بیٹے برابر تقسیم کرلیں۔

مثال (۱)۔

۱۲

شوہر	والدہ	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۳	۲	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱

مثال (۲)

۵

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۱	۱	۱	۱	۱

مثال (۳)۔ اگر میت کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں موجود ہوں تو بیٹیاں بھی بیٹوں کے ساتھ شریک ہو جائیں گی اور عصبہ بالغیر کہلائیں گی۔ لیکن جس قدر حصہ ایک بیٹے کو ملے گا اس سے آدھا ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔

مثال۱۔

۶

والدہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۱	۲	۲	۱

مثال۲۔

۹

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۲	۱	۱	۱

(۱۴) پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑ پوتا۔ بھی اگر چہ درجہ اول کے عصبات میں داخل ہیں لیکن بیٹے کے سامنے یہ سب محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ بیٹا ان سے زیادہ قریب ہے۔

مثال۔ زید کے تین بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا زید کے سامنے ہی انتقال کر گیا۔ مگر اس کے دو لڑکے موجود ہیں۔ اب زید کا انتقال ہوا تو دو بیٹے اور دو پوتے چھوڑے تو سب مال دونوں بیٹوں پر تقسیم ہو

جائے گا۔ دونوں پوتے محروم رہ جائیں گے کیونکہ میت کے بیٹوں کا علاقہ قریب ہے اور پوتے بہ نسبت ان کے بعید ہیں اور بار بار آپ سن چکے ہیں کہ ایک درجہ کے عصبوں میں بھی جو قریب ہوتا ہے وہ مقدم سمجھا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں دادا کو مناسب ہے کہ اپنی زندگی میں کچھ مال واسباب جائیداد پوتوں کو دے کر ان کا قبضہ کرا جائے ورنہ یہ غریب بالکل محروم رہیں گے۔ البتہ اگر ان پوتوں کے باپ مرحوم کی حاصل کردہ جائیداد۔ اور مستقل مال ہو تو یہ پوتے اپنے باپ کے مال کے ضرور مالک ہوں گے اور اس مال میں سے کسی قدر بقدر حصہ مقررہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی سب کچھ ان کو مل جائے گا۔

فرق: نمبر ۲ و ۳ میں یہ بیان ہوا ہے کہ میت کے چند بیٹے ہوں تو باہم ترکہ کو برابر تقسیم کرلیں اس کی نسبت یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میت اگر عورت ہے تو اس کے وہ بیٹے خواہ ایک شوہر سے ہوں یا مختلف شوہروں سے سب کو برابر حصہ ملے گا۔

مثلاً ایک شوہر سے پانچ بیٹے ہوئے اور دوسرے سے صرف دو بیٹے ہیں تو اس عورت کے مرنے پر اس کے ترکہ کو سات حصہ کر کے ایک ایک حصہ سب بیٹوں کو دے دیں گے یہ نہ ہوگا کہ کل مال کے دو حصے کر کے آدھا ایک شوہر کی اولاد پر تقسیم کردیں اور آدھا دوسرے کی اولاد پر۔ اور اگر میت مرد ہے تو اس کے سب بیٹوں کو برابر حصہ ملے گا خواہ ایک زوجہ سے ہوں یا دو تین زوجہ سے مثلاً میت کے پانچ بیٹے ایک زوجہ سے ہیں اور دوسری زوجہ سے صرف ایک بیٹا ہے تو کل ترکہ کے چھ حصے کر کے ایک ایک حصہ سب کو مل جائے گا۔ یہ نہیں کہ جس قدر ایک زوجہ کے پانچ بیٹوں کو ملا ہے اس قدر دوسری زوجہ کے تنہا ایک بیٹے کو پہنچے۔

بعض دفعہ ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا ہے کہ ناواقف سمجھ جاتا ہے کہ ایک زوجہ کی اولاد کو دوسری زوجہ کی اولاد کے برابر حصہ ملا ہے دوسری کی اولاد کم ہو یا زیادہ ایسی صورت وہاں پیش آتی ہے جہاں ہر دو زوجہ کا مہر ادا نہ کیا گیا (۱) ہو اور باپ کی تمام جائیداد وغیرہ اولاد نے اپنی ماں کے مہر میں حاصل کرلی ہو مثلاً زید مرا اس نے راشدہ اور زاہدہ دو زوجہ چھوڑیں جن کا مہر ادا نہیں کیا تھا اور سات بیٹے چھوڑے پانچ راشدہ کے پیٹ سے اور دو زاہدہ کے بطن سے اس کے بعد زاہدہ اور

۱۔ مہر دونوں کا برابر ہوگا۔ ۱۲۔

Marfat.com

راشدہ یکے بعد دیگرے مرگئیں اب جو کچھ زید کا ترکہ ہوگا وہ نصف راشدہ کے پانچوں بیٹوں پر تقسیم ہوگا اور نصف زاہدہ کے دو بیٹوں کو مل جائے گا جس کی صورت یہ ہے۔

۲۰ سہام

ازبطن راشدہ					ازبطن زاہدہ	
بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۲	۲	۲	۲	۲	۵	۵

ناواقف سمجھتا ہے کہ باپ کے ترکہ میں سے دس سہام ایک زوجہ کی اولاد کو پہنچے اور دس دوسری کی۔ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں بلکہ زید کی جائیداد اس کے بیٹوں تک نہیں پہنچی کیونکہ دین مہر اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ اس کے ادا کرنے کے بعد کچھ باقی نہ رہا جو کچھ مال و جائیداد تھی وہ آدھی ایک زوجہ کو مہر میں مل گئی اور آدھی دوسری کو اس لئے کہ مہر دونوں کا برابر تھا۔ اب ہر زوجہ کے انتقال پر ان کی اولاد اپنی والدہ کی جائیداد پر متصرف و قابض ہوگئی یہ اولاد اپنے باپ کی میراث نہیں پا رہی بلکہ اپنی والدہ کا مہر وصول کر رہی ہے کیونکہ جب والدہ مرگئی تو اولاد اس کے مہر کی وارث ہوگئی اور اس کا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہوگیا۔ جس زوجہ کی اولاد زیادہ تھی اس کی اولاد نے جب مہر میں حاصل کی ہوئی جائیداد باہم تقسیم کی تو ہر ایک کو تھوڑا حصہ پہنچا اور جس کی اولاد کم تھی ان کو ماں

ا۔ اور مہر دونوں کا برابر ہو ۱۲

کے مہر میں سے زیادہ حصہ ملا (البتہ اگر مہر ادا ہونے کے بعد کچھ مال باقی رہے تو وہ میت کی تمام اولاد پر بقاعدہ میراث برابر تقسیم ہوگا۔

عصبہ درجہ اول نمبر ۲۔ پوتا۔

(۱) جب میت کے بیٹا نہ ہو تو ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہے وہ پوتے کو ملے گا اور اگر کئی پوتے ہوں تو اس مال میں سب برابر کے شریک ہو جائیں گے (اگر ذوی الفروض کوئی موجود نہ ہو تو کل ترکہ پوتوں کو مل جائے گا۔)

(۲) اگر میت کے ایک یا زیادہ پوتیاں بھی موجود ہوں تو پوتے کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی اور عصبہ بالغیر کہلائیں گی جس قدر ہر ایک پوتے کو ملے گا۔ اس سے آدھا ہر ایک پوتی حصہ پائیگی۔

(۳) جب بیٹا نہ ہو تو پوتے کا حال بیٹے کی مانند ہے لیکن دو باتوں میں فرق ہے۔

فرق اول ۔میت کے بیٹے کی موجودگی میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہتیں عصبہ ہو جاتی ہیں اور جس قدر ایک بیٹے کو ملتا ہے اس سے آدھا بیٹی کو دیا جاتا ہے چنانچہ باب چہارم کی فصل ۷ میں اور بیٹے کے حال میں نمبر ۳ میں یہ بات گزر چکی ہے لیکن پوتے کے سامنے میت کی بیٹیاں عصبہ نہیں ہوتیں بلکہ ذوی الفروض ہی رہتی ہیں یعنی اگر ایک بیٹی ہو تو نصف ملتا ہے اور ایک سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملتا تھا۔ وہی اب بھی ملتا رہے گا۔

۴		
بیٹی	پوتا	پوتا
۲	۱	۱

۶			
بیٹی	بیٹی	پوتا	پوتا
۲	۲	۱	۱

فرق ۲۔ بیٹے کی موجودگی میں پوتیاں محروم رہتی ہیں۔ اور پوتے کے سامنے محروم نہیں ہوتیں بلکہ پوتے کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اور جس قدر ایک پوتے کو ملتا ہے اس سے آدھا ہر ایک پوتی کو ملے گا۔

۵		
پوتا	پوتا	پوتی
۲	۲	۱

۲		
بیٹا	بیٹا	پوتی
۱	۱	م

(۴) جیسے کہ بیٹے کی موجودگی میں میت کے پڑپوتے اور پڑپوتیاں محروم رہتی تھیں اسی طرح پوتے کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

(۵) جب میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتے بالکل محروم رہ جاتے ہیں خواہ وہ پوتے اسی زندہ بیٹے کی اولاد ہوں جس نے باپ کی میراث لی ہے یا کسی دوسرے بیٹے کی اولاد ہوں جو مر گیا ہے۔

تنبیہ ۔میت کے بیٹے کے موجود ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ بیٹا وارث بھی ہو اور جو بیٹا کسی وجہ سے محروم الارث ہو گیا اس کا اعتبار ہی نہیں ۔ پس اگر عبدالرحمٰن کا کافر بیٹا موجود ہے اور پوتا مسلمان ہے تو پوتے کو حق ملے گا۔ علی ہذا القیاس اگر زید کے بیٹے نے باپ کو مار ڈالا تو بیٹا بوجہ قاتل ہونے کے محروم رہے گا لیکن پوتا میراث پائے گا کیونکہ کافر اور قاتل بیٹے کے موجود ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ۔ جب وہ وارث نہ رہا تو شرعاً گویا موجود ہی نہیں اس بات کو ہم نے مفصل تیسرے باب کی تیسری (۱) فصل میں ذکر کیا ہے بطور یاد دہانی کے یہاں پر ذکر کر دیا۔ اس کا ہر جگہ خیال

(۱) اور بعض جگہ حاشیہ وغیرہ پر۔۱۲

Marfat.com

رکھنا چاہیئے کہ چار امور مندرجہ فصل اول باب سوم کی وجہ سے جو وارث محروم ہوتے ہیں وہ گویا موجود ہی نہیں۔

عصبہ درجہ اول نمبر ۳ پڑپوتا

(۱) جب میت کے بیٹا اور پوتا کوئی نہ ہوتو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ مال باقی رہے گا وہ سب پڑپوتے کو مل جائے گا اور اگر بہت سے پڑپوتے ہوں گے وہ سب اس مال میں شریک ہو جائیں گے۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ پوتیاں ہوں تو وہ پڑپوتے کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی جیسے کہ پوتے کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جاتی تھی اور جس طرح وہاں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جاتا تھا یہاں بھی دیا جائے گا۔ (یہ بات پوتیوں کے حال میں گزر چکی ہے۔)

۳۔ اگر میت کی پڑپوتیاں بھی موجود ہوں تو پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی اور وہی للذکر مثل حظ الانثیین یعنی مرد کو عورت سے دوچند ملے گا۔

(۴) اگر میت کی پوتیاں بھی ہوں اور پڑپوتیاں بھی تو یہ سب پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی اور ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال دو حصہ مردوں کو اور ایک حصہ عورتوں کو ملے گا۔

۴	پڑپوتا	پوتی	پوتی	۴	پڑپوتا	پڑپوتی	پڑپوتی
	۲	۱	۱		۲	۱	۱

۴	پڑپوتا	پوتی	پڑپوتی
	۲	۱	۱

فرق۔ قاعدہ نمبر ۳، ۴ سے معلوم ہو گیا کہ پڑپوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جاتی ہیں اور مرد سے آدھا حصہ پاتی ہیں۔ بس پوتے اور پڑپوتے میں بھی فرق ہے کہ پوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم ہو جاتی ہیں اور پڑپوتے کے سامنے محروم نہیں ہوتیں۔

(۵) پڑپوتے کی موجودگی میں سکڑپوتے [1] اور سکڑپوتیاں محروم رہتی ہیں۔

(۱) یعنی پڑپوتے کا بیٹا بیٹی۔۱۲

Marfat.com

(۶) جب میت کا بیٹا پوتا موجود ہوتا ہے تو پڑپوتا بالکل محروم رہ جاتا ہے۔

عصبہ درجہ اول نمبر ۴ سکڑ پوتا۔

پوتے کے پوتے کو سکڑ پوتا کہتے ہیں یہ بھی درجہ اول کے عصبات میں داخل ہے لیکن چونکہ چوتھے نمبر پر ہے لہذا جب میت کے بیٹا پوتا۔ پڑپوتا۔ کوئی نہیں ہوتا تب اس کو میراث پہنچتی ہے اور ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ اس کو ملتا ہے اور اگر میت کا بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا کوئی بھی موجود ہو تو یہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ وہ اس سے قریب ہیں باقی حال اس کے بالکل پڑپوتے کی مانند ہیں۔

فرق۔ صرف یہ ہے کہ پڑپوتے کے سامنے سکڑ پوتیاں محروم رہتی ہیں اور سکڑ پوتے کی وجہ سے محروم نہیں ہوتیں بلکہ اس کے ساتھ مل کر سکڑ پوتیاں بھی عصبہ ہو جاتی ہیں بشرطیکہ بیٹا' پوتا پڑپوتا' کوئی موجود نہ ہو کیونکہ ان کی موجودگی میں سکڑ پوتے اور سکڑ پوتیاں سب محروم رہتی ہیں۔

چونکہ سکڑ پوتا۔ بہت کم لوگوں کے موجود ہوتا ہے لہذا اس کے حال کو ہم نے کسی قدر مختصر کر کے درجہ اول کے عصبات کو ختم کر دیا۔ اگر سکڑ پوتے کا بیٹا اور پھر اس کا بیٹا اور اسی طرح دس بیس پشت تک جتنے بیٹے پوتے نکلتے چلے جائیں سب درجہ اول ہی کے عصبات میں داخل ہوں گے اور جب ان سے مقدم کوئی موجود نہیں ہوگا تو میراث کے مستحق ہوں گے لیکن ہم نے حسب عادت چار پشت تک بیان کر کے چھوڑ دیا کیونکہ اس سے زیادہ فضول ہے کوئی ہی خوش قسمت ہوگا جس کی موت کے وقت سکڑ پوتا موجود ہو ورنہ آج کل تو وہ جوان موتیں ہوتی ہیں کہ بیٹا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا پوتا۔ پڑپوتا تو بڑی چیز ہے۔

فصل ۲۔ درجہ دوم کے عصبات (باپ۔ دادا۔ پڑدادا۔ سکڑ دادا وغیرہ)

درجہ اول کے عصبات کی موجودگی میں درجہ دوم کے وارثوں کو عصبہ ہونے کی وجہ سے بالکل کچھ نہیں ملتا۔ ہاں چونکہ یہ لوگ ذوی الفروض میں بھی داخل ہیں اس لئے درجہ اول کی موجودگی میں بھی ان کو چھٹا حصہ مل جاتا ہے (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول) اس درجہ کے عصبوں کو بھی ہم چار پشت تک چار نمبروں میں بیان کرتے ہیں۔

عصبہ درجہ دوم نمبر اول باپ

باپ کے حالات باب چہارم کی پہلی فصل میں مذکور ہو چکے ہیں مگر سہولت کے لئے یہاں بھی یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ باپ محروم بھی نہیں رہتا بلکہ۔

Marfat.com

(۱) اگر درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کی بیٹی ۔ پوتی ۔ پڑپوتی سکڑ پوتی بھی نہ ہو تو باپ کو وہ تمام ترکہ مل جاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے اس حالت میں باپ صرف عصبہ ہے ذوی الفروض میں سے نہیں (ملاحظہ ہو باب چہارم کی فصل اول کی حالت سوم)۔

(۲) اگر میت کے عصبات درجہ اول میں سے کوئی موجود نہ ہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ موجود ہو تو میت کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملے گا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے سے باقی رہے وہ بھی مل جائے گا۔ اس صورت میں باپ عصبہ بھی ہوا ذوی الفروض بھی (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول حالت نمبر۲)

(۳) جب درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود ہو تو باپ عصبہ نہ رہے گا۔ اور عصبہ ہونے کی وجہ سے اس کو کچھ نہ ملے گا بلکہ درجہ اول کے عصبات (بیٹا ۔ پوتا ۔ وغیرہ) اس کے حقدار ہوں گے۔ البتہ باپ محروم اس حالت میں بھی نہیں رہ سکتا بلکہ اپنا چھٹا حصہ پائے گا اور اس وقت صرف ذوی الفروض ہوگا۔

(۴) باپ کی موجودگی میں دادا ۔ پڑدادا ۔ سکڑ دادا وغیرہ ہر قسم کے حصہ سے محروم رہتے ہیں نہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے کچھ پاتے ہیں نہ عصبات ہونے کے لحاظ سے۔

دو باپ: فی الحقیقت کسی شخص کے نہیں ہو سکتے لیکن اگر کسی لڑکے پر دو آدمی دعویٰ کریں اور دونوں کا دعویٰ حسب قاعدہ شرعاً ثابت ہو جائے تو بوجہ ناواقفیت اور لاعلمی و مجبوری کے دونوں کو باپ سمجھا جاتا ہے ورنہ فی الواقع ایک جھوٹا ہوتا ہے ایسی حالت میں جب بیٹا مر جائے تو جو حصہ ایک باپ کے لئے مقرر تھا وہ دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا (اور اگر باپ پہلے مر جائیں تو یہ بیٹا ہر ایک باپ سے پوری میراث لے گا اور یہ دونوں شخص اس کے مستقل باپ سمجھے جائیں گے)۔

عصبہ درجہ دوم نمبر ۲/۶ [1] دادا

جب میت کا باپ زندہ نہ ہو تو دادا اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور اسی طرح میراث پاتا ہے جس طرح باپ پاتا تھا۔ یعنی

---

(۱) اگر صرف درجہ دوم کے عصبات کو شمار کریں تو نمبر دوم ہے۔ اور اگر ابتداء سے عصبات کو شمار کریں تو چھٹے نمبر پر ہے اس لیے نمبر ۲، ۶ ڈالے گئے اس طرح سب جگہ سمجھ لو۔

Marfat.com

(۱) جب درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کے بیٹی، پوتی، پڑپوتی، سکڑپوتی بھی نہ ہو تو دادا کو وہ تمام مال مل جاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے اس حالت میں دادا صرف عصبہ ہے ذوی الفروض میں سے نہیں (ملاحظہ ہو فصل دوم باب چہارم نمبر۳۔)

(۲) اگر میت کے عصبات درجہ اول میں سے کوئی موجود نہ ہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملے گا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی رہے گا وہ بھی ملے گا۔ (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل دوم نمبر۲) اس صورت میں دادا عصبہ بھی ہوا اور ذوی الفروض بھی۔

(۳) اگر درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی ایک (ذرا سا بچہ) بھی موجود ہو تو دادا عصبہ نہ رہے گا۔ اور عصبہ ہونے کی وجہ سے اس کو کچھ بھی نہ ملے گا (بلکہ عصبہ درجہ اول بیٹا پوتا وغیرہ مستحق ہوں گے) البتہ دادا محروم پھر بھی نہ ہوگا بلکہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ اس کو پہنچے گا۔ (بشرطیکہ باپ زندہ نہ ہو)

(۴) باپ کی موجودگی میں دادا ہر قسم کے حصے سے محروم رہے گا نہ ذوی الفروض ہونا کام آئے گا نہ عصبہ ہونے سے کچھ فائدہ ہوگا۔ اگر چہ باپ دادا دونوں درجہ دوم کے عصبات ہیں لیکن چونکہ باپ مقدم اور قریب ہے اور نمبر اول پر لکھا گیا ہے لہذا دادا سے مقدم ہو کر میراث حاصل کر لے گا۔

(۵) دادا کی موجودگی میں پڑدادا سکڑ دادا وغیرہ سب محروم رہیں گے۔

عصبہ درجہ دوم نمبر۳/ ۷ پڑدادا

(۱) اگر باپ اور دادا موجود نہ ہوں تو پڑدادا کا بالکل وہی حال ہے جو دادا کا۔ ابھی عنقریب بہت مفصل مذکور ہوا۔ یعنی دادا کے حال میں جو اول و دوم و سوم چہارم قاعدے لکھے گئے۔ وہی اس کے حال ہیں۔

(۲) دادا کی موجودگی میں پڑدادا بالکل محروم رہتا ہے اور اس سے اگلی پشت کے جو دادا ہوں (مثلاً سکڑ دادا الکڑ دادا ۴/ ۸ وغیرہ) وہ اس کی وجہ سے محروم ہیں گے۔

عصبہ درجہ دوم نمبر۴/ ۸ سکڑ دادا۔

دادا کے دادا کو سکڑ دادا کہتے ہیں اس کے حال بالکل پڑدادا کے مانند ہیں لیکن یہ پڑدادا کی موجودگی میں محروم رہتا ہے (چونکہ پڑدادا و سکڑ دادا بہت کم زندہ ہوتے ہیں لہذا اجمالاً بیان کیا گیا۔ آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جب باپ نہ ہو تو دادے اس کے قائم مقام ہوتے ہیں اور ان کی میراث کا حال

Marfat.com

بالکل وہی ہوتا ہے جو باپ کا ہوتا ہے اور دادوں میں جو مقدم اور قریب ہوتا ہے وہی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس سے پیچھے والے یعنی اوپر کی پشتوں کے دادا محروم رہتے ہیں لیکن باپ اور دادوں میں دو فرق بھی ہیں جن کو سمجھنا نہایت مفید ہے۔

فرق اول ۔اگر میت کے صرف ماں باپ اور زوجہ موجود ہوں تو زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں سے ماں کو ثلث ملے گا۔ اور اگر باپ کی جگہ کوئی دادا پڑدادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف ماں اور دادا اور زوجہ چھوڑی ہوں تو ماں کو کل ترکہ میں سے ثلث ملے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور شوہر اور اپنے ماں باپ چھوڑے اور کوئی وارث نہیں ہے تو شوہر کو نصف دینے کے بعد جو کچھ باقی رہا ہے اس میں ثلث ماں کو پہنچے گا اور اگر باپ کی جگہ دادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف شوہر اور ماں اور دادا یا پڑدادا چھوڑے ہوں تو ماں کو کل ترکہ میں سے ثلث ملے گا۔ غرض مذکورہ بالا صورتوں میں باپ موجود ہو تو ماں کو حصہ کم ملتا ہے اور اگر باپ نہ ہو اس کی جگہ کوئی دادا ہو تو ماں کو زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ کل مال میں سے تہائی دیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو باب ۴)

دوم ۔باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہوتی ہے۔
دادا کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتی خواہ دادا ہو یا پڑدادا یا سکڑ دادا (ملاحظہ ہو باپ دادا کا فرق باب چہارم)۔

درجہ دوم عصبات کا بیان یہاں تک ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح پانچویں چھٹی پشت تک لکڑ دادا اور پکڑ دادا تک اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا۔ خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو درجہ سوم کے عصبات ہرگز وارث نہ ہوں گے۔

فصل ۳: درجہ سوم کے عصبات (بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا۔ اس کا پوتا)

اگر درجہ اول و دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو درجہ سوم کے عصبات وارث ہوتے ہیں اور ان میں سے بھی جو مقدم اور قریب ہے اور زیادہ تعلق رکھنے والا ہے اس کے سامنے بعید درجہ کا عصبہ اور کم تعلق رکھنے والا محروم ہو جائے گا۔ ہر ایک کا مفصل حال ملاحظہ کرو۔

عصبہ درجہ سوم نمبر اول/ ۹ حقیقی بھائی۔

(۱) اگر درجہ اول و دوم کے عصبوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ذی الفروض کے بعد جو کچھ ترکہ

Marfat.com

باقی رہے [1] وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے بھائی کو مل جاتا ہے (اور کوئی بھی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال بھائی کو مل جائے گا)

(۲) اگر حقیقی بھائی دو چار پانچ دس ہوں تو جو کچھ ترکہ ان کو ملا ہے وہ سب اس میں شریک رہیں گے اور باہم تقسیم کریں گے۔

(۳) اگر میت کی ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں بھی ہوں تو وہ بھی بھائی کے ساتھ شامل ہو کر عصبہ ہو جائیں گے اور وہی **للذکر مثل حظ الانثیین** کا قاعدہ جاری ہوگا۔

(ملاحظہ کریں ذوی الفروض کی فصل نہم و دہم)

(۴) درجہ اول و دوم کے عصبات کے سامنے درجہ سوم کے عصبات یعنی ہر قسم کے بھائی بہن محروم رہتے ہیں۔

(۵) جب حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی اور علاتی بہنیں محروم رہیں گے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۲/ ۱۰ علاتی بھائی

علاتی بھائی اسے کہتے ہیں جو صرف باپ میں میت کا شریک ہو۔ ماں دونوں کی جدا ہو چونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی اور دہری قرابت ہے لہذا یہ اس سے پیچھے رکھا گیا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ۔

(۱) جب درجہ دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو اور تیسرے درجہ میں حقیقی بھائی بھی کوئی نہ ہو۔ تو علاتی بھائی کو وہ تمام ترکہ ملتا ہے جو ذوی الفروض [1] سے باقی رہ گیا ہے

(۲) اگر علاتی بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس میں مساوی درجہ کے شریک ہو کر برابر تقسیم کر لیں گے۔

(۳) اگر میت کی علاتی بہنیں بھی موجود ہوں تو وہ بھی علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گے اور ہر ایک بہن کو بھائی سے نصف حصہ ملے گا۔

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی محروم رہے گا۔ کیونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی ہے

۱۔ باقی رہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ذوی الفروض موجود ہوں اور ان کو حصہ دیا جائے اور کچھ مال باقی رہ جائے دوسرے یہ کہ کوئی ذوی الفروض زندہ ہی نہ ہو تو کل مال باقی رہ جائے گا۔ فقولنا وان لم یکن من ذات الفروض الخ تصریح لما علم ضمنا ۱۲ منہ۔

Marfat.com

وہ اس سے مقدم ہے چنانچہ عنقریب بیان اس کا گزرا۔
(۵) اگر میت کا حقیقی بھائی کوئی نہ ہو لیکن میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہے تو بھی علاتی بھائی (اور بہنیں) محروم رہیں گی۔ جو کچھ ذوی الفروض کے بعد باقی رہے گا وہ حقیقی بہن کو عصبہ ہونے کے سبب سے ملے گا (ملاحظہ ہو حقیقی بہن کی میراث کا حال)۔
حقیقی بہن اس صورت میں میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہو گئی ہے اور قوی علاقہ اور قرابت رکھتی ہے لہذا علاتی سے مقدم ہے۔
(۶) جب علاتی بھائی موجود ہو تو حقیقی بھتیجا محروم رہتا ہے۔ کیونکہ بھائی قریب ہے اگرچہ علاتی ہے اور بھتیجے کا درجہ بعید ہے۔
فائدہ۔ اخیافی بھائی کا اس باب میں کہیں ذکر نہیں آئے گا کیونکہ وہ عصبات میں شامل نہیں ذوی الفروض میں داخل ہے اور اس کی اولاد بھی عصبہ نہیں بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام میں شریک ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۳/۱۱ حقیقی بھتیجا (یعنی حقیقی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی اور علاتی بھائی کوئی نہ ہو تو حقیقی بھائی کا بیٹا اس تمام مال کا مستحق ہوگا جو ذوی الفروض کے حصے لگا دینے کے بعد باقی رہا ہے۔
(۲) اگر دو[1] چار حقیقی بھتیجے ہوں تو وہ سب اس مال میں شریک ہو کر بحصہ مساوی تقسیم کر لیں گے۔
(۳) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنیں موجود ہوں تو بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں ہوں گی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہیں گی۔ (کیونکہ بہنیں صرف بھائی کے ساتھ یا میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں (ملاحظہ ہو ذوی الفروض میں ہمشیروں کا حال)
(۴) اگر میت کے کوئی حقیقی یا علاتی بھائی موجود ہو (یا درجہ اول و دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو) تو بھتیجا بالکل محروم رہ جائے گا۔ اور اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن دونوں موجود ہوں تب بھی یہ محروم ہے۔
(۵) بھتیجیاں خواہ حقیقی بھائی کی بیٹیاں ہوں یا علاتی کی یا اخیافی کی عصبات میں داخل نہیں اور نہ ذوی الفروض ہیں بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام میں داخل ہیں وہاں ان کا بیان آئے گا۔

۱۔ خواہ وہ بھتیجے ایک بھائی کے لڑکے ہوں یا کئی بھائیوں کے بیٹے ہوں ۱۲ منہ۔

Marfat.com

(۶) جب تک حقیقی بھتیجا موجود ہو علاتی بھائی کے بیٹے کو بالکل میراث نہیں پہنچ سکتی۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۴/۱۲ علاتی بھتیجا (یعنی علاتی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کے حقیقی بھائی اور بھتیجا اور علاتی بھائی نہ ہو تو علاتی بھائی کے بیٹے کو وہ سب مال ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی رہے اور اگر علاتی بھائی کے دو چار بیٹے ہوں تو وہ سب اس مال میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہوں گے خواہ وہ سب بیٹے ایک علاتی بھائی کے ہوں یا کئی علاتی بھائیوں کے بیٹے ہوں۔

(۲) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو علاتی بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں بن جائیں گی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہیں گی۔ (ملاحظہ ہو باب ۴ فصل ۹، ۱۰)

(۳) اگر میت کی بیٹی بھی موجود ہو اور حقیقی بہن بھی تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہے گا۔

(۴) اگر درجہ اول یا درجہ دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو یا میت کا حقیقی یا علاتی بھائی یا حقیقی بھتیجا موجود ہو تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

(۵) جب تک یہ علاتی بھتیجا موجود ہو گا نہ حقیقی بھائی کے پوتوں کو کچھ ملے گا نہ علاتی بھائی کے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۵/۱۳ حقیقی بھائی کا پوتا (یعنی بھتیجے کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی بھائی بھتیجا اور علاتی بھائی بھتیجا کوئی نہ ہو تب حقیقی بھائی کا پوتا عصبہ ہونے کی وجہ سے وہ سب مال میراث میں پاتا ہے جو ذوی الفروض کے حصے پورے مل جانے کے بعد باقی رہے۔ اگر حقیقی بھائی کے چند پوتے ہوں تو سب اس میں برابر شریک رہیں گے۔ خواہ ایک بھائی کے پوتے ہوں یا کئی بھائیوں کے۔

فائدہ۔ میت کی بہنیں اس کے ساتھ مل کر عصبہ نہ ہوں گی بدستور ذوی الفروض رہیں گی۔

(۲) اگر میت کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجا یا علاتی بھائی یا اس کا بیٹا موجود ہو تو بھائی کا پوتا محروم رہتا ہے کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب اور مقدم ہیں۔

(۳) جب تک حقیقی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے علاتی بھائی کے پوتے کو کچھ نہیں مل سکتا اور نہ کسی بھائی کے پڑپوتے کو حق پہنچ سکتا ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۶/۱۴ علاتی بھائی کا پوتا۔

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی اور اس کا بیٹا اور اس کا پوتا اور علاتی بھائی اور بھتیجا موجود نہ ہوں تو علاتی بھائی کے پوتے کو وہ تمام مال و ترکہ مل جائے گا جو ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد

Marfat.com

باقی رہ گیا ہے اگر علاتی بھائی کے چند پوتے ہوں وہ سب اس میں شریک رہیں گے اور برابر تقسیم کر لیں گے خواہ ایک علاتی بھائی کے پوتے ہوں یا مختلف علاتیوں کے۔

(۲) اگر میت کی حقیقی بہن اور بیٹی موجود ہو تو علاتی بھائی کا پوتا محروم رہ جائے گا (جیسا کہ خود علاتی بھائی اور ہر قسم کے بھتیجے میت کی بیٹی اور حقیقی ہمشیرہ کے اکٹھے ہونے کی وجہ سے محروم ہو جاتے تھے (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل ۹ اور عصبہ درجہ سوم نمبر ۲)

(۳) اگر میت کے حقیقی بھائی بھتیجا بھتیجے کا بیٹا یا علاتی بھائی یا اس کا بیٹا موجود ہو تو یہ (علاتی بھائی کا پوتا) محروم رہے گا کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب یا قوی علاقہ رکھنے والے ہیں۔

(۴) جب تک علاتی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے کسی قسم کے بھائی کے پڑپوتوں کو حق نہیں پہنچ سکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۷/ ۱۵ حقیقی بھائی کا پڑپوتا۔

(۱) اس کے حالات بالکل حقیقی بھائی کے پوتے کے مانند ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ علاتی بھائی کے پوتے کے سامنے محروم ہے اور حقیقی بھائی کا پوتا محروم نہیں تھا۔

(۲) جب تک حقیقی بھائی کا پڑپوتا موجود ہوتا ہے علاتی بھائی کے پڑپوتے کو کچھ میراث اور حصہ نہیں مل سکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۸/ ۱۶ علاتی بھائی کا پڑپوتا۔

(۱) اس کے حالات بالکل علاتی بھائی کے پوتے کی مانند ہیں

فرق: بس اتنا ہے کہ علاتی بھائی کا پوتا حقیقی بھائی کے پڑپوتے سے مقدم تھا اور حقیقی بھائی کے پڑپوتے کو محروم کر دیتا تھا یہ خود ہی حقیقی بھائی کے پڑپوتے کے سامنے محروم ہو جاتا ہے۔

(۲) جب تک حقیقی یا علاتی بھائی کا پڑپوتا موجود رہتا ہے کسی بھائی کے سکڑ پوتے کو حصہ اور میراث نہیں مل سکتی نہ حقیقی بھائی کے سکڑ پوتے کو نہ علاتی بھائی کے اور نہ ان سے نیچے درجے کے عصبات کو کیونکہ جو قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور پڑپوتا بہ نسبت سکڑ پوتوں وغیرہ کے بہت قریب ہے۔

یہاں تک درجہ سوم کے عصبات کی چار پشت تک آٹھ عصبات ختم ہو گئے۔ اسی طرح حقیقی اور علاتی بھائیوں کے لکڑ پوتے اور ڈھکڑ پوتے جہاں تک نکالتے چلے جائیں سب درجہ سوم ہی کے عصبات میں داخل رہیں گے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود ہو گا درجہ چہارم کے عصبات کو ہرگز میراث نہ ملے گی۔

Marfat.com

یاددہانی۔ یہ بات پہلے عرض کردی گئی تھی کہ کسی شخص کے موجود ہونے کا جب اعتبار ہے کہ وہ شرعاً وارث سمجھا گیا ہو اور قتل و کفر و غلامی وغیرہ کی وجہ سے محروم الارث نہ سمجھا گیا ہو۔ پس اگر اوپر کے قریب درجہ میں کوئی کافر یا قاتل عصبہ موجود ہے تو نیچے والا عصبہ محروم نہ رہے گا کیونکہ قریب درجہ والا جب شرعاً میراث سے محروم ہوگیا تو یوں سمجھو کہ وہ گویا بالکل ہی موجود ہی نہیں۔

فصل ۴۔ درجہ چہارم کے عصبات (چچا' چچا کا بیٹا' پوتا' پڑپوتا باپ کا چچا' اس کے بیٹے پوتے دادا کا چچا اس کے بیٹے پوتے وغیرہ)

جب درجہ اول و دوم و سوم کے عصبات میں سے کوئی ایک متنفس بھی موجود نہ ہو تب درجہ چہارم والے عصبات وارث ہوتے ہیں یہ ایسے بے ضرر وارث [(۱)] ہیں کہ ان کی وجہ سے کسی ذوی الفروض کے حصے کو خدا تعالیٰ نے کم نہیں کیا البتہ اگر ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اور اول دوم سوم درجہ کے عصبوں میں سے کوئی موجود بھی نہ ہو تو ان درجہ چہارم کے عصباب میں سے جو شخص میت سے زیادہ قریب علاقہ رکھتا ہوگا وہ اس باقی ماندہ مال کو لے گا۔ اور اگر دو چار عصبات بالکل برابر رتبہ رکھتے ہوں یعنی میت سے سب کا علاقہ یکساں اور مساوی ہو تو اس مال میں وہ باہم شریک رہیں گے اور تقسیم کرلیں گے اب درجہ چہارم کے عصبات کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر اول۔ ۱۷ حقیقی چچا (یعنی باپ کا حقیقی بھائی خواہ باپ سے بڑا ہو [(۲)] یا چھوٹا۔

(۱) جب کسی میت کے تین درجے کے عصبات میں کوئی موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ چچا کو مل جائے گا۔ اگر دو چار چچا ہوں تو سب [(۳)] باقی ماندہ ترکہ میں شریک ہوں گے اور باہم تقسیم کرلیں گے۔

۱۔ اس وصف میں درجہ سوم والے بھی شریک ہیں ۱۲۔

۲۔ عرف میں باپ کے چھوٹے بھائی کو چچا کہتے ہیں بڑے بھائی کو بعض جگہ بڑے ابا اور بڑا باپ کہتے ہیں اور نواح سہارنپور میں تایا کہتے ہیں لیکن یہاں چچا سے مراد ہے باپ کا بھائی۔ بڑا چھوٹا ہونے کی وجہ سے عصبہ اور وارث ہونے میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور دونوں کو عربی میں عم کہتے ہیں ۱۲۔

۳۔ ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہے یا کوئی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال باقی رہے ۱۲۔

Marfat.com

ف (۱)۔ اگر چچا کے ساتھ چچا کی بہن یعنی میت کی پھوپھی بھی موجود ہو تو وہ عصبہ نہ ہو گی بلکہ محروم رہے گی کیونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہے اور ذوی الارحام کو اس وقت ملتا ہے کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو یہاں چونکہ چچا عصبہ موجود ہے لہذا پھوپھی محروم ہو گی۔

ف (۲) _ چچا کی زوجہ (یعنی چچی) کو میراث نہیں ملتی کیونکہ اس سے نسبی علاقہ نہیں ہے البتہ اگر چچی کسی دوسرے رشتہ اور قرابت سے کبھی وارث ہو جائے تو حصہ پا سکتی ہے مثلا ایک عورت میت کی چچی بھی ہے اور والدہ بھی ہے تو والدہ ہونے کے علاقہ سے میراث پائے گی اس بحث کو ہم نے تیسرے باب کی چوتھی فصل کے قاعدہ چہارم میں بخوبی لکھ دیا ہے۔

(۲) جب تک حقیقی چچا موجود ہوتا ہے علاتی چچا کو میراث نہیں مل سکتی

(عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲/ ۱۸ علاتی چچا (یعنی باپ کا علاتی بھائی)

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کی مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے سامنے یہ محروم رہتا ہے۔ (۲) جب تک علاتی چچا موجود ہوتا ہے نہ حقیقی چچا کے بیٹے کو حصہ مل سکتا ہے یہ علاتی بیٹے کو۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۳/ ۱۹ حقیقی چچا کا بیٹا (۱) اگر درجہ اول و دوم وسوم کے وارثوں میں سے کوئی موجود نہ ہو اور حقیقی و علاتی چچا بھی موجود نہ ہوں تو باپ کے حقیقی بھائی کا بیٹا وارث ہو گا اور وہ تمام مال واسباب جو میت کے ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہا (۱) ہے۔ اس کو پہنچے گا اگر چچا کے دو چار بیٹے ہوں تو وہ سب اس مال میں شریک ہوں گے خواہ ایک حقیقی چچا کے بیٹے ہوں یا کئی حقیقی چچاؤں کے۔

(۲) چچا کی بیٹیاں اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں ہوتیں بلکہ محروم رہتی ہیں کیونکہ ذوی الارحام درجہ چہارم کی قسم دوم میں آئندہ ان کا بیان ہو گا۔

(۳) جب حقیقی چچا کا بیٹا موجود ہوتا ہے علاتی ۳ چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۴/ ۲۰ علاتی چچا کا بیٹا۔

(۱) اس کا حال حقیقی چچا کے بیٹے کی مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے بیٹے کے سامنے یہ علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

۱۔ درجہ چہارم سے شمار کریں تو یہ نمبر دوم پر ہے اور اگر ابتداء سے عصبات مذکورہ کو شمار کریں تو یہ اٹھارہ نمبر پر ہے اسی لحاظ سے آئندہ بھی جا بجا نمبر لکھے گئے ہیں پہلے بھی یہ بات جتلا دی گئی ہے۔ ۲۱۔ ۲۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل مال ۱۲ ۳۔ ہم نے جا بجا اختصار کے لیے علاتی چچا کہہ دیا ہے مطلب یہ ہے کہ باپ کا علاتی بھائی ۱۲۔

Marfat.com

(۲) جس وقت علاتی چچا کا بیٹا موجود ہوتا ہے کسی چچا کے پوتوں کو میراث نہیں مل سکتی خواہ وہ حقیقی چچا کے پوتے ہوں یا علاتی چچا کے پوتے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۵/۲۱ حقیقی چچا کا پوتا۔

(۱) جبکہ عصبات درجہ اول و دوم و سوم میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کا نہ کوئی حقیقی چچا ہو نہ اس کا بیٹا نہ علاتی چچا ہو نہ اس کا بیٹا اس وقت حقیقی چچا کا پوتا اس مال کا وارث ہوگا۔ جو ذوی الفروض کے حصے پورے لگا دینے کے بعد باقی رہے۔ اگر چچا کے پوتے ایک سے زیادہ ہوں تو وہ اس مال کو باہم برابر تقسیم کرلیں خواہ ایک باپ کی اولاد ہوں یا کئی باپوں کی۔

مثال ا: زید کا چچا زاہد اور زاہد کا بیٹا ناعم یہ دونوں مر گئے لیکن ناعم کے بیٹے زید کی وفات کے وقت موجود ہیں تو یہ سب عصبہ ہوں گے اور ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال کو باہم برابر تقسیم کرلیں گے۔

دوم زید کا چچا عمر ہے اس کے دو بیٹے ہیں ولید اور خالد۔ ولید کے بھی بیٹے ہیں۔ اور خالد کے بھی اب اگر زید کا انتقال ہوا اور اس کے سامنے عمر' ولید' خالد سب مر گئے ہوں تو زید کے چچا کے پوتے یعنی ولید و خالد کے سب بیٹے اس کے وارث ہوں گے حالانکہ سب ایک باپ سے نہیں ہیں بلکہ کچھ خالد کی اولاد ہیں کچھ ولید کی۔

(۲) جب تک حقیقی چچا کا پوتا موجود ہوگا علاتی چچا کے پوتے کو میراث نہیں ملے گی۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۶/۲۲ علاتی چچا کا پوتا۔

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے پوتے کی مانند ہے فرق یہ ہے کہ حقیقی چچا کے پوتے کے سامنے یہ محروم رہ جاتا ہے وہ اس سے مقدم ہے کیونکہ اس کے دادا کو میت کے باپ سے علاقہ اور رشتہ مضبوط حاصل ہے۔

(۲) جب تک یہ علاتی چچا کا پوتا موجود ہوگا کسی چچا کے پڑپوتے کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ پوتے کا درجہ قریب ہے پڑپوتا اس سے نیچے ہے لہذا پوتے کے سامنے محروم رہے گا۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۷/۲۳ حقیقی چچا کا پڑپوتا۔

(۱) جب حقیقی و علاتی چچا اور ان کے بیٹے پوتے موجود نہ ہوں تو حقیقی چچا کا پڑپوتا وارث ہوتا ہے

(۲) جب ان لوگوں میں سے کوئی موجود ہو تو یہ محروم رہتا ہے

(۳) جب تک یہ موجود رہتا ہے علاتی چچا کے پڑپوتے کو حق نہیں پہنچتا۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۸/۲۳ علاتی چچا کا پڑپوتا۔

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے پڑپوتے کی مانند ہے فرق اس قدر ہے کہ یہ اس کے سامنے محروم رہتا ہے

(۲) جب تک چچا کے پڑپوتے موجود ہوں سکڑپوتوں کو کچھ نہیں مل سکتا خواہ حقیقی چچا کے ہوں یا علاتی کے۔ اسی طرح دس بیس پشت بلکہ زیادہ تک بیٹے پوتے نکلتے چلے جاتے ہیں اور قریب کے سامنے بعید محروم رہتے ہیں۔ لیکن ہم نے حسب عادت چار پشت تک بیان کر کے چھوڑ دیا جب حقیقی اور علاتی چچا بھی نہ ہوں اور ان کے بیٹے پوتے بھی کسی درجہ میں نہ ہوں تو اب پڑدادا کی اولاد کے عصبوں کے وارث ہونے کا وقت آتا ہے یعنی باپ (۱) کے حقیقی اور علاتی چچا اور پھر ان کی اولاد وارث ہوتی ہے یہ سب بھی جہاں تک نکلتے چلے جائیں گے درجہ چہارم ہی میں شمار ہوں گے۔ ان میں سے ہم بلاضرورت چار پشت تک مجملاً ذکر کرتے ہیں۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۹، ۱۰/ ۲۵، ۲۶ باپ کا حقیقی و علاتی چچا۔

(یعنی دادا کا حقیقی بھائی اور علاتی بھائی)

(۱) جب مذکورۂ سابقہ وارث جو ان سے مقدم اور قریب ہیں موجود نہ ہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کے سامنے علاتی چچا محروم رہے گا۔

(۲) جب ان سے پہلا کوئی وارث موجود ہوگا تو یہ محروم ہوں گے اور جب ان میں سے کوئی موجود ہوگا تو ان سے نیچے درجہ والے محروم ہوں گے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۱، ۱۲/ ۲۷، ۲۸ میت کے باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا اور علاتی چچا کا بیٹا

(۱) جب ان سے اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا مقدم ہے اس کے سامنے علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

(۲) اگر باپ کا حقیقی یا علاتی چچا موجود ہوگا تو یہ محروم رہیں گے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۳، ۱۴/ ۲۹، ۳۰ میت کے باپ کے حقیقی چچا کا پوتا اور علاتی چچا کا پوتا (۲)

---

(۱) پہلے جن کا ذکر گزرا وہ میت کے چچا تھے اب میت کے باپ کے چچاؤں کا حال ہے۔

(۲) پڑپوتوں کا حال یہاں خلاف عادت اختصار کے لیے چھوڑ دیا مگر نقشہ میں لکھا گیا ہے۔

Marfat.com

جب اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ عصبہ ہو کر ذوی الفروض سے باقی ماندہ سب مال لیں گے ان میں بھی باہم وہی پہلا فرق ہے کہ حقیقی کے سامنے علاتی محروم ہے۔

اسی طرح دور تک باپ کے چچا کے پڑپوتے اور سکڑ پوتے اور ان کے بیٹے اور پوتوں کا سلسلہ چلے گا۔ لیکن ہم نے اس لئے چھوڑ دیا کہ خواہ مخواہ معین کا ذہن پریشان ہوگا۔

اگر باپ کے چچا اور ان کی اولاد کا بھی وجود نہ رہے تو دادا کے چچا اور ان کی اولاد کو حق میراث پہنچتا ہے اور دور تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور جہاں تک نکلتے ہیں سب درجہ چہارم ہی کے عصبات کہلاتے ہیں لیکن جو لوگ میت سے علاقہ قریب رکھتے ہیں وہ مقدم ہیں ان کے سامنے بعید علاقہ والے محروم ہوتے ہیں یعنی جو لوگ میت کی اول پشت میں شریک ہیں ان کے سامنے دوسری پیڑھی کے شریک محروم رہیں گے۔ مثلاً جو لوگ دادا میں شریک ہیں وہ چچا ہیں اور ان کی اولاد۔ یہ چونکہ قریب ہیں لہذا ان سب کے سامنے باپ کے چچا اور ان کی اولاد محروم رہیں گے کیونکہ وہ پڑدادا میں شریک ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی دسویں بیسویں ہزارویں پشت میں بھی شریک ہوگا وہ عصبہ ہی کہلائے گا۔ لیکن اگر کوئی اس سے قریب کی پشت میں شریک موجود ہوگا تو بعید والا محروم ہوگا۔

یہ بات جابجا مکرر سہ کرر اس قدر وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے کہ معمولی سمجھ کے آدمی کو بھی شبہ نہیں رہ سکتا کہ جب تک اوپر کے درجے والے موجود ہوں گے نیچے والے محروم رہیں گے اور پھر ہر درجہ میں جو اول نمبر ہے اس کے سامنے دوم نمبر کا عصبہ محروم رہے گا اور اسی طرح تیسرے کے سامنے چوتھا اور پانچواں وغیرہ چنانچہ ہر ایک عصبہ کے حال میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے لیکن چونکہ عصبات کا بیان بوجہ نہایت تفصیل اور تکرار عبارت کے بہت طویل ہو گیا ہے جس کا ذہن میں حاضر کرنا دشوار ہے۔ لہذا ایک فہرست مختصر اور واضح چار پشت تک لکھی جاتی ہے جس سے بہت آسانی سے معلوم ہو جائے گا کہ کون مقدم ہے اور کس کے سامنے کون عصبہ محروم رہتا ہے اگر نقشے کے کسی نمبر کے سمجھنے میں دقت ہو تو اسی نمبر کے عصبہ کا حال مفصل بیان میں ملاحظہ کر لیجئے شک جاتا رہے گا۔

واللہ ولی التوفیق ولہ الحمد والنعمۃ

Marfat.com

نقشہ نمبر ۳ فہرست عصبات بنفسہ ترتیب وار تا چہار پشت بہ قید درجہ و نمبر سلسلہ وار مع کیفیت مختصر

درجہ نمبر	نمبر خاص	نمبر سلسلہ وار	نام رشتہ عصبہ کا	حالت کیفیت
درجہ اول	۱	۱	میت کا بیٹا	یہ تمام عصبوں سے مقدم ہے خود کبھی محروم نہیں ہوتا اس کے سامنے باقی ۳۲ نمبر تک نیچے کے سب نمبر اس کے سامنے محروم ہیں۔ میت کی بیٹیاں اس کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں۔
	۲	۲	میت کا پوتا	نیچے کے سب نمبر اس کے سامنے محروم ہیں نمبر اول کے سامنے یہ خود محروم رہتا ہے
	۳	۳	میت کا پڑپوتا	نمبر اول و دوم کے سامنے خود محروم۔ نیچے کے نمبر اس کے سامنے سب محروم
	۴	۴	میت کا سکڑ پوتا	نیچے والے اس کے سامنے محروم اوپر والوں کے سامنے خود محروم۔
درجہ دوم	۱	۵	میت کا باپ	اوپر والوں کے سامنے عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ پائے گا۔ البتہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ مقررہ ملے گا۔
	۲	۶	میت کا دادا	اپنے سے پہلے نمبر ون کے سامنے عصبات کے حق سے محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم

درجہ دوم	۳ ۴	۷ ۸	میت کا پڑدادا میت کا سکڑدادا	اوپر والوں کے سامنے عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ پائے گا البتہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ مقررہ ملے گا۔
درجہ سوم	۱	۹	میت کا حقیقی بھائی	بہن موجود ہو تو اس کے ساتھ عصبہ ہو جائے گی۔
درجہ سوم	۲	۱۰	میت کا علاتی بھائی	اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہو تو محروم ہے علاتی بہن اس کے ساتھ عصبہ ہو گی۔
درجہ سوم	۳	۱۱	حقیقی بھائی کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم۔
درجہ سوم	۴	۱۲	علاتی بھائی کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
درجہ سوم	۵	۱۳	حقیقی بھائی کا پوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۶	۱۴	علاتی بھائی کا پوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۷	۱۵	حقیقی بھائی کا پڑپوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۸	۱۶	علاتی بھائی کا پڑپوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
درجہ چہارم	۱	۱۷	حقیقی چچا یعنی باپ کا حقیقی بھائی	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۲	۱۸	باپ کا علاتی بھائی	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم

	۳	۱۹	حقیقی چچا کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۴	۲۰	علاتی چچا کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۵	۲۱	حقیقی چچا کا پوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۶	۲۲	علاتی چچا کا پوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۷	۲۳	حقیقی چچا کا پڑپوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
درجہ چہارم	۸	۲۴	علاتی چچا کا پڑپوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۹	۲۵	باپ کا حقیقی چچا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۱۰	۲۶	باپ کا علاتی چچا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۱۱	۲۷	باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۱۲	۲۸	باپ کے علاتی چچا کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۱۳	۲۹	باپ کے حقیقی چچا کا پوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۱۴	۳۰	باپ کے علاتی چچا کا پوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم

Marfat.com

	۱۵	۳۱	باپ کے حقیقی چچا کا پڑپوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۱۶	۳۲	باپ کے علاتی چچا کا پڑپوتا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم

اس نقشہ میں ایک نمبر تو خاص ہر ایک درجہ کا ڈالا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ وارث خاص اپنے درجہ میں کس نمبر پر ہے مثلاً اگر شروع سے شمار کریں تو حقیقی بھائی کا پوتا نمبر ۱۳ پر ہے لیکن خاص درجہ سوم کے لحاظ سے دیکھیں تو پانچویں نمبر پر ہے لیکن اس نمبر سے ناواقف لوگوں کو زیادہ فائدہ نہ ہوگا عام فہم نمبر دوسرا ہے یعنی نمبر سلسلہ وار اسی نمبر کے لحاظ سے یہ پختہ اور قطعی قاعدہ سمجھ لو کہ اس نقشہ میں جس قدر عصبات لکھ دیئے ہیں ان میں سے جب تک پہلے نمبر والا موجود ہوگا پچھلے نمبر والے کو کچھ حق نہیں پہنچے گا [(۱)] ۔ مثلاً جب نمبر ۴ والا موجود ہے تو نمبر ۵ سے ۳۲ تک سب محروم ہیں اسی طرح جب نمبر ۱۴ موجود ہے تو ۱۵ سے ۳۲ تک سب محروم ہیں ۔ یہ ممکن ہے کہ ان ۳۲ عصبات مندرجہ نقشہ کے علاوہ کوئی جدید عصبہ دور کے سلسلہ کا نکل آوے مثلاً نمبر ۱۶ کے بعد علاتی بھائی کے پوتے کا پوتا موجود ہو اور وارث ہو جائے اور نمبر ۱۷ کو حصہ نہ ملنے دے لیکن یہاں جس قدر لکھ دیئے گئے ہیں (اور عموماً چار پشت تک لکھے ہیں) ان میں ممکن نہیں کہ اوپر والا موجود ہو اور نیچے والوں کو حصہ مل جائے مثلاً یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ نمبر دس کی موجودگی میں نمبر ۱۱ او ۱۲ وغیرہ کو کچھ مل جائے ۔ پس یہ یقینی قاعدہ یاد رکھو کہ اس نقشہ میں لکھے ہوئے عصبات میں سے جب تک اوپر والا موجود ہوگا نیچے کے نمبروں کو ہرگز کچھ حق نہ پہنچے گا ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

ا ۔ یعنی عصبہ ہونے کے لحاظ سے کچھ نہ ملے گا باپ دادا اگر ذوی الفروض بن کر چھٹا لیں تو مضائقہ نہیں ۱۲ ۔

وغیرہ کو کچھ مل جائے پس یہ یقینی قاعدہ یاد رکھو کہ اس نقشہ میں لکھے ہوئے عصبات میں سے جب تک اوپر والا موجود ہوگا نیچے کے نمبروں کو ہرگز کچھ حق نہ پہنچے گا واللہ اعلم بالصواب ۔

Marfat.com

چھٹا باب ذوی الارحام کا بیان

یہ بحث نہایت دشوار اور عام لوگوں پر اس کا سمجھنا مشکل ہے اور ضرورت بھی کم پڑتی ہے اس لئے کہ ابھی بیان ہوا ہے کہ کوئی نہ کوئی عصبہ ہر میت کا ضرور موجود ہوتا ہے۔ پہلی دوسری دسویں بیسیوں پشت کا شریک اگر موجود بھی نہ ہو تو ایسا کون شخص ہے جس کے پچاس ساٹھ سو دو سو اوپر کی پشت میں بھی کوئی شریک ہے نہ ہو دیکھو جتنے سید ہیں سب آخری علی رضی اللہ عنہ پر جا کر مل جاتے ہیں کیونکہ سب آپ کی اولاد میں اسی طرح جتنی صدیقی شیخ ہیں سب کا سلسلہ نسب ابوبکرؓ پر جا کر پہنچتا ہے۔ علی ہذالقیاس فاروقیوں کا عمر رضی اللہ عنہ پر لیکن چونکہ یہ معلوم ہونا دشوار ہوتا ہے کہ کون شخص کس پشت میں شریک ہے اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ عصبہ کوئی موجود ہی نہیں۔ ایسی صورت میں ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ ان وجوہ سے مناسب تو یہی تھا کہ ذوی الارحام کے بیان کو ہم بالکل چھوڑ دیتے لیکن چونکہ وارثوں کی اقسام میں بندہ نے ان کا ذکر کر دیا تھا اور فرائض میں یہ ایک مستقل بحث ہے اس لئے اس کا ذکر بالکل چھوڑنا گوارا نہ ہو۔ پھر باوجود ارادہ اختصار کے یہ بیان بہت طویل ہو گیا

باب چہارم کے مقدمہ میں وارثوں کی اقسام میں فقیر نے بتلایا تھا کہ ذوی الارحام (۱) وہ وارث ہیں کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہ ہوں اور عصبہ بھی کوئی نہ ہو تو ان کو میراث پہنچے کیونکہ اگر عصبہ موجود ہے تو ذوی الفروض سے بچا ہوا وہ لے گا اور اگر عصبہ کوئی نہیں تو ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہے گا وہ دوبارہ حصہ رسد انہیں پر تقسیم کر دیا جائے گا (ملاحظہ ہو باب ہفتم فصل سوم)

ہاں جب ذوی الفروض ایسے مہربان ہیں کہ ان کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ پہنچ سکتا ہے وہ زوجہ اور شوہر ہیں۔ یعنی اگر کسی میت کے صرف زوجہ باقی رہے اور اس کے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہ ہو تو اس کی وجہ سے ذوی الارحام محروم نہ ہوں گے بلکہ اس کو چوتھا حصہ دے کر باقی مال ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔

علی ہذالقیاس اگر صرف شوہر موجود ہو تو وہ ذوی الارحام کے حصہ میں خلل انداز نہ ہو گا بلکہ نصف

۱۔ تفہیم عوام کے لئے تعریف میں تسامح کیا گیا نیز اس لئے کہ مغائرت خود معلوم ہو رہی ہے۔

Marfat.com

اپنا حق لے کر باقی ذوی الارحام کے لئے چھوڑ دے گا۔

غرض عصبات تو سب ایسے ہیں کہ ذوی الارحام ان کے سامنے حصہ اور میراث نہیں پا سکتے اور منجملہ بارہ ذوی الفروض کے دس ذوی الفروض بھی ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوگا تو ذوی الارحام کا کچھ حق نہ ہوگا۔ اور دو ایسے ہیں کہ ان کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام میراث پا سکتے ہیں۔

قاعدہ اول۔ عصبات کی طرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں اور جب تک اول درجے والے موجود ہوتے ہیں دوم درجہ والوں کو میراث نہیں ملتی اسی طرح دوم درجہ کی موجودگی میں سوم درجے والے محروم رہتے ہیں اور سوم درجے والوں کے سامنے درجہ چہارم کو کچھ حصہ نہیں ملتا بلکہ جب تینوں درجوں کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تب چوتھے درجے والوں کو ترکہ پہنچتا ہے وہ چار درجے یہ ہیں جن کو ہم تیسرے قاعدے کے بعد علیحدہ علیحدہ فصلوں میں بیان کریں گے۔

درجہ اول: خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہیں (1)

درجہ دوم: میت کے اصول جو ذوی الفروض اور عصبات نہیں جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ

درجہ سوم: میت کے ماں باپ کی اولاد جو ذوی الفروض وعصبہ نہیں جیسے بھانجا بھانجی (2) بھتیجی۔

درجہ چہارم: دادا اور دادی اور نانی کی اولاد جیسے پھوپھی۔ خالہ۔ ماموں۔ اخیافی چچا وغیرہ۔

قاعدہ دوم: ذوی الفروض میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک درجہ کے وارثوں میں جو سب سے قریب ہوتا تھا۔ وہ مستحق ہوتا تھا اور جو اس سے بعید ہوتے وہ سب محروم رہتے۔ یہاں ذوی الارحام میں یہ قاعدہ بھی جاری ہے اور ایک اور قاعدہ بھی ملحوظ رہتا ہے جو اب بیان ہوتا ہے۔

قاعدہ سوم جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اس کو میراث نہ ملتی۔

مثال: عبدالرحیم کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک اپنی پوتی کی بیٹی چھوڑی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چھوڑے۔ اب اس کا ترکہ پوتی کی بیٹی کو پہنچے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہیں گے۔ اس لئے کہ

۱۔ تفہیم عوام کے لیے تعریف میں تسامح کیا گیا ہے نیز اس لیے کہ مغائرت خود معلوم ہو رہی ہے۔

۲۔ جیسے نواسہ نواسی وغیرہ۔

اگر عبدالرحیم کے انتقال کے وقت پوتی بھی زندہ ہوتی اورنواسی بھی تو پوتی کو میراث ملتی نواسی محروم رہتی اسی لحاظ سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہی۔

فصل اول ذوی الارحام کا پہلا درجہ

ذوی الارحام نمبر اول نواسہ نواسی

ذوی الارحام میں یہ سب سے مقدم اور اول نمبر کے وارث ہیں ان کے سامنے اور کوئی ذوی الارحام وارث نہیں ہوسکتا جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لے گا اور اگر دو چار ہوں تو باہم برابر تقسیم کرلیں مرد کو دہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا جیسا کہ عصبات میں حال ہوتا ہے۔

تنبیہ۔ یہ جو کہا گیا کہ جب ذوی الفروض نہ ہوں تو ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے اس سے وہی دس ذوی الفروض مراد ہیں کیونکہ زوجہ اور شوہر کی موجودگی میں تو ذوی الارحام کو حصہ مل جاتا ہے جس کا بیان عنقریب مفصل گزر چکا ہے۔اسی طرح ذوی الارحام کی تمام بحث میں جس جگہ یہ بتلایا جائے گا کہ جب عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہوں تو فلاں شخص کو میراث ملے گی وہاں بھی صرف دس ذوی الفروض سمجھنا چاہئے کیونکہ گیارہویں اور بارہویں ذوی الفروض یعنی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے ذوی الارحام کی میراث میں نقصان نہیں آتا۔

ذوی الارحام نمبر دوم پوتی کی اولاد یعنی بیٹے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ سب نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ میت سے قریب ہے یہ بعید ہیں۔ اگر نمبر اول نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر کئی مرد یا کئی عورتیں ہوں تو باہم برابر تقسیم کرلیں اور اگر مرد عورت دونوں ملے ہوئے ہوں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

(۳) ان کے سامنے ذوی الارحام نمبر سوم محروم رہیں گے کیونکہ پشت اور علاقہ کے اعتبار سے اگرچہ یہ نمبر سوم کے برابر اور مساوی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ پوتی کی اولاد ہیں اس لئے نواسہ نواسی کی اولاد ان کے سامنے محروم رہے گی جس طرح پوتی کے سامنے نواسا نواسی محروم رہتے ہیں کیونکہ پوتی ذوی الفروض ہے اور نواسی ذوی الارحام۔

ذوی الارحام نمبر سوم میت کے نواسہ اور نواسی کی اولاد (بیٹا یا بیٹی)

(۱) یہ نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہیں اس لئے کہ وہ ان سے زیادہ قریب ہے اور نمبر دوم کے سامنے بھی محروم رہتے ہیں (حالانکہ نمبر دوم ان سے قریب نہیں بلکہ برابر کا رشتہ ہے) اس لئے کہ نمبر دوم وارث کی اولاد ہیں یعنی پوتی کی اور یہ نمبر سوم نواسہ نواسی کی اولاد ہیں جو وارث نہیں ہوتے یعنی پوتی کے سامنے محروم رہا کرتے ہیں اس لئے ان کی اولاد بھی پوتی کی اولاد کے سامنے محروم رہی۔

(۲) اگر ان میں سے کوئی تنہا ہو تو تمام مال کا مالک ہو جائے گا۔ اور اگر کئی آدمی ہوں تو باہم شریک ہو جائیں گے۔

(۳) شریک ہونے کی صورت میں اگر سب اولاد نواسیوں کی ہے (خواہ ایک نواسی کی اولاد ہو یا کئی نواسیوں کی اولاد ہو) تو باہم تقسیم کرنے میں بلا تکلف مرد کو دہرا حصہ ملے گا اور عورت کو اکہرا۔ اسی طرح اگر سب موجودہ لوگ نواسوں کی اولاد ہیں (خواہ ایک نواسے کی اولاد ہوں یا کئی نواسوں کی ہوں تو بھی باہم تقسیم کرنے میں بسہولت الذکر مثل کا لحاظ رہے گا یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔

(۴) اگر کچھ اولاد نواسوں کی ہو اور کچھ نواسیوں کی تو دونوں طرف کے مرد و عورت کو کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ کل مال متروکہ کے تین حصے کر کے دو حصے نواسے کی اولاد کو دیئے جائیں گے وہ باہم حظ الانثیین تقسیم کر لیں گے اور ایک حصہ نواسی کی تمام اولاد کو دیا جائے گا اس تہائی میں نواسی کی سب اولاد باہم شریک رہے گی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

شرح: یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ سب موجودہ اور زندہ وارثوں کو دیکھ کر مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ دے دیں بلکہ ان اصل ذوی الارحام کا لحاظ کیا ہے جن کی یہ اولاد ہیں۔ نواسہ سب سے پہلا اور سب سے اوپر کا ذوی الارحام ہے وہ چونکہ مرد ہے لہذا اس کی اولاد کو دو تہائی دے دیں گے۔ (پھر وہ اس کو باہم للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کر لیں گے۔ اور نواسی چونکہ سب سے اوپر کی ذوی الارحام عورت ہے اس کی سب اولاد کو ایک تہائی ملے گا (پھر وہ اس کو باہم حسب قاعدہ تقسیم کر لیں گے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا) لیکن یہ بات صرف اسی وقت ہے جبکہ نواسہ کی اولاد بھی موجود ہو اور نواسی کی بھی۔ ورنہ اگر صرف نواسے کی اولاد وارث ہے یا صرف نواسی کی اولاد ہے تو ان میں بلا تکلف خود موجودہ وارثوں کو دیکھ کر مرد کو دہرا دیں گے عورت کو اکہرا چنانچہ ابھی قاعدہ نمبر ۳ میں چند سطر پہلے گزر چکا ہے۔

ذوی الارحام نمبر چہارم پوتے کے نواسہ نواسی

Marfat.com

(۱) یہ نمبر ۳ کے سامنے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ ان سے ایک پشت مقدم اور قریب ہیں
(۲) جب نمبر سوم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ سب مال کے مستحق ہوتے ہیں پس اگر ایک ہی شخص ہے تو وہی مالک ہو جائے گا اور اگر کئی آدمی ہوں تو شریک رہیں گے۔
(۳) مرد کو دہرا حصہ ملے گا عورت کو اکہرا یعنی خود موجودہ وارثوں کے مرد عورت ہونے کے لحاظ سے حصہ دیا جائے گا۔
(۴) نمبر پنجم کے ذوی الارحام ان کے سامنے محروم رہتے ہیں۔
ذوی الارحام نمبر پنجم الف: میت کی پوتی کے پوتا پوتی نمبر پنجم ب: میت کی پوتی کے نواسا نواسی
(۱) جب نمبر چہارم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔
(۲) اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہے تو کل مال اسی کو ملے گا۔ اگر چند آدمی ہیں تو شریک رہیں گے سب مرد ہیں تو برابر ورنہ۔ **للذکر مثل حظ الانثیین**
۳) چند آدمی اگر صرف نمبر ۵ الف کی طرف کے ہیں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دے کر تقسیم کیا جائے۔اسی طرح اگر نمبر ۵ ب کی طرف کے لوگ موجود ہیں الف کی طرف کا کوئی بھی نہیں تب بھی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائے۔
(۵) اگر نمبر الف کی طرف کے وارث بھی موجود ہیں اور نمبر ب کی طرف کے بھی ہیں یعنی دونوں طرف کے وارث ملے ہوئے موجود ہیں۔تو کل مال میں سے نمبر الف والوں کو دو تہائی دیا جائے اور نمبر ب والوں کو ایک تہائی اور نمبر الف والے اپنے دو تہائی کو باہم **للذکر مثل حظ الانثیین** تقسیم کر لیں گے اور نمبر ب والے اپنے ایک تہائی کو اسی قاعدہ سے باہم بانٹ لیں گے۔الف والوں کو دو چند حصہ ملنے کی وجہ ذوی الارحام نمبر سوم کے بیان میں چوتھے قاعدہ کی شرح میں گزر چکی ہے کہ جب دونوں قسم کے وارث موجود ہوں تو اوپر والے اصل وارث ذوی الارحام کا اعتبار ہوتا ہے۔یہاں چونکہ الف نمبر ۵ چونکہ پوتی کی بیٹی کی اولاد ہیں اس لیے ان کو دہرا ملے گا اور ب نمبر ۵ والے پوتی کے بیٹے کی اولاد ہیں ان کو اکہرا پہنچے گا۔
(۶) یہ وارث یعنی پوتی کے پوتا پوتی وغیرہ نواسہ نواسی کے پوتا پوتی وغیرہ سے مقدم رہے جس کا ذکر اب نمبر ۲ میں [1] ہوگا اس لئے کہ ان کے سب سے اوپر کے درجے میں وارث نواسہ نواسی ہیں اور اس کے نمبر ۵ کے وارثوں میں سب سے اوپر والی وارث پوتی ہے چونکہ پوتی کے سامنے نواسہ

ا۔ اسکے تمام بیان میں نمبر ۶ سے مراد ذوی الارحام کے درجہ اول کا نمبر ۶ ہے جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

Marfat.com

نواسی محروم رہا کرتے ہیں اس لئے ان کے نیچے کے درجوں کی اولاد میں بھی یہی قاعدہ جاری رہا

ذوی الارحام نمبر ۶۔الف نواسہ کے پوتا پوتی۔نواسہ کے نواسا نواسی۔

ذوی الارحام نمبر ۶ ب نواسی کے پوتا پوتی۔نواسی کے نواسہ نوسی۔

(۱) جب نمبر پنجم تک کوئی وارث موجود نہ ہوتو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر ان میں صرف ایک شخص موجود ہوتو کل مال کا وہی وارث ہو جائے گا۔

(۳) اگر الف والوں میں صرف نمبر اول موجود ہیں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔اسی طرح اگر الف نمبر دوم موجود ہیں الف نمبر اول کا کوئی نہیں تب بھی عورت کو اکہرا مرد کو دہرا حصہ دیا جائے گا۔

(۴) اگر ب والوں میں صرف نمبر اول کے چند آدمی موجود ہیں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔اسی طرح اگر ب نمبر دوم موجود ہیں ب نمبر اول کوئی نہیں تب بھی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیا جائے گا۔

(۵) اگر الف ۶ کی طرف کے بھی بعض وارث موجود ہیں اور ب ۶ کی طرف کے بعض لوگ زندہ ہیں تو پھر یہاں وہی صورت آجائے گی کہ اصل کا اعتبار ہوگا پس الف ۶ کی طرف کے جو وارث موجود ہیں ان کو دہرا حصہ ملے گا کیونکہ وہ نواسے کی اولاد ہیں جو مرد تھا۔اور ب ۶ کی طرف کے جس قدر وارث موجود ہوں ان سب کو کل مال میں سے ایک تہائی ملے گا۔اب الف والے اپنے دو تہائی کو لے کر اور ب والے اپنے ایک تہائی کو لے کر باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلیں گے یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ دے دیں گے۔

مثال

مسئلہ (۴۵)

الف ۳۰۰		نمبر ۶	۱۵	
نواسے کا پوتا	نواسے کا پوتا	نواسہ کی پوتی	نواسی کا پوتا	نواسی کی پوتی
۱۲	۱۲	۶	۱۰	۵

یہاں نمبر ۶ الف اور نمبر ۶ ب کی طرف کے وارث ملے ہوئے ہیں اگر خود ان سب کے مرد عورت ہونے کا اعتبار کرتے تو آٹھ سہام کرکے ایک ایک حصہ دونوں عورتوں کو دے دیتے اور دو دو حصے تین مردوں کو لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ کل مال میں سے دو تہائی نواسے کی اولاد کو دیا (یعنی ۴۵

میں سے ۳۰ سہام) اور ایک تہائی نواسی کی اولاد کو دیا۔ (۴۵ میں سے ۱۵) پھر الف کو جو تہائی ملا تھا اس میں سے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیا) (یعنی مردوں کو ۱۲ عورت کو ۶) (اور ب والوں کو جو ایک تہائی دیا گیا تھا اس میں سے مرد کو دو چند حصہ دیا (یعنی مرد کو ۱۰ عورت کو ۵)

یہاں تک: ذوی الارحام کے پہلے درجہ میں نواسہ نواسیوں کے پوتا پوتی اور ان کے نواسہ نواسی اور پوتے اور پوتیوں کے نواسوں اور پوتیوں تک بیان ہو چکا۔ اسی طرح دور تک سلسلہ چل سکتا ہے یعنی نواسہ نواسی کے پوتا پوتی کی اولاد اور پھر ان کی اولاد در اولاد اسی طرح پوتا پوتیوں کے نواسے نواسیوں کی اولاد در اولاد۔ مگر چونکہ اس قدر دور کے ذوی الارحام عموماً کسی کے موجود نہیں ہوتے اس لئے ہم اس سے زیادہ تفصیل لکھ کر ذہن ناظرین کو پریشان نہیں کرتے (اس قدر بھی شاید بہت سے حضرات نہیں سمجھ سکیں گے) اور درجہ اول کے ذوی الارحام کا ایک مفید شجرہ لکھ کر اس درجہ کے بیان کو ختم کرتے ہیں۔

شجرہ۔ ملاحظہ کرنے سے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پشت اول میں کوئی ذوی الارحام نہیں دوسری پشت میں نواسہ نواسی ہیں جو سب سے اول نمبر کے ذوی الارحام ہیں اور ہم نے نمبر اول میں ان کو بیان کیا ہے۔ تیسری پشت میں ذوی الارحام پوتی کی اولاد ہیں اور چار ذوی الارحام نواسہ نواسی کی اولاد ہیں اور چوتھی پشت میں چھ ذوی الارحام بیٹے کی اولاد میں ہیں اور آٹھ بیٹی کی اولاد میں ہیں۔

فصل دوم ذوی الارحام کا دوسرا درجہ

نانا۔ نانی فاسدہ۔ دادا فاسد۔ دادی فاسدہ۔

جب درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی نہ ہوں) تو درجہ دوم کے ذوی الارحام تک میراث پہنچے گی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے ذوی الفروض میں بیان کیا تھا کہ ایسا دادا جس کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اثر نہ کرے وہ ذوی الفروض میں سے ہے جیسے باپ کا باپ۔ دادا کا باپ اس کا باپ۔ اسی طرح اوپر تک۔ اور جس کے رشتہ میں عورت کا واسطہ آ جائے وہ ذوی الارحام میں داخل ہے جیسے باپ کی ماں کا باپ (یعنی دادی کا باپ) یا دادی کا نانا و دادا وغیرہ (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل دوم دادا کا حال) اب یہاں حسب وعدہ انہیں دادوں کا بیان آ گیا جن میں عورت کا واسطہ ہے اور ان کو جد فاسد کہتے ہیں اور ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

Marfat.com

نقشہ نمبر۴ یعنی شجرہ ذوی الارحام درجہ اول تا چہار پشت متعلقہ فصل اول باب ششم مفیدالوارثین

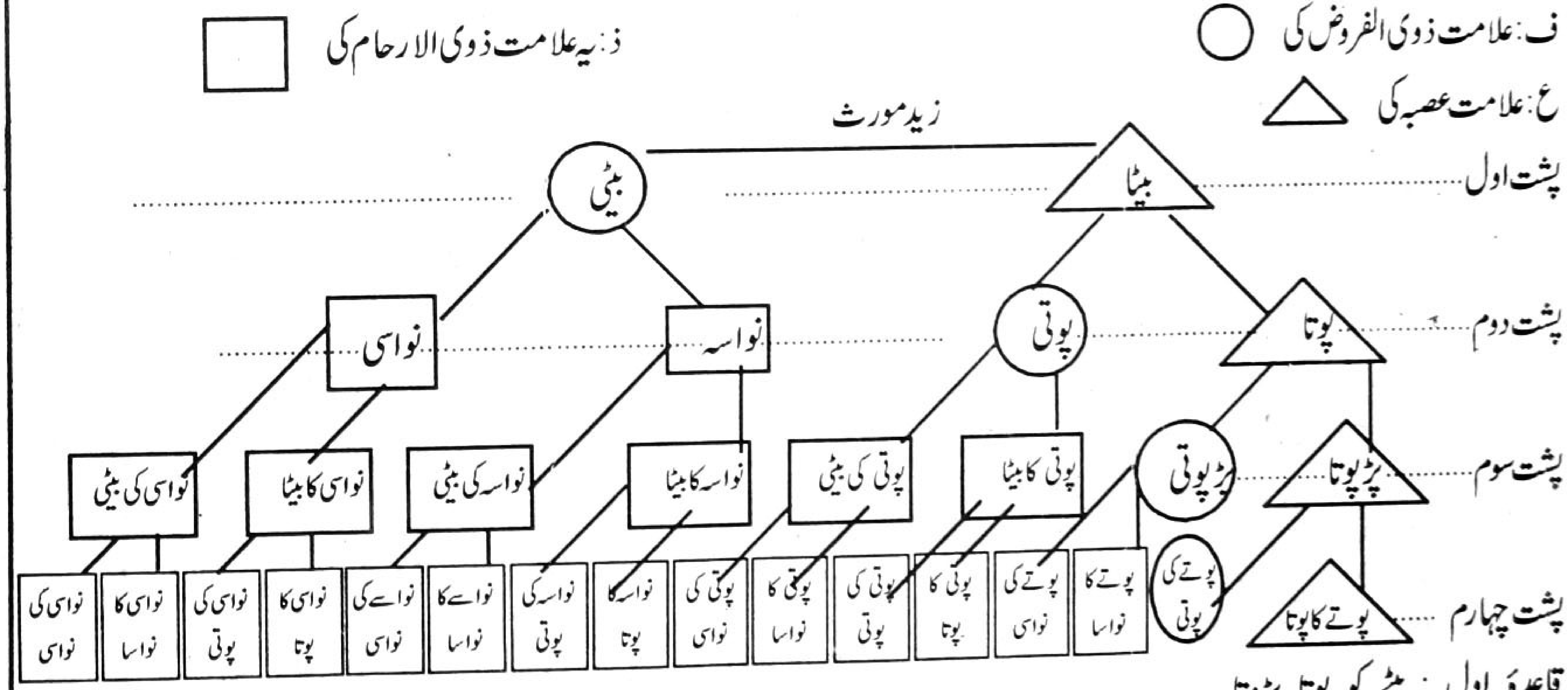

قاعدۂ اول: بیٹے کو پوتا پڑپوتا سکڑپوتا عصبات ہیں۔

قاعدۂ دوم: بیٹی کی تمام اولاد ذوی الارحام ہیں مذکر ہو یا مؤنث۔

قاعدۂ سوم: پوتی کی مذکر مونث اولاد سب ذوی الارحام ہیں۔

قاعدۂ چہارم: علی ہذا القیاس پڑپوتی کی اولاد ذوی الارحام ہیں۔

Marfat.com

دادی و نانی کے بیان میں ہم نے کہا تھا کہ نانیاں دادیاں دو قسم کی ہیں۔ صحیح اور فاسدہ صحیحہ کو ذوی الفروض میں بخوبی سمجھا دیا تھا اور فاسدہ کو ذوی الارحام میں ذکر کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اب وفا کیا جاتا ہے۔

پس ایسے ذوی الارحام جن کے ذکر کا وعدہ ہو چکا ہے تین ہوئے (۱) دادا فاسد (۲) دادی فاسدہ (۳) نانی فاسدہ۔ لیکن اس درجہ کے ذوی الارحام صرف تین ہی نہیں بلکہ اسی درجہ کا ایک اور بھی ذوی الارحام ہے جس کا ذکر اب تک نہیں ہوا یعنی [1] نانا لہذا درجہ دوم میں چار قسم کے ذوی الارحام ہوئے۔ دادا فاسد۔ دادی فاسدہ۔ نانی فاسدہ۔ تمام نانا۔

اب ہم ان کا ذکر نمبر وار کرتے ہیں کیونکہ ان میں بھی جو میت سے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ مقدم ہوتا ہے اس کے سامنے دور والے محروم ہو جاتے ہیں مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم کے ذوی الارحام محروم رہیں گے اسی طرح نمبر سوم سے نمبر دوم والے مقدم ہیں۔ جب تک اوپر کا وارث ذوی الارحام موجود ہوگا نیچے والوں کو کچھ نہ ملے گا۔

درجہ دوم میں چار نمبروں کے ذوی الارحام ذکر کئے جاتے ہیں۔

ذوی الارحام نمبرا [2] ماں کا باپ یعنی نانا

(۱) جب درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو (اور ذوی الفروض وعصبہ بھی نہ ہوں) تو تمام ترکہ کا وارث نانا ہوگا۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ ہمسر اور اس درجہ دوم میں نہ کوئی اس سے مقدم ہے نہ برابر۔

(۲) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو (یا عصبہ [3] وذوی الفروض میں سے کوئی موجود ہو) تو نانا محروم رہے گا۔

یادداشت۔ اول مرتبہ جب ہم نے بیان کیا کہ ذوی الارحام کو میراث جب مل سکتی ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ وہاں یہ بھی بتلا دیا تھا کہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو وہاں ذوی الارحام کو باقی مال مل سکتا ہے پس ذوی الارحام کی میراث کو

۱۔ چونکہ نانا کوئی عصبہ یا ذوی الفروض نہیں اور نہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ لہذا اس کا ذکر نہیں آیا تھا اور نہ اس کی دو قسمیں ہوئیں کیونکہ نانا سب جد فاسد ہیں صحیح کوئی نہیں۔ ۱۲ ۲۔ اہل علم معاف فرماویں احقر نے آسانی کے لئے جابجا مفرد کے لئے بھی ذوی الارحام کا لفظ لکھ دیا ہے تاکہ عوام کو ذی رحم اور ذوی الارحام میں فرق مشکل نہ پڑے ۱۲۔ ۳۔ ذوی الارحام میں ہر جگہ یہ شرط ہے کہ عصبہ اور ذوی الفروض موجود نہ ہوں۔ صرف یاددہانی کے لیے کسی جگہ لکھ دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

روکنے والے زوجہ اور شوہر نہیں ان کے سوا جو دوسرے ذوی الفروض اور عصبے ہیں وہ ذوی الارحام کے لئے حارج ہیں۔اس بات کا ہر جگہ خیال رکھنا چاہئے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) نمبر دوم والے ذوی الارحام جواب مذکور ہوں گے نانا کے سامنے محروم رہتے ہیں۔

ذوی الارحام ۸۱۲ باپ کا نانا (یعنی دادی کا باپ) ماں کا دادا۔اماں کا نانا۔ ماں کی دادی یہ چار آدمی نمبر دوم کے ذوی الارحام ہیں۔تین مرد۔اور ایک عورت۔

(۱) جب نمبر اول کا ذوی الارحام یعنی نانا موجود نہ ہوتو ان کو ترکہ ملتا ہے۔اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) تو کل مال اسی کو ملے گا۔اگر دو تین چار یا زیادہ موجود ہوں تو باہم تقسیم کرلیں۔اگر مرد ہی مرد ہوں تو باہم برابر تقسیم کرلیں۔اور اگر عورت (یعنی ماں کی دادی) بھی ہوتو اس کو مردوں سے نصف حصہ ملے گا۔یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔

(۲) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہوتو یہ نمبر دوم کے چاروں ذوی الارحام محروم رہ جائیں گے۔

ذوی الارحام نمبر۳/ ۹ گیارہ شخص بہ تفصیل مندرجہ ذیل

باپ کی طرف کے ذوی الارحام۔ پڑدادی کا باپ یعنی دادا کا نانا۔دادی کا دادا یعنی باپ کے نانا کا باپ۔دادی کا نانا یعنی باپ کی نانی کا باپ۔دادی کی دادی یعنی باپ کے نانا کی ماں کی ماں کی طرف کے ذوی الارحام۔ ماں کا پڑادادا۔ماں کی دادی کا باپ۔نانی کا دادا۔

نانی کا نانا۔ ماں کی پڑدادی یعنی نانا کی دادی۔ ماں کی دادی کی ماں یعنی نانا کی نانی نانی کی دادی۔ یعنی ماں کے نانا نانی کی ماں۔

تیسرے نمبر پر یہ گیارہ ذوی الارحام ہیں۔اگر نمبر اول و دوم میں سے کوئی موجود نہ ہوتو ان کو تمام مال مل جاتا ہے۔

(۱) اگر ان گیارہ میں سے صرف کوئی ایک مرد یا ایک عورت موجود ہوتو تمام مال اسی کو مل جائے گا۔

(۲) اور اگر پورے گیارہ ذوی الارحام یا دو چار دس پانچ موجود ہوں بعض ماں کی طرف کے ہوں بعض باپ کی طرف کے تو کل ترکہ کو باہم تقسیم کرلیں (کیونکہ یہ سب لوگ ایک درجہ اور ایک پشت کے ہیں کوئی آگے پیچھے نہیں اوپر نیچے نہیں) باہم تقسیم تو کریں لیکن جو ذوی الارحام باپ کی طرف کے ہوں ان سب کو کل مال میں سے دو ثلث دے دیا جائے۔اور ماں کی طرف کے جس قدر وارث موجود ہوں ان کو ایک تہائی دیا جائے۔پھر یہ دونوں طرف کے آدمی اپنے اپنے مال کو حسب

Marfat.com

قاعدہ تقسیم کرلیں۔

یعنی مذکورہ بالا گیارہ ذوی الارحام میں سے پہلے چار شخص جو باپ کی طرف کے ہیں ان میں سے خواہ ایک موجود ہو یا دو تین یا چاروں زندہ ہوں ان کو کل مال میں سے دو تہائی دے دیا جائے گا اگر مرد ہی مرد زندہ ہوں تو باہم اس کو برابر تقسیم کرلیں اور اگر عورت بھی زندہ ہو تو اس کو مردوں سے نصف حصہ دیا جائے اور پچھلے سات آدمی جو ماں کی طرف کے ہیں ان کو ایک تہائی کل مال میں سے دے دیا جائے خواہ وہ ساتوں موجود ہوں یا کم ہوں۔ اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال کو وہی رکھ لے گا اور اگر دو چار ہیں تو باہم تقسیم کرلیں عورت کو اکہرا مرد کو دو چند ملے گا۔ یہاں ان اصل رشتہ داروں کا لحاظ کیا ہے جن کے علاقے سے ان موجودہ وارثوں کو میراث پہنچی ہے یعنی کل مال کے تین حصہ کر کے دو ثلث باپ والوں کی طرف دے دے اور ایک ثلث ماں والوں کو دیا گیا۔

(۳) اگر صرف باپ کی طرف کے چار ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور ماں کی طرف کا کوئی بالکل نہ ہو تو خود موجودہ آدمیوں کا اعتبار کر کے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیا جائے گا۔

(۴) اسی طرح اگر صرف ماں کی طرف کے سات ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہ ہو تو خود موجودہ لوگوں کا لحاظ کر کے مرد کو دہرا حصہ دیا جائے گا عورت کو اکہرا۔

(۵) جب تک ان مذکورہ بالا ذوی الارحام نمبر ۳ میں سے کوئی شخص بھی موجود ہو گا ذوی الارحام نمبر ۴ کو ہرگز میراث نہ پہنچے گی جن کا اب بیان ہوتا ہے۔

ذوی الارحام ۴/ ۱۰ نمبر سات دادا فاسد چار دادیاں فاسدہ۔

آٹھ نانا۔ سات نانیاں فاسدہ۔

چھبیس آدمی درجہ چہارم کے ذوی الارحام ہیں اور سب چوتھی پشت کے وارث ہیں اس لئے سب ایک درجہ میں شمار ہوئے۔ (تفصیل ان کی نقشہ نمبر ۵ سے معلوم ہوگی)

(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی موجود نہ ہو تو ان کو میراث ملتی ہے۔

(۲) اگر ان چھبیس میں سے صرف ایک شخص ہو تو کل مال وہی لے گا خواہ مرد ہو یا عورت

(۳) اگر دو چار یا زیادہ یا سب موجود ہوں تو مال ان میں تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر ماں کی طرف کا کوئی ذوی الارحام موجود نہیں صرف باپ کی طرف کے موجود ہیں۔ یعنی فاسد دادا اور فاسدہ دادیاں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

(۵) اسی طرح اگر صرف ماں کی طرف کے وارث ہیں یعنی چوتھی پشت کے نانے اور اسی پشت کی فاسدہ نانیاں تو بھی مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

(۶) اور اگر کچھ وارث باپ کی طرف کے موجود ہیں۔ اور بعض ماں کی طرف کے بھی ہیں تو باپ کی طرف والوں کو کل مال میں سے دو تہائی ملے گا اور ماں کی طرف والوں کو ایک تہائی دے دیا جائے گا پھر دونوں جانب کے لوگ اپنے مال کو حسب قاعدہ تقسیم کر لیں گے جیسا کہ ابھی نمبر سوم کے ذکر میں بیان ہوا۔

درجہ دوم کے ذوی الارحام کو ہم نے چار پشت تک بیان کیا ہے۔ اول پشت یعنی اول نمبر میں صرف ایک ذوی الارحام تھا (یعنی نانا) دوسری پشت یعنی نمبر دوم میں چار تھے۔

تیسرے نمبر اور تیسری پشت میں گیارہ تھے چوتھے درجہ میں چوتھی پشت کے چھبیس مرد وعورت ذوی الارحام تھے۔ اب اگر پانچویں اور چھٹی اور ساتویں پشت کا حال لکھیں تو ہر پشت میں مقدار و تعداد بڑھتی چلی جائے اور ساتویں پشت پر قریب دہ چند کے ہو جائے چونکہ ان کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ چوتھی پشت کے ذوی الارحام کسی کے زندہ ہوں اس لئے چار ہی پشت پر ختم کر دیا۔ ان میں اول نمبر کے سامنے دوم محروم رہتا ہے اور دوم کے سامنے سوم۔

وعلی ہذا القیاس۔ چنانچہ ہر جگہ ہم نے صاف صاف بیان کر دیا ہے۔

نقشہ۔ اب ہم ایک فہرست و نقشہ لکھتے ہیں جس سے اس درجہ دوم کے وارثوں کی ترتیب خوب واضح ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ فلاں پشت میں کتنے نانا ہو سکتے ہیں اور کس قدر فاسد دادیاں اور کتنی فاسد نانیاں ہو سکتی ہیں جو ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

فرائض کی اکثر بلکہ کل کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ فاسد دادیاں اور نانیاں ذوی الارحام ہیں اور صحیحہ دادیاں و نانیاں ذوی الفروض ہیں۔ اسی طرح دادے اور نانے دو قسم کے ہیں اور پھر صحیح و فاسد کے پہچاننے کے قاعدے لکھے ہیں جو ہم طالب علموں کی سمجھ میں بمشکل آتے ہیں عام ناواقف مسلمان بیچارے کیا سمجھیں اس لئے ہم نے یہ جھگڑا نہیں رکھا جو دادیاں نانیاں اور دادے ذوی الفروض تھے ان کو چار پشت تک ذوی الفروض میں بیان کر دیا اور ان میں سے جو ذوی الارحام ہیں ان کو نام بنام اس ذوی الارحام کی بحث میں بیان کر دیا۔ اب اگر دیکھنے والا کچھ بھی سمجھ رکھتا ہوگا تو انشاء اللہ شبہ نہ رہے گا جب کبھی کسی دور کی نانی دادی نانا دادا کا حصہ اور حال دیکھنا منظور ہو اس کے رشتہ کو دیکھ لو اور پھر ذوی الفروض اور ذوی الارحام کے نقشے ۲ نمبر ۵ کو دیکھ لو کہ اس رشتہ کا نام کس جگہ لکھا

ہے۔ اگر ذوی الفروض کے نقشے میں لکھا ہے تو ذوی الفروض سمجھو اور اگر ذوی الارحام کے نقشے میں ہے تو ذوی الارحام سمجھو اور پھر دیکھ لو کہ اس پشت میں اور کتنے آدمی وارث زندہ ہیں۔ اگر اور بھی کوئی اسی پشت کا وارث زندہ ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔ اور یہ بھی غور کر لو کہ جس کا حال تم کو دیکھنا منظور ہے اس سے قریب درجہ اور پشت کا تو کوئی وارث موجود نہیں اگر اس سے پہلی پیڑھی کا کوئی اور ایسا ہی وارث موجود ہے تو وہ قریب والا میرث پائے گا دور والا محروم رہے گا۔ ذوی الفروض دادا، دادیوں، نانیوں میں بھی یہی حال ہے اور ذوی الارحام میں بھی۔

نقشہ نمبر ۵ مشتمل بر ذوی الارحام درجہ دوم تا چہار پشت

یعنی نانا اور دادا فاسد اور فاسد دادیوں اور فاسد نانیوں کی ہر ایک پشت کی مفصل فہرست

تصفیل پشت ونمبر	باپ کی طرف کے ذوی الارحام	ماں کی طرف سے ذوی الارحام	میزان	کیفیت
پشت اول پہلا نمبر	پہلی پشت میں باپ کی طرف سے کوئی ذوی الارحام نہیں	ماں کا باپ یعنی نانا (اب الام)	۱	درجہ دوم میں یہ سب سے مقدم اور اول نمبر کا ذوی الارحام ہے
دوسری پشت یعنی نمبر دوم	باپ کا نانا یعنی دادی کا باپ	ماں کا دادا۔ ماں کا نانا۔ ماں کی دادی	۴	نمبر اول کے سامنے محروم رہیں گے اور نمبر سوم ان کی وجہ سے محروم ہوگا۔
تیسری پشت یعنی نمبر سوم	پڑدادی کا باپ دادی کا دادا۔ دادی کا نانا۔ دادی کی دادی	ماں کا پڑدادا۔ ماں کی دادی کا باپ نانا کا دادا۔ نانی کا نانا۔ ماں کی پڑدادی۔ ماں کی دادی کی ماں۔ نانی کی دادی	۱۱	نمبر اول و دوم میں سے کوئی نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ نمبر ۴ ان کے سامنے محروم ہیں۔

چوتھی یعنی نمبر چہارم	پشت	۲۶ پڑدادا کا نانا۔ پڑدادی کا نانا کا پڑدادا۔ نانی کی دادی دادا۔ پڑدادی کا نانا۔ دادی کا باپ۔ ماں کی دادی کا کا پڑدادا۔ دادی کے باپ کا دادا (یعنی نانا کی ماں کا نانا۔ باپ کی نانی کا دادا دادا) ماں کی دادی کا نانا۔ باپ کی نانی کا نانا۔ پڑدادا ماں کے نانا کا دادا۔ ماں کی دادیؒ۔ دادی کی کے نانا کا نانا۔ ماں کی نانی کا پڑدادی۔ دادی کے باپ کی دادا۔ ماں کی نانی کا نانا۔ نانا نانی باپ کی نانی کی دادی۔ کی پڑدادی۔ نانا کی دادی کی ماں۔ ماں کی دادی کی نانی۔ ماں کے نانا کی دادی	نمبر اول و دوم و سوم کے سامنے محروم رہتے ہیں پانچویں چھٹی وغیرہ پشتوں کا اگر کوئی ذوی الارحام ہو تو ان کی وجہ سے محروم رہے گا۔

قاعدہ۔ (۱) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو تو یہ سب محروم رہتے ہیں۔(۲) ان میں جب اوپر والے نمبر کا کوئی شخص موجود ہو تو نیچے کے سب نمبروں والے محروم رہتے ہیں۔(۳) جب کسی نمبر میں کوئی ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی پائے گا (۴) اگر دو چار ہوں اور سب ماں کی طرف کے ہوں یا سب باپ کی طرف کے ہوں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دے کر تقسیم کیا جائے (۵) اگر دو چار ہوں اور بعض ماں کی طرف کے ہوں اور بعض باپ کی طرف کے ہوں تو باپ کی طرف والے مردوں اور عورتوں کو دہرا اور ماں کی طرف والے مرد وعورت کو اکہرا حصہ دے کر تقسیم کیا جائے (تفصیل پہلے گزر چکی ہے) (یہ نقشہ متعلقہ صفحہ ہے۔

فصل سوم ذوی الارحام کا تیسرا درجہ

بہنوں کی اولاد۔ بھائیوں کی وہ اولاد جو عصبہ نہیں۔

جب درجہ اول و دوم کے ذوی الارحام موجود نہ ہوں (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی کوئی نہ ہو) تو درجہ سوم کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ ان میں بھی جو میت سے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ بعید سے مقدم ہے یعنی جن چار نمبروں کا ہم ذکر کرتے ہیں ان میں اول نمبر کے سامنے دوم نمبر والے محروم رہیں گے اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم نمبر والے محروم ہوں گے وعلی ہذا القیاس جیسا کہ درجہ دوم کے چار نمبروں میں عنقریب یہی ترتیب مذکور ہو چکی ہے۔

Marfat.com

ذوی الارحام نمبر [1] ۱/۱۱ دس شخص مندرجہ ذیل۔

حقیقی بہن کا بیٹا۱۔ بیٹی۲۔ علاتی بہن کا بیٹا۳ بیٹی۴۔ اخیافی بہن کا بیٹا۵۔ بیٹی۶۔ حقیقی بھائی کی بیٹی۷ علاتی بھائی کی بیٹی۸۔ اخیافی بھائی کا بیٹا۔۹۔ بیٹی ۱۰۔

درجہ سوم میں یہ دس آدمی نمبر اول کے ذوی الارحام ہیں یہ سب مساوی اور برابر ہیں ان میں کوئی مقدم اور زیادہ مستحق نہیں۔

(۱) جب درجہ اول و دوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تو ان کو میراث ملتی ہے۔

(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہو تو بلا تکلف اس کو کل مال مل جائے گا۔

(۳) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں جب بھی بلا تکلف مرد کو دہرا عورت کو اکہرا مل جائے گا۔ مثلاً دس بھانجا بھانجی یعنی سگی بہن کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں موجود ہیں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ مل جائے گا۔

(۴) لیکن اگر چند آدمی موجود ہوں اور کئی رشتہ داروں کی اولاد ہوں تو ان میں باہم تقسیم ہونے کا حساب مشکل ہے غور سے سمجھو (اور اگر سمجھ میں نہ آئے تو چھوڑ دو)

حساب۔ جب یہ دس آدمی یا ان میں سے دو چار موجود ہوں یا ایک ہی کے نام کے کئی عدد موجود ہوں مثلاً تین بھانجے، چار بھانجیاں پانچ بھتیجیاں تو ایسے وقت میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہوگا۔

اول یہ کہ جو شخص عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہے گا اور جو شخص عصبہ کی اولاد نہیں بلکہ ذوی الارحام کی اولاد ہے وہ عصبہ کی اولاد کے سامنے میراث سے محروم رہے گا۔ دوسرے یہ کہ جب کئی آدمی مساوی درجہ کے مستحق ہوں تو خود موجود لوگوں کے مرد عورت ہونے کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ ان کی اصلوں کو دیکھتے ہیں کہ اگر وہ موجود ہوتے تو کس حساب سے حصہ پاتے مثلاً بھتیجیاں بھائی کی اولاد ہیں اور بھانجیاں بہن کی اولاد ہیں تو بھائی کی موجودگی میں بہن کو جو حصہ ملا کرتا تھا اسی حصہ کو لا کر بہن کی اولاد پر تقسیم کر دیں گے۔ اور **للذکر مثل حظ الانثیین** کا قاعدہ جاری کریں گے اور بھائی کو جو حصہ اوپر کے درجہ میں بوقت زندگی ملتا اس کو لا کر بھائی کی اولاد پر تقسیم کر دیں گے لیکن اولاد کی تعداد کے مطابق اس حصہ کو بڑھا دیں گے مثلاً بہن کو ایک حصہ ملتا ہے اور اب اس کی

۱۔ اگر ذوی الارحام کو اول سے شمار کریں تو یہ گیارہواں نمبر ہے اور اگر خاص تیسرے درجہ کے ذوی الارحام کو دیکھنا چاہیں تو یہ اول نمبر ہے اس لئے نمبر ایک لکھا اور نیچے نمبر گیارہ لکھا۔ اسی طرح دوسری جگہ سمجھ لو۔

Marfat.com

اولاد ہے پانچ عدد تو سب کو ایک حصہ دیدیں گے اوراس طرح پانچ حصے بہن کی اولاد کو ملیں گے اور بھائی کو چونکہ دو حصے ملتے ہیں لہذا اس کی تمام اولاد کو دو دو حصے دے دیئے اور چونکہ تعداد اس کی اولاد کی چار تھی لہذا گویا بھائی کو بجائے دو کے آٹھ حصے ملے کیونکہ اس کی اولاد کی تعداد کیموافق ہم نے اس کے حصے کو بڑھا دیا تھا اور ہمشیرہ کو بجائے ایک حصہ کے پانچ حاصل ہوئے کیونکہ اس کی اولاد پانچ ہیں اب ہم ایک مثال اور سوال و جواب لکھ کر سمجھانا چاہتے ہیں شاید کہ ان سے کسی کی سمجھ میں اصل مقصود بخوبی آجائے۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اس کے کوئی وارث عصبوں اور ذوی الفروض میں سے موجود نہ تھا۔ تین بھتیجیاں دو بھانجے اور دو بھانجیاں کل سات وارث چھوڑے۔ اب اگر موجودہ مرد و عورت کا لحاظ کریں۔ اور ان کی اصلوں کا اعتبار نہ کریں تو کل مال کے نو حصے کر کے دو دو فی کس دونوں مردوں کو دے دیں اور ایک ایک فی آدمی پانچ عورتوں کو دے دیں لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ ان کی اصلوں کو دیکھا بھتیجیوں کی اصل ہے بھائی اور بھانجا بھانجی کی اصل ہے ہمشیرہ اور بھائی بہن میں جو مال تقسیم ہوتا ہے۔

تو دو حصے بھائی کو ملتا ہے اور ایک حصہ بہن کو لہذا کل مال کو (جو تیس روپے تھا) تین حصے کر کے ایک حصہ بہن کو دیا اور دو حصے بھائی کو پھر حسب بیان مذکور سابق بہن کی اولاد کی تعداد چونکہ چار تھی لہذا (حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ) اس کو اکہرے چار حصے دیئے اور بھائی کی اولاد چونکہ تین تھی لہذا بھائی کی طرف تین حصے دہرے دہرے رکھ دیئے کیونکہ بھائی کو دہرا حصہ ملا تھا پس اب کل مال میں سے جس کی مقدار تیس روپے تھی۔ دہرے دہرے تین حصہ یعنی اکہرے چھ حصے بھائی کی اولاد کو دیئے چھ حصے میں اٹھارہ روپے ہوئے یعنی فی حصہ تین روپیہ) اور ہمشیرہ کی اولاد کو چار حصے دیئے (یعنی نمبر۱۲ روپیہ) بس اب ان چار حصوں کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیا دونوں بھانجوں کو چار چار روپے اور دونوں بھانجیوں کو دو دو روپے اور وہ جو چھ حصے یعنی اٹھارہ روپے بھائی کی اولاد کو

۱۔ سوال۔ آپ نے بتلا دیا کہ جو ذوی الارحام عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہے گا لیکن اگر کوئی شخص ذوی الفروض کی اولاد ہو اور دوسرا ذوی الارحام کی اولاد ہو تو یہ ذوی الفروض کی اولاد اس سے مقدم رہے گی یا نہیں۔ جواب اس درجہ سوم میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ذوی الارحام کی اولاد اور ذوی الفروض کی اولاد ایک نمبر پر آجائیں اور مقابل ہو جائیں ۱۲۔

Marfat.com

دیئے گئے تھے ان کو اس کی تینوں بیٹیوں پر تقسیم کر دیا فی بیٹی چھ روپیہ۔ صورت اس کی یہ ہے۔
بھائی کی اولاد کو چھ حصے یعنی ۱۸ روپے دیئے گئے (کل مال ۳۰ تقسیم شدہ بر دس حصہ) بہن کی اولاد کو چار حصے یعنی نمبر ۱۲ دیئے گئے۔

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
دو حصے	دو حصے	دو حصے	دو حصے	دو حصے	یک حصہ	یک حصہ
۶	۶	۶	۴	۴	۲	۲

غرض۔ بھائی کو جو حصہ پہنچتا تھا اسی کو اس کی اولاد کی تعداد کے موافق بڑھالیا اور پھر انہیں پر تقسیم کر دیا۔ اسی طرح ہمشیرہ کو جو حصہ ملتا اس کی اولاد کی تعداد کے موافق بڑھا کر انہیں پر تقسیم کر دیا یعنی کل مال کے دس حصے ہو کر چھ بھائی کی طرف پہنچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے اور چار حصہ ہمشیرہ کی طرف پہنچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے۔

سوال۔ اگر صورت مذکورہ بالا میں ایک بھتیجا بھی موجود ہوتا تو پھر حصہ کس طرح تقسیم ہوتا؟

جواب۔ بھتیجا چونکہ عصبہ ہے لہذا اگر وہ موجود ہو تو کل مال اسی کو پہنچ جاتا اور بھتیجیاں اور بھانجے وغیرہ ذوی الارحام سب محروم رہ جاتے۔

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بھانجے دو بھانجیاں اور چار بھتیجیاں چھوڑیں اور بعد تجہیز و تکفین کے انتالیس روپے مال چھوڑا تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب۔ بھائی کی اولاد کی تعداد چونکہ چار ہے اور بھائی کو دہرا حصہ ملا کرتا ہے لہذا چار حصے دہرے دہرے بھائی کی طرف رکھیں گے اور بہن کی اولاد چونکہ پانچ ہیں لہذا اس کی طرف پانچ حصے اکہرے رکھیں گے۔ غرض کل مال کے تیرہ حصے ہو جائیں گے اور پانچ حصوں کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیں گے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا اور آٹھ (۱) حصوں کو بھائی کی چاروں بیٹیوں پر برابر تقسیم کر دیں گے صورت اس کی یہ ہے۔

کل مال ۳۹ تقسیم شدہ بر ۱۳ حصہ۔

بھائی کی اولاد کو ۴ حصے دہرے فی الحقیقت آٹھ حصے ہیں ۱۲ دہرے یعنی ۲۴ بہن کی اولاد کو پانچ حصے اکہرے پھر ان میں سے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیا یعنی ۱۵

۱۔ یعنی چار دہرے حصے جن میں سے آٹھ اکہرے نکلتے ہیں۔

کل مال ۳۹ تقسیم شدہ برابر حصے

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا		بھانجی	بھانجی
۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	یک حصہ	یک حصہ
ے	ے	ے	ے	۴ے	۴ے	۴ے	ع۱۰/	ع۱۰/

بھائی کی طرف جو آٹھ حصے یعنی ۲۴ دیئے گئے تھے ان میں سب بھتیجیوں کو دو دو حصے دے دیئے گئے اور بہن کی اولاد کو جو ۳۹ روپے میں سے پانچ حصہ یعنی ۱۵ روپے دیئے گئے تھے ان پندرہ کو آٹھ حصے کر کے دہرا دہرا بھانجوں کو اور اکہرا اکہرا بھانجیوں کو دیا۔

سوال۔ اگر دو حقیقی بھانجا بھانجی اور تین اخیافی بھتیجے اور دو اخیافی بھتیجیاں چھوڑیں تو حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ کل مال کے چھ حصے کر کے ایک حصہ اخیافی کی اولاد کو دیا کیونکہ اخیافی بھائی اگر ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملتا ہے مگر چونکہ اس کی پانچ اولاد ہیں لہذا اس ایک حصہ کے پانچ کر دیئے اور بہن کو پانچ حصہ ملتے تھے (۱) چونکہ اس کی اولاد دو عدد ہیں لہذا پانچ کو دو دفعہ کیا تو دس ہو گئے اب کل مال کے پندرہ حصے ہو کر پانچ حصہ اخیافی بھائی کی طرف گئے اور اس کی اولاد پر برابر تقسیم ہو گئے کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت کو برابر حصہ ملتا ہے اور حقیقی بہن کی طرف جو دس حصے پہنچے تھے ان میں سے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دے کر تقسیم کر دیئے صورت اس کی یہ ہوئی۔

کل مال ۳۰ روپے تقسیم شدہ ہر پندرہ سہام

حقیقی بہن کی اولاد (۲) کو پانچ حصے پہنچے اخیافی بھائی کی اولاد کو ایک حصہ پہنچا

حقیقی بھانجا	حقیقی بھانجی	اخیافی بھتیجا	بھتیجا	بھتیجی	بھتیجی
دو حصے	یک حصہ	یک	یک	یک	یک
۵/۴ پائی	۱۰/۸ پائی	۲	۲	۲	۲

تیس روپے کے پندرہ حصے لگا کر دس حصے (یعنی ۲۰ روپے) ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیئے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا اور پندرہ حصوں میں سے پانچ حصے (یعنی دس روپے) اخیافی بھائی کی اولاد پر

۱۔ یعنی بروقت موجود ہونے اخیافی بھائی کے حقیقی بہن کو کل مال میں سے باقی پانچ حصہ ملتے تھے۔

۲۔ چونکہ اولاد دو عدد ہیں تو ان کو بڑھا کر دگنا کر لیا دو چند ہو کر دس ہو گئے۔

برابر تقسیم کر دیئے کیونکہ مرد وعورت اخیافیوں میں برابر رہتے ہیں۔
یہاں تک درجہ سوم کے نمبر اول کا بیان ہوا۔ یعنی بھائی بہنوں کی اولاد بلا واسطہ اب ان کے آگے نمبر دوم والے یہ لوگ ہیں۔

درجہ سوم کے ذوی الارحام نمبر۲/۱۲ بارہ قسم کے رشتہ دار۔

(۱) حقیقی بھتیجے کی دختر (۲) علاتی بھتیجے کی دختر (۳) اخیافی بھتیجے کی اولاد (۴) حقیقی بھتیجی کی اولاد (۵) علاتی بھتیجی کی اولاد (۶) اخیافی بھتیجی کی اولاد (۷) حقیقی بھانجوں کی اولاد (۸) علاتی بھانجوں کی اولا (۹ داخیافی بھانجوں کی اولاد (۱۰) حقیقی بھانجیوں کی اولاد (۱۱) علاتی بھانجیوں کی اولاد (۱۲) اخیافی بھانجیوں کی اولاد جب تک نمبر اول کے لوگوں میں سے کوئی بھی موجود ہوگا ان میں سے کسی کو میراث نہ پہنچے گی جب ان میں سے کوئی نہ ہوتو ان کو نمبر اول[1] والوں کے قاعدہ کے مطابق میراث پہنچے گی۔ یعنی

(۱) اگر ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا تکلف وہ کل مال کا مالک ہو جائے گا۔

(۲) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں للذکر مثل حظ الانثین کے قاعدہ کی بموجب تقسیم کرلیں۔

(۳) اگر چند آدمی ہیں اور مختلف رشتہ داروں کی اولاد ہیں تو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی۔ ان لوگوں پر جو عصبہ کی اولاد نہیں ہیں۔ یعنی حقیقی اور علاتی بھتیجوں کی بیٹیوں کے سامنے اور سب محروم رہ جائیں گے۔

(۴) اگر عصبہ کی اولاد کوئی نہ ہوتو ترکہ اور میراث سب موجودہ وارثوں میں تقسیم ہوگا لیکن موجودہ لوگوں کے مذکر ومونث ہونے کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ ان کی اصلوں کو دیکھ کر جو حصہ اصل کو پہنچتا اسی کو نیچے لاکر اس کی اولاد پر تقسیم کر دیں گے جیسا کہ نمبر اول میں بیان ہوا۔

(۵) جب تک یہ موجود ہوں گے نمبر اسوم کے ذوی الارحام محروم رہیں گے۔

ذوی الارحام ۳/۱۳ بھانجا۔ بھانجی۔ اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہ ہوں)

(۱) یہ لوگ نمبر دوم کی اولاد ہیں۔ نمبر دوم میں سے جب تک کوئی ایک بھی ہوگا یہ محروم رہیں گے۔

(۲) جب تک ان میں سے ایک شخص بھی موجود ہوگا نمبر چہارم محروم رہیں گے۔

۳۔ یعنی اس درجہ سوم کے نمبر اول کے مطابق۔

Marfat.com

ذوی الارحام ۴/۱۴ بھانجا۔ بھانجی اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہ ہوں)
(۱) جب نمبر اول و دوم وسوم میں کوئی موجود نہ ہوتو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔
(۲) جب تک نمبر اول و دوم وسوم میں کوئی بھی موجود ہوتا ہے یہ محروم رہتے ہیں۔
باقی حال ان کا مانند نمبر اول و دوم کے ہے۔

تیسرے درجہ کے ذوی الارحام چار پشت تک بیان ہو گئے۔ آگے اسی طرح اولاد در اولاد کا سلسلہ چل سکتا ہے اور یہی قاعدہ ہے۔ یہ خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ قریب والوں کی موجودگی میں بعید نمبر کے محروم رہیں گے۔ مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم دوم کے سامنے سوم۔
وعلی ہذا القیاس۔

(چونکہ ان کے حال کی ضرورت نہیں پڑتی اور بیان مشکل ہے اس لئے صرف نمبر اول کو مفصل بیان کر کے باقی تفصیل کو مفید عام نہ سمجھ کر چھوڑ دیا)۔

ذوی الارحام کا سب سے آخری چوتھا درجہ

درجہ چہارم میں میت کی پھوپھیاں۔ خالہ۔ ماموں۔ اخیافی چچا۔ اور پھر ان سب کی اولاد حقیقی اور علاتی چچاؤں کی دختری [1] اولاد۔ اور پھر میت کے باپ کی اور ماں کی پھوپھیاں۔ خالائیں ماموں اور ان کے اخیافی چچا داخل ہیں۔ چونکہ ان کی تعداد بہت ہے اور بیان مشکل ہے اس لئے ہم ان کو تین قسم کر کے علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی درجہ چہارم کی تین قسمیں ہوگئیں یہ بھی ممکن تھا کہ ہم ان کو تین درجوں میں علیحدہ بیان کر کے ذوی الارحام کے چھ درجے کر دیتے لیکن چونکہ اکثر کتابوں میں ذوی الارحام کو چار ہی درجوں میں تقسیم کیا ہے اس لئے ہم نے ان کے خلاف کرنا پسند نہ کیا اور چوتھے درجہ کی تین قسمیں کر کے سمجھا دیا والامر بید اللہ الکریم۔

درجہ چہارم کی پہلی قسم۔ ماموں۔ خالہ۔ اخیافی چچا۔ اس درجہ کے دو نمبر ہیں۔ الف و ب پہلی قسم نمبر الف۔ باپ کی طرف سے حقیقی پھوپھی (۱) علاتی پھوپھی (۲) اخیافی پھوپھی (۳) اخیافی چچا۔
پہلی قسم نمبر ب۔ ماں کی طرف کے حقیقی ماموں۔ علاتی ماموں اخیافی ماموں حقیقی خالہ۔ علاتی خالہ۔ اخیافی خالہ۔ درجہ چہارم کی اس پہلی قسم میں دس رشتوں کے وارث ہیں یعنی نمبر الف میں باپ کی طرف کے چار اور نمبر ب میں والدہ کی طرف کے چھ کل دس طرح کے وارث ہوئے۔

۱۔ اسی درجہ کا نمبر سوم جن کا ذکر اب آتا ہے ۲۱۔

Marfat.com

اب ان کے قاعدے گوش ہوش سے سنو۔

(۱) جب درجہ سوم کے کسی نمبر کا کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں کیونکہ یہ سب درجہ چہارم میں داخل ہیں اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ جب تک قریب درجہ کے وارث موجود ہوتے ہیں بعید وارث یعنی نیچے کے درجے کے محروم رہتے ہیں۔

(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا نزاع کل مال اسی کو مل جائے گا نہ تقسیم کا جھگڑا نہ شرکت کا قضیہ۔

(۳) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے دس پانچ وارث ہوں اور کوئی نہ ہو تو کل مال ان میں بلا تکلف برابر تقسیم ہو جائے گا۔ مثلاً دو چار حقیقی پھوپھیاں ہوں تو جتنی پھوپھیاں ہوں گی میت کے ترکہ کے اسی قدر حصہ کر کے سب کو برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ پھوپھیاں حقیقی سب ایک ہی نمبر کی ہیں یعنی اول نمبر پر ہم نے لکھا ہے اور رشتہ میں نام بھی سب کا ایک ہے اگر دس بھی ہوں گی تو دسوں کو حقیقی پھوپھی کہیں گے۔ یا مثلاً علاتی ماموں کئی نفر ہوں اور کوئی نہ ہو تو سب مال ان میں برابر تقسیم ہو جائے گا۔ کیونکہ سب کا نام رشتہ میں ایک ہی ہے۔ (یعنی علاتی ماموں) اور سب نمبر ۵ میں داخل ہیں۔ اسی طرح اور وارثوں کو سمجھ لو۔ مثلاً دو چار دس پانچ حقیقی خالہ ہوں اور کوئی نہ ہو تو انہیں میں برابر تقسیم ہو گا یا پانچ سات اخیافی چچا ہوں اور کوئی نہ ہو تو انہیں میں برابر تقسیم ہو گا۔

(یہاں تک ذرا آسان تھا اب مشکل بیان آتا ہے ہوشیار ہو جاؤ)

(۴) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے وارث نہیں بلکہ مختلف نمبروں کے ہیں لیکن سب نمبر الف کی طرف کے ہیں یعنی ماں کی طرف کا کوئی نہیں سب باپ ہی کی طرف کے رشتہ دار ہیں (مثلاً حقیقی پھوپھی زندہ ہے اور علاتی بھی یا علاتی پھوپھی زندہ ہے اور علاتی چچا) تو ان میں نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم رہے گا اور نمبر دوم کے سامنے نمبر سوم محروم رہے گا۔ لیکن نمبر سوم کے سامنے نمبر چہارم محروم نہ ہو گا بلکہ سوم و چہارم باہم شریک رہیں گے اور برابر حصہ و میراث پائیں گے مرد و عورت ہونے کا ان میں کچھ خیال نہ ہو گا۔ غرض جب باپ کی طرف کے چار وارثوں میں سے ایک دو تین چار نام کے وارث موجود ہوں اور ماں کی طرف کا کوئی بھی نہ ہو تو حقیقی پھوپھی کے سامنے باقی تینوں وارث محروم ہیں یعنی علاتی پھوپھی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپھی بھی۔ اور علاتی پھوپھی کے سامنے دو وارث یعنی اخیافی چچا اور اخیافی پھوپھی محروم رہتے ہیں اور اخیافی چچا کی وجہ سے اخیافی پھوپھی محروم نہیں رہتی (اس لئے ہم نے کہا تھا کہ نمبر تین کے سامنے نمبر چار محروم نہیں ہوتا)

Marfat.com

بلکہ جب اخیافی چچا محروم نہ ہو اور اخیافی پھوپھی بھی موجود ہو تو جو کچھ مال ہوگا اس کو باہم بالکل برابر تقسیم کریں گے جتنا مرد کو ملے گا۔ اسی قدر عورت کو ملے گا کیونکہ اخیافی وارثوں میں مرد عورت کا فرق خدا تعالیٰ نے نہیں رکھا۔

مثالیں۔ مسئلہ ۳ حقیقی پھوپی حقیقی پھوپی حقیقی پھوپی۔

مسئلہ ۴ اخیافی پھوپھی اخیافی پھوپھی اخیافی پھوپھی اخیافی پھوپی

مسئلہ ۴ حقیقی ماموں حقیقی ماموں حقیقی ماموں حقیقی ماموں۔

مسئلہ ۳ علاتی خالہ علاتی خالہ علاتی خالہ۔

ان چار مثالوں میں چونکہ ایک ہی نام کے کئی کئی وارث تھے اس لئے سب کو برابر حصہ دے کر ترکہ تقسیم ہوا۔

مسئلہ

حقیقی پھوپی علاتی پھوپی۔ اخیافی چچا۔

مسئلہ

علاتی پھوپھی اخیافی چچا اخیافی پھوپھی

ان دو مثالوں میں حقیقی پھوپھی کے سامنے اخیافی چچا اور علاتی پھوپھی محروم رہی۔ اور علاتی پھوپھی نے اخیافی چچا و پھوپھی کو محروم کیا۔

اخیافی چچا۔ اخیافی پھوپھی اخلیافی پھوپھی

۱ ۱ ۱

اس مثال میں اخیافی چچا نے پھوپھی کو محروم نہیں کیا بلکہ مرد و عورت کو برابر حصہ پہنچا ہے۔

(۵) جیسے باپ کی طرف کے وارثوں میں مفصل بیان ہوا اسی طرح اگر ماں کی طرف کے ذوی الارحام کئی ناموں اور کئی نمبروں کے رشتہ دار ہیں لیکن جس قدر بھی ہیں سب نمبر ب کی طرف کے یعنی صرف ماں ہی کی طرف کے ہیں باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہیں۔ (مثلاً حقیقی خالہ بھی زندہ ہے اور علاتی ماموں یا علاتی ماموں ہے اور اخیافی خالہ) تو ان میں نمبر اول و دوم کے سامنے نمبر ۳، ۴، ۵، ۶ محروم رہیں گے۔ یعنی حقیقی ماموں و خالہ کے سامنے باقی چار وارث محروم رہیں گے اسی طرح نمبر ۳، ۴ میں سے اگر کوئی بھی موجود ہوگا تو نمبر ۶، ۵ میراث کے مستحق نہ ہوں گے یعنی جب حقیقی ماموں یا حقیقی خالہ کوئی بھی موجود ہوگا تو علاتی خالہ ماموں اور اخیافی خالہ و ماموں محروم رہیں

Marfat.com

گے لیکن حقیقی ماموں کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہیں ہوگی بلکہ شریک رہیں گے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔علی ہذا القیاس علاتی ماموں و خالہ باہم ایک دوسرے کو محروم نہ کریں گے بلکہ شریک رہیں گے البتہ جب ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا تو اخیافی ماموں و خالہ میراث نہیں پائیں گے۔ان کو میراث جب ہی مل سکتی ہے کہ پہلے چار وارث یعنی حقیقی اور علاتی ماموں اور خالہ کوئی نہ ہو۔جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو اخیافی کو میراث پہنچتی ہے اور ان میں مرد و عورت حصہ لینے میں یکساں رہتے ہیں کیونکہ اخیافی ہیں۔

شاید چند مثالوں کے ملاحظہ سے آپ کو اس بیان کے سمجھنے میں کچھ سہولت ہو جائے۔

مسئلہ

اول	حقیقی ماموں	علاتی خالہ	اخیافی
	۱	محروم	محروم

مسئلہ

دوم	حقیقی خالہ	علاتی ماموں	اخیافی ماموں
	۱	محروم	محروم

مسئلہ

سوم	حقیقی ماموں	حقیقی خالہ
	۲	۱

دیکھیے پہلی مثال میں حقیقی ماموں نے سب کو محروم کر دیا۔اور دوسری میں حقیقی خالہ نے لیکن تیسری مثال میں جب حقیقی ماموں کے ساتھ حقیقی خالہ بھی موجود تھی تو وہ اس کو محروم نہ کر سکا بلکہ دونوں شریک ہو گئے۔

مسئلہ ا

چہارم	علاتی ماموں	اخیافی ماموں	خالہ
	۱	محروم	محروم

مسئلہ ا

پنجم	علاتی خالہ	اخیافی ماموں	خالہ
	۱	محروم	محروم

Marfat.com

مسئلہ ۳
ششم

علاتی خالہ　　علاتی ماموں

۲

دیکھئے چوتھی مثال میں علاتی ماموں نے اخیافیوں کو محروم کر دیا اور پانچویں میں علاتی خالہ نے اخیافیوں کے حصہ کو روک دیا لیکن چھٹی مثال میں جب علاتی خالہ و ماموں جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو محروم نہ کیا بلکہ باہم شریک ہو گئے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا

ہفتم مسئلہ ۲

اخیافی ماموں　　اخیافی خالہ

۱　　۱

اس مثال پر غور کرو کہ حقیقی و علاتی ماموں و خالہ میں سے جو کوئی موجود ہوتا تھا وہ غریب اخیافی خالہ و ماموں کو محروم کر ڈالتا تھا چنانچہ پہلی مثالوں سے واضح ہو رہا ہے لیکن جب ان میں سے کوئی نہ رہا اور اخیافی ماموں و خالہ جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ شریک ہوئے اور شریک بھی برابر کے حصہ دار۔ خالہ کو ماموں سے کچھ کم نہیں پہنچا کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت کو برابر ملتا ہے۔ یہاں تک وہ صورتیں بیان ہوئیں کہ صرف ایک طرف کے ذوی الارحام موجود ہوں یعنی صرف باپ کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر الف ہوں یا صرف ماں کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر ب ہوں۔ اب وہ صورت ملاحظہ کرو کہ بعض وارث باپ کی طرف کے ہوں اور بعض ماں کی طرف کے یعنی نمبر الف کی طرف کے چار وارثوں میں سے بھی کوئی موجود ہو اور نمبر ب کی طرف کے چھ وارثوں میں سے بھی کوئی زندہ ہو۔

(۶) جب کچھ وارث نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ہوں اور کچھ نمبر ب یعنی والدہ کی طرف کے تو اس صورت میں کل موجودہ ترکہ کے تین حصے کر کے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دے دیں تاکہ وہ اس کو باہم تقسیم کر لیں اور ایک حصہ ماں کی طرف والوں کو دے دیں تاکہ وہ بھی تقسیم کر لیں۔ تقسیم کرنے کی یہ صورت ہے۔

باپ کی طرف کے ذوی الارحام کو جو دو ثلث دیئے گئے ہیں اگر ان میں صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو پورے دو ثلث وہی لے لے گا اور اگر ایک نام کے دو چار آدمی ہیں تو برابر تقسیم کر لیں (مثلاً تین پھوپھیاں ہوں) لیکن حقیقی پھوپھی کے سامنے علاتی پھوپھی محروم رہے گی اور علاتی کے

Marfat.com

سامنے اخیافی چچا و پھوپھی محروم رہیں گے۔ لیکن اخیافی چچا کی وجہ سے اخیافی پھوپھی محروم نہ ہوگی۔
اب گویا ان کا حال بالکل وہی ہو گیا جو قاعدہ نمبر ۴ میں مذکور ہوا (۱) ہے فرق اس قدر ہے کہ وہاں والدہ کی طرف کے وارثوں میں کوئی نہ تھا کل مال باپ کی طرف والوں کو دیا گیا تھا اور یہاں ایک حصہ والدہ والوں کو دے دیا گیا ہے اور دو حصہ باپ والوں کیلئے رہے ہیں لیکن اور باتیں سب وہی ہیں حقیقی کے سامنے علاتی اور علاتی کے سامنے اخیافی جس طرح وہاں محروم تھے وہی سب باتیں یہاں ہیں والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو تین ثلث میں سے ایک ثلث دیا گیا ہے اگر ان میں صرف ایک ہی آدمی موجود ہے تو اس پورے ثلث کو وہی لے لے گا اور اگر ایک نام کے کئی آدمی ہیں تو مال کو برابر تقسیم کرلیں۔ (مثلاً دو چار حقیقی ماموں ہوں۔ یا دو چار حقیقی خالہ ہوں) لیکن جب حقیقی ماموں یا حقیقی خالہ کوئی بھی موجود ہوگا تو علاتی ماموں و خالہ اور اخیافی ماموں اور خالہ چاروں آدمی محروم رہیں گے لیکن حقیقی ماموں کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہیں رہے گی بلکہ دونوں شریک رہیں گے ماموں کو دوہرا اور خالہ کو اکہرا۔ اسی طرح علاتی ماموں و خالہ ایک دوسرے کو محروم نہ کریں گے بلکہ ایک ثلث مال جو ملا ہے اس میں شریک رہیں گے خالہ کو اکہرا ماموں کو دوہرا۔ مگر ہاں ان علاتیوں میں سے جب کوئی ایک بھی موجود ہوگا اخیافیوں کو محروم کردے گا۔ اور جب ان چاروں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی نہ حقیقی ماموں ہو نہ خالہ اور نہ علاتی ماموں ہو نہ خالہ تو اخیافی ماموں اور خالہ وارث ہوں گے اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے حصے میں خلل نہ آئے گا بلکہ اگر اخیافی خالہ اور ماموں دونوں موجود ہوں تو مال کو برابر تقسیم کرلیں۔ اب گویا ان کا حال بالکل وہی ہو جائے گا جو قبل ازیں قاعدہ نمبر ۵ میں بیان ہوا تھا۔ اتنا فرق ہے کہ باپ کی طرف کے وارثوں میں وہاں کوئی نہ تھا کل ترکہ والدہ کی طرف کے لوگوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ یہاں دو ثلث باپ والوں کو دینے کے بعد جو ایک ثلث والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو دیا گیا ہے وہ اسی قاعدہ سے تقسیم ہو رہا ہے اب چند مثالیں سمجھ لو۔

مثال اول

مسئلہ ۹

حقیقی پھوپی	علاتی پھوپی	اخیافی چچا	علاتی ماموں	علاتی خالہ	اخیافی ماموں	خالہ
۶	محروم	محروم	۲	۱	محروم	محروم

اس مثال میں کل مال کے نو حصے کر کے دو تہائی یعنی چھ سہام تو باپ کی طرف دیئے اور ایک تہائی یعنی تین سہام والدہ کی طرف دیئے۔ باپ کی طرف حقیقی پھوپھی نے علاتی اور اخیافی کو محروم کر دیا

Marfat.com

اورکل دوثلث مال خودلیا۔اور والدہ کی طرف چونکہ خالہ بھی علاتی تھی اور ماموں بھی علاتی تھا اس لئے وہ دونوں ایک ثلث میں شریک ہوئے اکہرا عورت کو دیا گیا اور مرد کو دہرا۔مگر ہاں ان کی وجہ سے اخیافی ماموں وخالہ محروم رہ گئے۔

مثال ۲

مسئلہ ٦

علاتی پھوپھی	علاتی پھوپھی	حقیقی ماموں	علاتی ماموں
۲	۲	۲	محروم

مثال ۳

مسئلہ ۹

حقیقی پھوپھی	اخیافی پھوپھی	اخیافی ماموں	اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
٦	محروم	۱	۱	۱

دوسری مثال میں حسب قاعدہ کل مال کے تین ثلث کر کے دوثلث باپ کی طرف دیئے یعنی چھ میں سے چار اور ایک ثلث والدہ کی طرف دیا یعنی چھ میں سے دو۔ والدہ کی طرف کا وارث چونکہ حقیقی ماموں تھا اس لئے اس نے وہ ایک ثلث خود پایا اور علاتی ماموں اس کی وجہ سے محروم ہو گیا۔ اور باپ کی طرف جو دوثلث دیئے گئے تھے وہاں چونکہ ایک ہی نام کے دو وارث تھے۔یعنی علاتی پھوپھیاں اس لئے وہ مال ان میں برابر تقسیم ہو گیا۔

تیسری مثال میں بھی دوثلث یعنی ۹ میں سے ٦ باپ کی طرف دیا اس کو حقیقی پھوپھی نے لے لیا اور اخیافی پھوپھی اس کی وجہ سے محروم ہوئی اور ایک ثلث یعنی ۹ میں سے ۳ ماں کی طرف کے وارثوں کو دیا گیا وہ ان میں باہم برابر تقسیم ہو گیا کیونکہ وہ سب اخیافی تھے نہ مرد وعورت کا حصہ زیادہ کم ہوا نہ کسی کی وجہ سے کوئی محروم رہا۔ باوجودیکہ باپ کی طرف حقیقی پھوپھی موجود تھی مگر اخیافی ماموں وخالہ کو محروم نہ کیا کیونکہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام باپ کی طرف والوں کو محروم نہیں کر سکتے اور نہ باپ کی طرف والے ماں والوں کو محروم کرتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ جب باپ کی طرف کے ذوی الارحام بھی موجود ہوں اور ماں کی طرف کے بھی تو ان میں سے ایک دوسرے کو محروم نہیں کر سکتا خواہ باپ کی طرف کتنے ہی وارث ہوں ماں کی طرف والوں سے ان کو کچھ علاقہ نہ ہوگا اسی طرح ماں کی طرف خواہ کوئی سا وارث ہو اور ان کی خواہ کتنی ہی

Marfat.com

مقدار ہو باپ والوں سے کچھ بحث نہ ہوگی بلکہ باپ کی طرف والے اپنے دوثلث لے کر علیحدہ ہو جائیں گے اوراسی قاعدہ سے تقسیم کریں گے۔ جو ہم نے عنقریب بیان (ا) کیا۔اور ماں کی طرف والے اپنا ایک ثلث لے کر باہم تقسیم کریں گے ہم نے درجہ چہارم کو تین قسم کر کے بیان کیا ہے۔ یہاں تک پہلی قسم کا بیان ختم ہو گیا۔ جب تک ان لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ ہوگا درجہ چہارم کی قسم دوم وسوم کو کچھ حق نہیں پہنچے گا۔اب قسم دوم کا بیان سنو۔

درجہ چہارم کی دوسری قسم۔ چچاؤں (ا) اور پھوپھیوں (۲) کی اولاد (۳) ماموں اور خالاؤں (۴) کی اولاد بہ تفصیل ذیل۔قسم دوم نمبر الف باپ کی طرف کے حقیقی چچا (ا) کی بیٹیاں۔ حقیقی پھوپھی (۲) کے بیٹا بیٹی۔ علاتی -۳(چچا کی بیٹیاں علاتی (۴) پھوپھی کے بیٹا بیٹیاں۔ اخیافی (۵) چچا کے بیٹا بیٹی ۔اخیافی پھوپھی (۶) کے بیٹا بیٹی۔

قسم دوم نمبر ب ماں کی طرف کے حقیقی ماموں (ا) کے بیٹا بیٹی۔ حقیقی خالہ (۲) کے بیٹا بیٹی۔ علاتی ماموں (۳) کے بیٹا بیٹی علاتی خالہ (۴) کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی ماموں (۵) کے بیٹا بیٹی۔(۶) اخیافی خالہ کے بیٹا بیٹی۔

جب ان سے پہلی قسم کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو مندرجہ ذیل قواعد کے موافق انپر میراث تقسیم ہوتی ہے

(ا) اگر ماں کی طرف والے وارثوں میں سے کوئی نہیں صرف باپ کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ ان کو مل جائے گا اور اگر ماں کی طرف یعنی نمبر ب والے بھی موجود ہیں تو دوثلث باپ کی طرف والوں کو دیا جائے گا اور ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو۔

(۲) باپ کی طرف والوں کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا دوثلث دیا گیا ہو وہ اس کو باہم تقسیم کرلیں لیکن ان میں سب کو حصہ نہ ملے گا بلکہ۔

(۳) جب حقیقی چچا کی ایک بیٹی یا کئی بیٹیاں موجود ہوں گی تو باپ کی طرف کے باقی پانچوں وارث محروم رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ حقیقی پھوپھی کے بیٹے بھی محروم رہ جائیں گے۔ البتہ ماں کی طرف والوں سے کچھ بحث نہ ہوگی نہ اس طرف والا ان کو نہ محروم کرسکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

(۴) جب حقیقی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہ ہو تو حقیقی پھوپھی کی اولاد کو حصہ پہنچتا ہے اگر ایک آدمی ہے تو کل پر قبضہ کرلے اور دو چار ہیں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا حصہ ملے گا عورت کو اکہرا دیا جائے گا۔

Marfat.com

(۵) جب تک حقیقی پھوپھی کا کوئی بیٹا یا بیٹی موجود ہوگا علاتیوں اور اخیافیوں کو ہرگز حصہ نہ ملے گا بلکہ علاتی چچا کی بیٹیاں بھی محروم رہیں گی اور علاتی پھوپھی کی تمام اولاد بھی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپھی کی اولاد بھی محروم رہے گی۔ غرض حقیقی پھوپھی کی اولاد کے سامنے جو نمبر ۲ پر لکھے ہوئے ہیں باقی چاروں وارث محروم رہیں گے یعنی نمبر ۳، ۴، ۵، ۶۔

(۶) جب حقیقی چچا کی بیٹیاں بھی نہ ہوں اور حقیقی پھوپھی کی اولاد بھی بالکل نہ ہو اس وقت علاتی چچا کی بیٹیوں پر میراث پہنچے گی۔ اگر ایک ہی موجود ہو تو کل مال کی مستحق ہے اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کرلیں۔

(۷) جب تک علاتی چچا کی کوئی بیٹی بھی موجود ہوگی علاتی پھوپھی کی اولاد کو کچھ حصہ ہرگز نہ ملے گا اور اخیافی چچا اور پھوپھی کی اولاد بھی علاتی چچا کی بیٹی کے سامنے محروم رہے گی غرض علاتی چچا کی دختر مندرجہ نمبر ۳ کے سامنے باقی تین درجوں کے لوگ محروم رہیں گے یعنی ۴، ۵، ۶۔

(۸) جب علاتی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہ ہو تو علاتی پھوپھی کی اولاد کو میراث پہنچے گی اگر اس کی اولاد میں ایک ہی شخص ہو تو کل مال پر قبضہ کرلے اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیا جائے۔

(۹) جب تک حقیقی اور علاتی چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا اخیافی چچا اور پھوپھی کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔ اور علاتی پھوپھی کی اولاد مندرجہ نمبر ۴ کی وجہ سے اخیافیون کی اولاد یعنی نمبر ۵، ۶ محروم رہیں گے۔

(۱۰) جب علاتی پھوپھی کی اولاد میں سے بھی کوئی موجود نہ ہو تو چاروں قسم کے اخیافی مستحق ہوں گے یعنی اخیافی چچا کے بیٹا بیٹی اور اخیافی پھوپھی کے بیٹا بیٹی کو میراث ملے گی۔ ان میں کوئی شخص دوسروں کو محروم نہیں کرتا۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لے اور اگر دو چار موجود ہوں تو باہم تقسیم کرلیں۔ اخیافی پھوپھیوں اور اخیافی چچا کی اولاد کو برابر حصہ ملے گا نہ مرد عورت کا فرق ہوگا اور نہ کوئی ایک دوسرے کو محروم کرے گا یعنی جس طرح نمبر اول نے دوم کو محروم کردیا تھا اور دوم نے سوم کو اور سوم نے چہارم کو یہاں ایسا نہ ہوگا نمبر ۵ نمبر ۶ کو محروم نہ کرے گا بلکہ شریک رہیں گے۔

یہاں تک باپ کی طرف کے ذوی الارحام کا بیان ہوا۔ یعنی اگر ماں کی طرف سے کوئی موجود نہ ہو تو وہ کل مال کو لے کر مطابق قواعد مذکورہ بالا تقسیم کرلیں اور اگر ماں کی طرف کے ذوی الارحام میں

سے بھی کوئی موجود ہے تو ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو دے کر دو ثلث کو باپ کی طرف والے ان قواعد مذکورہ کے بموجب تقسیم کرلیں۔ غرض خواہ ان کو کل مال پہنچے یا دو ثلث پہنچے تقسیم کرنے گے قاعدے وہی ہیں جو ابھی دس نمبر تک مذکور ہوئے اگر ماں کی طرف والے بھی موجود ہوں تو باپ والے ان سے کچھ علاقہ نہ رکھیں گے نہ ان کو کسی کو محروم کریں گے اور نہ ان کی وجہ سے باپ والوں میں سے کوئی محروم ہوگا بلکہ دو ثلث لے کر اسی کو باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلیں اور ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو دے دیں وہ اس کو مندرجہ ذیل قواعد کے مطابق تقسیم کرلیں گے اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ تقسیم میں نہ رکھیں گے۔

(۱۱) اگر باپ کی طرف کے وارثوں میں سے کوئی نہیں صرف ماں کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ ان کو مل جائے گا۔ اگر باپ کی طرف یعنی نمبر الف والے بھی موجود ہیں تو ماں والوں کو صرف ایک ثلث پہنچے گا دو ثلث باپ کی طرف والوں کا حق ہے۔

(۱۲) ماں کی طرف والوں کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا صرف ایک ثلث پہنچا ہو وہ اس کو باہم تقسیم کرلیں لیکن بلا تکلف ہر ایک کو حصہ نہ ملے گا۔ بلکہ

(۱۳) جب حقیقی خالہ اور ماموں کی اولاد موجود ہوگی علاتیوں اور اخیافیوں کی اولاد ان کے سامنے بالکل محروم رہے گی۔ یعنی نمبر اول و دوم کے سامنے نمبر ۳، ۴، ۵، ۶ سب محروم رہیں گے۔

(۱۴) اگر ان میں سے ایک ہی آدمی موجود ہے تو ایک ثلث یا کل مال جو کچھ ماں کی طرف والوں کو دیا گیا ہے وہ تنہا وارث لے گا اور مستحق ہوگا۔

(۱۵) اگر دو چار آدمی موجود ہیں مگر سب حقیقی ماموں ہی کی اولاد ہیں خالہ کی اولاد کوئی نہیں تو جو کچھ (کل مال یا ایک ثلث) ان کو ملا ہے اس کو باہم تقسیم کریں اور مرد کو دوہرا حصہ دیں عورت کو اکہرا۔ اسی طرح اگر سب وارث حقیقی خالہ ہی کی اولاد ہوں حقیقی ماموں کی اولاد میں سے کوئی نہ ہو تو جو کچھ (ثلث مال یا کل) ماں کی طرف والوں کو دیا گیا ہے اس کو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔

(۱۶) اور اگر حقیقی ماموں کی اولاد بھی موجود ہے اور حقیقی خالہ کی بھی تو موجودہ لوگوں کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ ماموں کی تمام اولاد کو کل مال میں سے دو تہائی دے دیں گے اور خالہ کی سب موجودہ اولاد کو ایک تہائی دیا جائے گا جس کو وہ حسب قاعدہ مشہور للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرلیں گے

(۱۷) جب حقیقی ماموں اور خالہ کی اولاد میں سے کوئی بالکل نہ ہو تو علاتی ماموں اور خالہ کی اولاد کو میراث پہنچتی ہے یعنی اگر باپ کی طرف والے ذوی الارحام موجود نہیں ہیں تو کل مال علاتیوں کو

Marfat.com

پہنچے گا اور اگر باپ کی طرف کے مثل پھوپھی کی اولاد وغیرہ بھی زندہ ہیں تو ان کو دوثلث دینے کے بعد جو ایک ثلث ماں والوں کے لئے باقی رہا ہے وہ علاتیوں کو پہنچے گا۔ اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال وہی لے گا ورنہ اس کو وہ باہم تقسیم کریں۔

(۱۸) صرف علاتی ماموں کی اولاد زندہ ہے یا صرف علاتی خالہ کی زندہ ہے تو موجودہ مرد عورت کا لحاظ کر کے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائے گا۔

(۱۹) اور اگر علاتی ماموں اور خالہ دونوں کی اولاد موجود ہے تو جو کچھ (یعنی ایک ثلث یا کل) والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو پہنچا ہے اس میں سے ماموں کی اولاد کو دہرا حصہ دیں اور خالہ کی اولاد کو اکہرا حصہ دیں جیسا کہ حقیقی خالہ اور ماموں کی اولاد میں عنقریب مذکور ہوا ہے۔

(۲۰) جب تک علاتیوں کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا اخیافی ماموں وخالہ کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملے گا یعنی نمبر ۳، ۴ کے سامنے نمبر ۵، ۶ محروم رہیں گے۔

(۲۱) جب علاتیوں میں سے کوئی مرد وعورت بالکل نہ ہو تو وہ (کل مال یا ثلث) مال اخیافیوں پر پہنچے گا اگر ایک ہی اخیافی مرد یا عورت ہے تو کل مال کا وہی مستحق ہے اور اگر کئی آدمی ہیں تو باہم برابر تقسیم کرلیں کیونکہ اخیافیوں میں مرد وعورت کا کچھ فرق نہیں ہوتا۔

فرق ہم نے نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ذوی الارحام کے چھ نمبروں میں بیان کیا کہ فلاں نمبر فلاں کے سامنے محروم رہتا ہے اور یہاں نمبر ب یعنی ماں کی طرف والوں میں بھی یہی بیان کیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کی طرف والوں میں نمبر اول کے سامنے دوم بھی محروم تھا اور ۳، ۴، ۵، ۶ بھی۔ یہاں اول نمبر کے سامنے دوم محروم نہیں بلکہ دونوں شریک ہیں البتہ ۳، ۴، ۵، ۶ محروم ہیں۔ علی ہذا القیاس وہاں نمبر ۳ کے سامنے ۴، ۵، ۶ محروم تھے یہاں نمبر ۳ کے سامنے ۴ محروم نہیں بلکہ شریک ہے البتہ ۵، ۶ محروم ہیں۔ نمبر ۵ کے سامنے نمبر ۶ نہ وہاں باپ کی طرف والوں میں محروم تھا نہ یہاں ماں کی طرف والوں میں محروم ہے اس بارہ میں نمبر الف ونمبر ب دونوں برابر ہیں۔

یہ ذکر پھوپھیوں اور چچاؤں کی اولاد کا تھا جو عصبہ نہیں ہیں ذوی الارحام ہیں اب آگے جو ان کی اولاد ہو وہ بھی اسی قسم دوم میں داخل ہے اور اس کا بھی بالکل یہی حال ہے جو بیان ہوا مگر مذکورہ بالا اولاد میں اور ان کی اولاد در اولاد میں فرق یہ ہے کہ مذکورہ بالا لوگوں کے سامنے نیچے کے درجے کی اولاد والے وارث محروم رہیں گے علی ہذا القیاس جس کسی صورت میں کئی درجے کی اولادیں موجود ہوں تو اوپر والوں کے سامنے نیچے کے درجے والے محروم رہیں گے خواہ وہ اوپر کے درجے کی اولاد

Marfat.com

وہی لوگ ہوں جن کو ہم نے اس قسم دوم میں ذکر کیا ہے یا کوئی ان کے سوا ان سے نیچے درجہ کی ہو ان سے جو نیچے درجے والے ہوں وہ سب ان کے سامنے محروم رہیں گے۔ مثلاً پھوپھی کی پوتی بھی موجود ہے۔ اور پڑپوتی بھی تو پوتی کے سامنے پڑپوتی محروم رہے گی خواہ وہ پوتی اور پڑپوتی ایک ہی پھوپھی کی ہوں یا ایک پھوپھی کی پوتی ہو اور ایک کی پڑپوتی بہر صورت پوتی کی موجودگی میں پڑپوتی محروم ہوگی اسی طرح ماموں کے بیٹے کے سامنے پوتا محروم ہے اور پوتے کے سامنے پڑپوتا۔ اسی طرح دیگر ذوی الارحام خالہ وغیرہ کی اولاد کو خیال کرلو۔

یہ طویل بیان درجہ چہارم کی قسم دوم کا تھا۔ جب تک اس قسم میں سے کوئی موجود ہوگا یا ان کی اولاد کی اولاد میں سے کوئی زندہ ہوگا قسم سوم ہرگز وارث نہ ہوں گے۔ اب صرف اس درجہ کی قسم سوم کا بیان باقی ہے اس کو مختصر طریقہ سے تحریر کر کے ہم ذوی الارحام کے مشکل بیان کو ختم کرتے ہیں۔

درجۂ چہارم کی تیسری قسم بیس وارث بہ تفصیل ذیل۔

باپ کی طرف کے وارث نمبر الف۔(۱) باپ کی حقیقی پھوپھی۔ (۲) باپ کی علاتی پھوپھی۔ (۳) باپ کا اخیافی چچا۔ (۴) باپ کی اخیافی پھوپھی۔

نمبر ب (۱) باپ کا حقیقی ماموں (۲) باپ کی حقیقی خالہ (۳) باپ کا علاتی ماموں (۴) باپ کی علاتی خالہ (۵) باپ کا اخیافی ماموں (۶) باپ کی اخیافی خالہ۔

ماں کی طرف کے وارث نمبر الف (۱) ماں کی حقیقی پھوپھی۔ (۲) ماں کی علاتی پھوپھی۔ (۳) ماں کی اخیافی پھوپی۔ (۴) ماں کا اخیافی چچا۔

نمبر ب۔ (۱) ماں کا حقیقی ماموں۔ (۲) ماں کی حقیقی خالہ۔ (۳) ماں کا علاتی ماموں۔ (۴) ماں کی علاتی خالہ۔ (۵) ماں کا اخیافی ماموں۔ (۶) ماں کی اخیافی خالہ۔

دس نام کے وارث باپ کی طرف کے اور دس ماں کی طرف کے بیس وارث درجہ چہارم کی قسم سوم میں داخل ہیں جب درجہ اول دوم سوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو اور درجہ چہارم کی قسم اول میں بھی کوئی موجود نہ ہو۔ اور قسم دوم میں بھی کوئی نہ رہا ہو جو عنقریب مذکور ہوئی ہے تو اس قسم سوم کے ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے۔ ان کا حال بالکل درجہ چہارم کی قسم اول کے مانند ہے وہاں ملاحظہ کرلو یعنی

(۱) اگر ان لوگوں میں سے صرف ایک آدمی ہو تو کل مال کا وہی مستحق ہوگا۔

(۲) اگر چند آدمی ہوں مگر سب ایک ہی نام کے ہوں (مثلاً باپ کے دو تین حقیقی ماموں ہوں) تو

Marfat.com

باہم تقسیم کرلیں۔

الف (۳) اگر چند نام اور چند نمبر کے آدمی ہیں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہیں تو اسی طرح تقسیم ہوگا جس طرح قسم اول کے نمبر الف میں لکھا گیا۔ یعنی حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم رہیں گے اور علاتیوں کی موجودگی میں اخیافی محروم سمجھے جائیں گے (۳ ب) اسی طرح اگر صرف نمبر ب موجود ہوں نمبر الف میں سے کوئی نہ ہو تو بھی حقیقی ماموں و خالہ کے سامنے علاتی و اخیافی محروم رہیں گے اور علاتیوں کے سامنے صرف اخیافی محروم ہوں گے۔ یعنی نمبر اول و دوم باہم شریک اور ۳، ۴، ۵، ۶ ان کے سامنے محروم۔ اسی طرح ۳، ۴ باہم شریک اور ۵، ۶ ان کے سامنے محروم اور اگر ۳، ۴ نہ ہوں تو ۵، ۶ باہم شریک۔ (یہ حالت تھی باپ کی طرف کے دو قسم کے وارثوں کی)

(۴) اگر ماں کی طرف کے وارث چند نام اور کئی نمبروں کے ہوں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہوں تو بھی حقیقی کے سامنے علاتی و اخیافی محروم یعنی نمبر اول کے سامنے دوم سوم چہارم محروم رہیں گے۔ اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم و چہارم محروم لیکن سوم کی وجہ سے چہارم محروم نہ ہوگا بلکہ برابر کا شریک رہے گا۔

(۵) اور اگر ماں کی طرف کے صرف نمبر ب والے موجود ہیں تو حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم اور علاتیوں کے سامنے اخیافی محروم بالکل جس طرح ابھی قاعدہ تین میں بیان ہوا ہے۔ (یہ حالت جب تھی کہ صرف باپ کی طرف کے یا ماں کی طرف کے وارث زندہ ہوں لیکن)۔

(۶) اگر بعض وارث باپ کی طرف کے زندہ ہیں اور بعض ماں کی طرف کے تو جس طرح قسم اول کے نمبر ۶ میں مذکور ہوا ہے کل موجودہ ترکہ کے تین ۳ حصے کرکے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دے دیں اور ایک ثلث ماں کی طرف کے تمام موجودہ ذوی الارحام کو دے دیں اب وہ باہم اس کو اسی طرح تقسیم کریں جیسا کہ قسم اول کے نمبر ۴، ۵ میں مذکور ہوا ہے یعنی باپ والوں کو ماں والوں سے کچھ بحث نہ ہوگی بلکہ اس اپنے دو ثلث کو اس طرح تقسیم کریں کہ حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم اور علاتیوں کے سامنے اخیافی۔ (جیسا کہ قسم اول نمبر ۴ میں مذکور ہوا) اور ماں والوں کو ایک حصہ دے دیں وہ اس کو باہم تقسیم کریں (جیسا کہ قاعدہ نمبر ۵ قسم اول میں ذکر ہوا) اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ نہ رکھیں یعنی جب دونوں طرف کے وارث موجود ہیں تو ایک طرف والے دوسری طرف والوں کو محروم و مجوب نہ کریں گے بلکہ باپ والے اپنے دو ثلث پر اور ماں والے اپنے ایک ثلث پر قناعت کرکے باہم تقسیم کریں گے اور خیال رکھا جائے گا کہ حقیقی کے

Marfat.com

سامنے علاتی کو اور علاتی کی زندگی میں اخیافی کو میراث نہ پہنچے
چونکہ یہ وارث بہت کم موجود ہوتے ہیں اس لئے ہم نے ان کو کسی قدر مجمل بیان کر دیا ہے جو کافی ہے اگر ان مذکورہ بالا تمام قسموں اور تمام درجوں کے وارثوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو باپ اور ماں کی پھوپھی اور خالہ وغیرہ کی اولاد کو اسی قاعدہ سے میراث ملے گی جس طرح خود میت کی پھوپھی اور چچا اور خالہ کی اولاد کو میراث ملتی تھی جس کو ہم نے قسم دوم میں بیان کیا ہے۔ اور اگر ان کی اولاد بھی کسی درجہ میں نہ ہو تو پھر دادا کی پھوپھی اور خالہ و ماموں وغیرہ اور نانی کی پھوپھی و خالہ وغیرہ کو اس طرح میراث ملے گی جس طرح اسی قسم سوم میں ذکر کیا جو ابھی ختم ہوئی ہے لیکن چونکہ نہ یہ وارث کسی کے زندہ ہوتے ہیں اور نہ کہیں ان کی میراث کا مسئلہ پیش آتا ہے لہذا ہم نے زیادہ ذکر فضول سمجھا۔ واللہ اعلم بالصواب

گزارش۔ جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا ہے مناسب تو ذوی الارحام کے ذکر کو چھوڑ دینا تھا لیکن مختصر طور پر ذکر کرنے کا ارادہ ہو گیا تو میری فضول اور بے جوڑ عبارت نے اس بیان کو بہت طویل کر دیا۔ ہر چند مختصر کرنا چاہا مگر یہ خوف ہوا کہ کوئی بھی نہ سمجھے گا اس لئے طول کو اختیار کیا۔ یہ بحث مشکل ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ یہ اوراق جو بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں عام لوگوں کے لئے فضول ہوں گے مگر بایں خیال کہ شاید کسی کو نفع پہنچ جائے ان کو خارج کرنا مناسب (1) نہ سمجھا۔

احقر نے تا مقدور خود اس کو عام فہم طریقہ سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے زیادہ عام فہم بنانے پر ذہن قادر نہ تھا۔ بعض دفعہ کوئی شخص کسی بات کو بیان کر کے سمجھتا ہے کہ اس سے زیادہ اختصار و سلاست ممکن نہیں مگر دوسرا شخص ایسی آسان و مختصر عبارت میں اس کو ادا کر دیتا ہے کہ پہلا شخص بشرط انصاف مان جاتا ہے کہ بے شک میرا قصور تھا۔

پس اگر کوئی صاحب توجہ فرما کر اس سے زیادہ عام فہم طرز اور مختصر الفاظ میں اس بیان ذوی الارحام کو تحریر فرما کر احقر کے پاس بھیج دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط حیات (۲) ڈیڑھ سال کے بعد جب احقر اس کتاب پر نظر ثانی کر کے دوبارہ مرتب کرے گا۔ بجائے اس بیان کے ان کی تحریر فرمودہ بحث کتاب میں داخل کر کے ان کا نام نامی ظاہر کروں گا کیونکہ احقر کو مؤلف کہلانے کا شوق نہیں۔ عام لوگوں کو سمجھانے کی آرزو ہے۔ واللہ لله علی فضله۔

۱۔ امید ہے کہ طالب علمان عربی کو اس بحث سے نفع پہنچے گا ۱۲۔

۲۔ پندرہ برس کے بعد نظر ثانی ہو کر دوبارہ طبع ہوئی۔

Marfat.com

ساتواں باب

فصل اول حصے نکالنے اور سہام لگانے کے طریقے

جب ہر قسم کے وارثوں کی میراث کا حال اور ہر شخص کے مفصل حصے بیان ہو چکے تو مناسب ہے کہ اب میراث کو تقسیم کرنے اور مسئلہ بتلانے کا عام فہم قاعدہ اور طریقہ بھی لکھا جائے تا کہ بعد ملاحظہ بیانات سابقہ کے ہر شخص بآسانی حصے لگانے پر قادر ہو جائے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وارثوں میں سب سے مقدم اور مستحق ذوی الفروض ہیں ان کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کے حصے پورے دیئے جانے کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے وہ عصبات کو ملتا ہے اور جب ان ہر دو قسم میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو ملتا ہے جن کا درجہ سب سے گھٹا ہوا ہے ذوی الفروض کو جو حصے ملتے ہیں وہ یہ چھ حصے ہیں۔

(۱) سدس یعنی چھٹا۔(۲) ثلث یعنی تہائی۔(۳) دوثلث۔(۴) ثمن یعنی آٹھواں۔ (۵) ربع۔(۶) نصف۔

ان کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں یعنی جب کسی ذوی الفروض کو حصہ ملتا ہے تو ان چھ ہی میں سے کوئی نہ کوئی ملتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ ان کے علاوہ کوئی اور حصہ مل جائے مثلاً یہ ممکن نہیں کہ کسی ذوی الفروض کو پانچواں حصہ یا ساتواں حصہ مل جائے اور نہ یہ ممکن ہی کہ ان حصوں سے کم زیادہ مل جائے مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ذوی الفروض کو نواں حصہ یا دسواں یا بارہواں حصہ مل جائے کیونکہ ان میں سب سے چھوٹا اور کم حصہ آٹھواں ہے اس سے کم کسی کو نہیں مل سکتا اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان حصوں سے زیادہ کسی کو مل جائے مثلاً سب سے بڑا حصہ ان میں دو ثلث ہے۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی وارث کو اس سے زیادہ مل جائے نہ یہ ہوسکتا ہے کہ تین ربع دیا جائے نہ یہ ہوسکتا ہے کہ کل دیا جائے۔[1] اب ایک نقشہ لکھا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان مذکورہ بالا چھ حصوں میں سے کون سا حصہ کس کس شخص کو ملتا ہے۔

۱۔ البتہ رد اور عول کی صورتوں میں زیادہ کم دیا جاتا ہے لیکن وہاں فی الحقیقت حصہ نہیں بدلتا کما لا یخفٰی علی العلماء ۱۲۔

Marfat.com

نقشہ نمبر ۶ مشتمل بر شش حصہ مقرر شدہ برائے ذوی الفروض مع تفصیل مستحقین

نمبر	حصہ	مستحقین	تفصیل
	نصف	۵ وارثوں کو ملتا ہے	شوہر ۱ کو ملتا ہے۔ جبکہ مرنے والی زوجہ کے اولاد نہ ہو بیٹی ۲ کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور بھائی اس کے ساتھ نہ ہو پوتی ۳ کو ملتا ہے جبکہ میت کے بیٹی اور بیٹا اور پوتا وغیرہ موجود نہ ہو۔ ہمشیرہ ۴ کو ملتا ہے جب کہ صرف ایک ہو اور میت کے بیٹا بیٹی کوئی نہ ہو اور باپ بھی نہ ہو علاتی ہمشیرہ ۵ کو ملتا ہے۔ جبکہ حقیقی ہمشیرہ موجود نہ ہو۔
۲	ربع	دو ۲ وارث مستحق ہیں	زوجہ ۱ مستحق ہے جبکہ شوہر کے اولاد نہ ہو۔ شوہر ۲ مستحق ہے جبکہ زوجہ کی اولاد ہو۔
۳	ثمن	ایک وارث کا حق ہے	زوجہ کو ملتا ہے جبکہ شوہر کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ موجود ہو۔
۴	دو ثلث	چار وارثوں کو ملتا ہے	بیٹیوں ۱ کا حق ہے جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ بھائی کے ساتھ عصبہ نہ ہوں۔ پوتیوں ۲ کو ملتا ہے جب کہ بیٹیاں موجود نہ ہوں اور پوتا بھی نہ ہو۔ حقیقی ۳ بہنیں اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو ملتا ہے بشرطیکہ میت کی اولاد اور باپ نہ ہو۔ علاتی ۴ بہنوں کو ملتا ہے جبکہ حقیقی بہنیں نہ ہوں بشروط مذکورہ صدر
۵	ثلث	دو ۲ وارث مستحق ہیں	والدہ ۱ کا حق ہے جبکہ میت کی اولاد نہ ہو اور دو بھائی بہن بھی نہ ہوں اخیافی ۲ بھائی بہن کو ملتا ہے جبکہ ایک سے زیادہ ہوں۔

Marfat.com

٦ سدس (یعنی چھٹا حصہ) چاروارث پاتے ہیں

باپ اکوملتا ہے جبکہ میت کے اولاد ہو۔

والدہ ۲ کوملتا ہے جبکہ میت کے اولاد ہو یا کسی قسم کے دو بھائی بہن ہوں۔

اخیافی ۳ بھائی اگر صرف ایک ہوتو اس کوملتا ہے

اخیافی ۴ بہن کوملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو۔

یہی چھ حصے ہیں جومختلف حالتوں میں ذوی الفروض کو ملتے رہتے ہیں اس کی پوری تشریح ذوی الفروض کے مذکورہ سابقہ حالات کو پڑھنے سے ہو جائے گی۔

عصبات اور ذوی الارحام کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب سے مقدم اور قریب کے عصبہ کو اور اگر عصبہ موجود نہ ہوتو سب سے قریب ذوی الارحام کو پہنچتا ہے چنانچہ یہ بات پوری تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔

پس۔

اگر کسی شخص کے ان تینوں قسموں میں سے صرف ایک ہی وارث ہوتو (بعد تجہیز وتکفین مورث دادائے دین واجرائے وصیت) جو کچھ مال باقی رہا ہے وہ اس وارث کومل جائے گا خواہ وہ ایک وارث ذوی الفروض ہو یا عصبہ یا ذوی الارحام نہ کچھ ضرورت تقسیم کرنے کی ہے نہ حصہ لگانے کی مثلاً

مسئلہ ۱ زید مرا	مسئلہ ۱ عمر مرا	مسئلہ ۱ خالد مرا
والدہ	بیٹا	بھانجا
۱	۱	۱

اور اگر وارث ایک نہیں بلکہ چند ہیں لیکن سب ایک ہی نام کے ہیں (یعنی سب کے رشتہ کا ایک ہی نام ہے مثلاً چار بہنیں ہیں یا پانچ پوتے ہی پوتے ہیں یا تین ۳ ماموں ہی ماموں ہیں) جب بھی کچھ دقت نہیں ان کی جس قدر تعداد ہو اسی قدر سہام کر کے ایک ایک سہام سب کو دے دو خواہ وہ ذوی الفروض ہوں یا عصبہ یا ذوی الارحام مثال ذوی الفروض کی

مسئلہ ۳

زوجہ	زوجہ	ازوجہ
۱	۱	۱

مسئلہ ۴

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۳

ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ
۱	۱	۱

مسئلہ ۶

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۱	۱	۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۴

بھائی	بھائی	بھائی	بھائی
۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۳

چچا	چچا	چچا
۱	۱	۱

مثال ذوی الارحام کی

مسئلہ ۳

نواسا	نواسا	نواسا
۱	۱	۱

مسئلہ ۳

بھانجا	بھانجا	بھانجا
۱	۱	۱

قاعدہ

عصبات اور ذوی الارحام میں جس جگہ مرد وعورت شریک ہو کر وارث ہوتے ہیں ۔(مثلاً بیٹی بیٹے

Marfat.com

کے ساتھ۔ بہن بھائی کے ساتھ۔ بھانجی بھانجے کے ساتھ۔ نواسی نواسے کے ساتھ) تو وہاں ان مرد وعورتوں کو ایک ہی نام کے وارثوں کی مانند سمجھتے ہیں اور مرد کا دہرا عورت کا اکہرا حصہ خیال کر کے جس قدر سہاموں کی ضرورت ہوتی ہے بنا لیتے ہیں۔

مثلاً

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۲	۱	۱	۱

یہاں ہم نے بیٹے اور بیٹی کو دو قسم کے وارث نہیں سمجھا بلکہ ایک ہی نام کے وارث سمجھ کر بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین ہر ایک بیٹے کو بجائے دو بیٹیوں کے سمجھ کر گیارہ سہام پر ترکہ تقسیم کر کے مردوں کو دو دو حصے دیئے عورتوں کو ایک ایک یا مثلاً

مسئلہ ۹

نواسا	نواسا	نواسا	نواسی	نواسی	نواسی
۲	۲	۲	۱	۱	۱

یہاں بھی سب کو ایک قسم کے وارث سمجھ کر مرد کے لئے دو اور عورت کے لئے ایک حصہ تجویز کر کے کل مال کے نو سہام بنا کر تقسیم کر دیا۔ بس یہی حال سمجھ لو جبکہ بھائی کے ساتھ مل کر بہنیں عصبہ ہوں یا پوتے کے ساتھ پوتیاں عصبہ بن جائیں۔ یا بھانجے کے ساتھ بھانجیاں وارث ہوں۔
اور اگر مختلف رشتہ دار ہیں تو دیکھو کہ ان میں ذوی الفروض صرف ایک ہے یا چند آدمی ہیں اگر ایک ہی ذوی الفروض ہے تو اس کا جو کچھ حصہ ہے اسی کے موافق سہام مقرر کر کے ایک اس کو دے دو اور باقی عصبات کو دے دو۔ مثلاً آٹھویں حصے والی ذوی الفروض ہے تو ترکہ کے آٹھ حصے کر کے ایک اس کو دے دو۔ باقی عصبات کو دے دو۔

مسئلہ ۸

زوجہ	تین بیٹے
۱	۷

یا چھٹے حصے والا ذوی الفروض ہے تو چھٹا اس کو دے کر باقی عصبات کے لیے چھوڑ دو۔

مسئلہ ۶

اخیافی بھائی	دو چچا
۱	۵

Marfat.com

آپ نے جو کچھ ذوی الفروض کے حصے سے باقی ماندہ عصبات کو دیا ہے وہ اس کو حسب قاعدہ باہم برابر(۱) تقسیم کرلیں گے۔اور اگر کئی آدمی ذوی الفروض ہیں یا سب ذوی الفروض ہیں عصبہ کوئی بھی نہیں تو ایک خط کھینچ کر اس کے نیچے سب وارثوں کو لکھو جو بوقت مرنے مورث کے زندہ تھے اور پہلی فصلوں میں دیکھ کر ہر ایک ذوی الفروض کا حصہ مقررہ اس کے نیچے لکھتے جاؤ اور دیکھو کہ سب کو حصے ملنے کے بعد کچھ باقی رہا ہے یا نہیں اگر باقی رہا ہے تو وہاں جو کوئی عصبہ ہے اس کو دے دو اور اگر باقی نہیں رہا تو عصبے کے نیچے لفظ محروم لکھ دو (اور پھر غور سے حاجب محجوب کی بحث دیکھ لو شاید ان میں کوئی وارث محجوب ہو اور تم نے غلطی سے حصہ دے دیا ہو۔اور اگر دو تین عصبے ہوں تو یہ بھی دیکھ لو کہ ان میں کون مقدم اور قریب ہے جو قریب و مقدم ہے اس کو ذوی الفروض سے بچا ہوا دے دو اور بعید عصبے کو محروم لکھ دو۔

اب ان باتوں کو ایک مثال میں سمجھو جس میں سب وارث ذوی الفروض ہی ذوی الفروض ہیں ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے چار وارث چھوڑے۔(۱) والدہ۔ (۲) دختر۔(۳) پوتی۔(۴) شوہر۔ ہم نے ایک خط کھینچ کر اس کے نیچے چاروں وارثوں کو لکھا

شوہر	والدہ	دختر	پوتی
ربع	چھٹا	نصف	چھٹا

اور پھر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور نقشوں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جب میت کے اولاد ہوتی ہے تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اور والدہ کو چھٹا یہی حصے ان دونوں کے نیچے ہم نے لکھ دیئے پھر دیکھا کہ جب دختر تنہا ہوتی ہے تو اس کو نصف ترکہ ملتا ہے وہی اس کے نیچے لکھا۔ پوتی کے حالات میں لکھا ہے کہ اگر میت کی ایک بیٹی موجود ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے اس لئے ہم نے چھٹا حصہ پوتی کے نام کے نیچے لکھ دیا۔بس میت کا کل ترکہ تقسیم ہو گیا۔اس کے بعد دوسری مثال پر خیال کرو جس میں عصبہ بھی موجود ہے ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ دو دختر۔ایک نانی ایک بھائی چھوڑا۔ان سب وارثوں کا نام ہم نے ایک خط کے نیچے لکھ کر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور حصوں کے موافق زوجہ کو آٹھواں دو بیٹیوں کو دو ثلث نانی کو چھٹا حصہ دیا۔اس کے بعد جو کسی قدر مال باقی رہ گیا۔وہ بھائی کو دیا جو عصبہ ہے۔

۱۔اگر کوئی عورت ساتھ ہوگی تو اس کو اکہرا حصہ دیں گے مثلاً بھائی کے ساتھ بہن یا پوتے کے ساتھ پوتی ۱۲

Marfat.com

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
آٹھواں	دو ثلث	چھٹا	باقی

یہاں بھی مسئلہ حل ہو کر ترکہ تقسیم ہو گیا۔ تیسری مثال کو بھی اسی طرح سمجھ لو جس میں عصبہ موجود ہے لیکن کچھ مال ذوی الفروض سے باقی نہیں رہا اس لئے محروم ہے

شوہر	والدہ	ہمشیرہ اخیافی	چچا
نصف	ثلث	سدس	محروم

کیونکہ حسب قاعدہ نصف شوہر کو ملا۔ ایک ثلث والدہ کو اور چھٹا حصہ اخیافی ہمشیرہ کو یہ ثلث اور چھٹا مل کر بھی نصف ہو گئے نصف شوہر نے لیا نصف ان دونوں نے۔ بس ترکہ کا فیصلہ ہو گیا اور چچا صاحب جو عصبہ تھے خالی رہ گئے۔

ابھی ہم کو بہت سی مثالیں بیان کرنا باقی ہیں لیکن ان سے پہلے آپ اس ضروری بات پر خیال کریں کہ ان تین مثالوں میں آپ نے حصے بھی لگا دیئے اور ترکہ تقسیم کر دیا۔ اور بلا شبہ اس قدر معلوم ہو جانا بھی بہت غنیمت اور بڑا بھاری علم ہے لیکن یہ بات ابھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان تینوں مثالوں میں کل ترکہ کو کتنے سہام بنا کر وارثوں پر تقسیم کریں مثلاً پہلی مثال میں ہم نے چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا حصہ والدہ کو نصف دختر کو چھٹا پوتی کو دیا ہے اب یہ سمجھنا باقی ہے کہ کل ترکہ کو کتنے سہام کر کے ان لوگوں پر تقسیم کریں اور جس کو نصف پہنچا ہے اس کو کس قدر سہام دیں اور جس کو چھٹا پہنچا ہے اس کو کس قدر اور جس کا حصہ ربع ترکہ ہے اس کو کتنے سہام دیں بس اسی بات کو خوب غور سے سنو۔

ہم نے یہ بتلا دیا تھا کہ جس جگہ صرف ایک وارث ہو یا ایک نام کے چند وارث ہوں وہاں کچھ جھگڑا تقسیم میں نہیں رہتا بلکہ جس قدر آدمی ہوتے ہیں اسی قدر سہام بنا کر ایک ایک حصہ سب کو دے دیتے ہیں اس لئے ہم اس قاعدہ کو نہیں دہراتے بلکہ اسی صورت کی مذکورہ بالا تین مثالوں کو سمجھاتے ہیں جہاں مختلف وارث ہوں۔ پہلی مثال میں اگر ہم کل مال کے تین سہام کر کے آدھا سہام والدہ کو دیں آدھا پوتی کو اور ڈیڑھ سہام بیٹی کو اور پونا (۱) سہام شوہر کو تب بھی میراث بخوبی تقسیم ہو جائے گی اور جس کا جتنا حق تھا اس کو مل جائے گا کیونکہ تین سہام میں سے پونا سہام شوہر کو ملا تو چوتھا حصہ مل گیا اور والدہ اور پوتی کو نصف نصف سہام ملا تو چھٹا حصہ ہر ایک کو پہنچا اور تین سہام میں

ا۔ یعنی ایک سہام میں سے تین ربع یعنی کل مال کا چوتھا حصہ ۱۲

Marfat.com

ڈیڑھ سہام پوتی کو ملا تو نصف مال مل گیا۔ لیکن حصوں کو توڑ توڑ کر دینا پڑا اور فرائض میں یہ قاعدہ ہے کہ مال کے اتنے سہام بناتے ہیں جن کو تقسیم کرنے میں توڑنا نہ پڑے اور ہر شخص کو سالم سہام مل جائیں۔ پس ہم نے سوچا کہ شاید اس صورت میں چار سہام کر کے تقسیم کرنے سے پورا پورا سہام ملے لیکن غور سے دیکھا تو یہاں اور بھی زیادہ ٹکڑے کر کے تقسیم کرنا پڑتا ہے اور پانچ میں بھی یہی خرابی ہے تو چھ سہام کر کے تقسیم کرنا چاہا تو وہاں شوہر کو ڈیڑھ سہام دینا پڑتا۔ اسی طرح سات سہام آٹھ سہام نو سہام دس سہام گیارہ بارہ سہام کرنے میں کسی طرح بلا توڑنے سہام کے تقسیم نہیں ہوسکتا لہذا تیرہ سے تقسیم کرنا چاہا تو ایسی طرح تقسیم ہوگیا کہ سہام کو توڑنا نہ پڑا اور حصہ ہر شخص کا پورا مل گیا یعنی کل مال کے تیرہ ۱۳ سہام کر کے بارہ (۱) میں سے چوتھا حصہ یعنی تین ۳ سہام شوہر کو دیئے چھٹا حصہ یعنی دو ۲ سہام والدہ کو اور اسی قدر پوتی کو دیئے اور بارہ میں سے نصف یعنی چھ سہام بیٹی کو دیئے بس کل مال کا فیصلہ ہوگیا اور سہام میں کسر نہ واقع ہوئی یعنی کوئی حصہ توڑنا نہیں پڑا۔

شوہر	والدہ	دختر	پوتی
ربع	چھٹا	نصف	چھٹا

اب ہر جگہ یہی قاعدہ سمجھ لو کہ اول ایک خط کے نیچے وارثوں کو لکھ کر ان کے حصے لگا دو اور پھر دیکھو کہ کتنے سہام کرنے سے بلا تکلف مال تقسیم ہوتا ہے اور سہام کو توڑنا نہیں پڑتا جتنے سہام کرنے کے بعد مطلب حاصل ہوتا ہو اسی قدر سہام خط کے اوپر لکھ کر حصوں کے مطابق ہر ایک وارث کے سہام بھی اس کے نیچے لکھ دو اور سب سے پہلے جو ایسا عدد مل جائے جس میں سب سہام نکل آئیں بس اسی کو تقسیم کا ذریعہ بنا لو چنانچہ دیکھو قبل ازیں جو ہم نے دوسری مثال لکھ کر حصے لگائے تھے وہ یہ تھی

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
آٹھواں	دو ثلث	چھٹا	باقی

یہاں ہر چند غور کیا مگر کوئی تعداد سہام کی ایسی خیال میں نہ آئی کہ حصے پورے مل جائیں اور سہام توڑنے کی نوبت نہ آئے۔ بہت سے عددوں میں امتحان کر کے دیکھا لیکن توڑ کر حصہ لگانا پڑتا ہے دو میں بھی تین میں بھی چار پانچ میں بھی اب ہم نے سمجھا کہ چھ سے بلا تکلف تقسیم ہو جائے گا اس

ا۔ سہام تیرہ بنا دیں گے اور تقسیم کریں گے حساب بارہ سے لگا دیں گے کیونکہ ایک سہام صرف عول کے لئے بڑھا ہے مطلب سمجھانے کے لئے یہ مثال کافی ہے ۱۲

Marfat.com

لئے دو ثلث یعنی چار سہام دختروں کے نیچے لکھ دیئے اور چھ میں سے ایک سہام نانی کے نیچے لکھا لیکن جب زوجہ کو آٹھواں حصہ دینا چاہا تو پھر وہی خرابی پیش آئی سہام توڑنے پڑے یعنی پونا سہام زوجہ کو ملتا ہے اب ہوش آیا کہ چھ سہام کر کے بھی تقسیم نہیں ہوسکتا آگے چلے تو سات میں بھی مدعا نہ بر آیا نہ آٹھ میں نہ نو میں اسی طرح ہر ایک عدد کو دیکھا اور بڑھتے بڑھتے بیس سہام بھی کر کے دیکھ لئے لیکن یہی بات نصیب نہ ہوئی کہ سہام توڑنا نہ پڑے اور مال حصہ رسد سب کو پہنچ جائے۔ بیس سے آگے اکیس بائیس تیئس سہام کیے مگر وہی سہام ٹوٹنے کی خرابی بدستور رہی۔ دل گھبرا گیا مگر ہم نے ہمت نہ ہاری اور چوبیس کو آزمایا تو سارا عقدہ حل ہو گیا اور پورے پورے سہام پہنچ کر مال تقسیم ہو گیا۔

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
۳	۱۶	۴	۱

اب ہماری ہمت بندھ گئی اور قاعدہ معلوم ہو گیا۔ تیسری مثال جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اس کو تقسیم کرنے کے لئے دو چار عددوں کو آزما کر دیکھ لیا اور چھ سہام کرنے سے بلا تکلف وہ ترکہ تقسیم ہو گیا۔

شوہر	والد	اخیافی بہن	چچا
نصف	ثلث	چھٹا	محروم

چونکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد کوئی سہام باقی نہیں رہا تھا اس لئے چچا محروم رہ گئے۔

اعتراض سہام کا باقی رہنا نہ رہنا تو سہام لگانے والے کی مرضی پر موقوف ہوا دیکھئے اگر آپ اسی موقع پر سات سہام کر کے تقسیم کر دیتے تو ضرور ایک سہام چچا کے لئے باقی رہ جاتا۔

جواب۔

نہیں گھٹانا بڑھانا کسی کے اختیار میں نہیں بلکہ ذوی الفروض کے حصوں کے لحاظ سے ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں ذوی الفروض کو پورا پورا حصہ مل جائے اور سہام کو توڑنا نہ پڑے پس جو عدد ہم کو سب سے پہلے ایسا مل جائے گا وہیں ٹھہر جانا لازم ہے آگے بڑھ ہی نہیں سکتے۔ اگر بڑھیں گے تو غلطی ہوگی کیونکہ اصل تو وہ حصے ہیں جو ہم نے وارثوں کے نام کے نیچے لگا دیئے ہیں جب ان میں گنجائش نہیں تو سہام بڑھانا حماقت ہے کیونکہ سہام تو ان ہی حصوں کے موافق کئے جاتے ہیں جو وارثوں کے لئے مقرر کر کے ان کے نیچے لکھے گئے ہیں اب سہام بے قاعدہ بڑھائے جائیں گے تو

Marfat.com

ذوی الفروض کا حصہ گھٹ جائے گا یا یہ سہام بڑھانا فضول جائے گا۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا مثال میں اگر چھ کی جگہ سات سہام بنا دیں اور ان میں سے ایک چچا کو دے دیں اور تین شوہر کو دو والدہ کو ایک بہن کو تو سب کا حصہ گھٹ جائے کسی کو بھی حصہ شرعی نہ پہنچے کیونکہ شوہر کو سات میں سے تین دیئے تو آدھا تر کہ نہ پہنچا والدہ کو دو دیئے تو ثلث نہ پہنچا بہن کو ایک دیا تو چھٹا حصہ نہ پہنچا بلکہ ساتواں حصہ پہنچا اور اگر سب کے حصے پورے دے دیں یعنی نصف شوہر کو ثلث والدہ کو چھٹا بہن کو تو بس مال ختم ہو جائے یہ سہام بڑھانا بیکار جائے۔

اب ہم چند مثالیں مختصر تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں جس سے آپ کے ذہن میں یہ قاعدہ بخوبی جم جائے گا کہ ذوی الفروض کے حصے لگانے کے بعد ایسا عدد تلاش کر لیتے ہیں جس سے یہ سب حصے بخوبی نکل آئیں اور سہام ٹوٹنے نہ پائے اور سب سے پہلے جو عدد مل جاتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھتے اسی قدر سہام بنا کر تقسیم کر دیتے ہیں۔

مثال ۴

جس میں دو عصبے موجود ہیں ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال قریب کو ملا بعید محروم رہا

شوہر	والدہ	دختر	بھتیجا	چچا
ربع	چھٹا	نصف	باقی	محروم
۳	۲	٦	۱	

اس میں ذوی الفروض کے حصے نصف اور ربع اور چھٹا ہیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بارہ کے سوا کوئی عدد ایسا نہیں جس سے بلا توڑنے سہام کے پورا پورا حصہ تمام مستحقوں کا نکل آئے۔

مثال ۵۔

جس میں دو عصبے ایک نام کے موجود ہیں لہذا ذوی الفروض سے باقی ماندہ دونوں پر تقسیم کر دیا گیا

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
چھٹا	نصف	باقی	باقی
۱	۳	۱	۱

یہاں ہم نے والدہ کے نیچے چھٹا۔ اور بیٹی کے نیچے نصف لکھا اور باقی دونوں بھتیجوں کے نیچے لکھ دیا اور پھر غور کیا کہ ایسا کونسا عدد ہے کہ اس میں سے چھٹا والدہ کو اور نصف بیٹی کو مل جائے۔ اور سہام توڑنا نہ پڑے دو تین چار پانچ چھ کو امتحان کرنے سے سمجھ میں آ گیا کہ چھ سے ہمارا مدعا بر آئے گا

Marfat.com

اس لئے کل مال کے چھ سہام کر کے چھٹا حصہ یعنی ایک سہام والدہ کو نصف یعنی تین ۳ سہام بیٹی کو اور باقی ماندہ یعنی ایک ایک سہام ہر دو بھتیجوں کو مل گیا۔

سوال۔ جس طرح آپ نے چھ سہام کر کے اس مال کو تقسیم کیا ہے اسی طرح بارہ ۱۲ سہام بنا کر بھی آپ اس کو بلا تکلف تقسیم کر سکتے ہیں۔

مسئلہ ۱۲

بھتیجا	بھتیجا	بیٹی	والدہ
۲	۲	۶	۲

اور صرف بارہ ہی نہیں بلکہ اٹھارہ اور چوبیس اور تیس اور چھتیس واڑتالیس سہام سے بھی ایسی طرح تقسیم ہو سکتا ہے کہ سہام کو توڑنا نہیں پڑتا اور ہر ایک وارث کا پورا پورا حصہ مل جاتا ہے مثلاً

مسئلہ۔۳۶

بھتیجا	بھتیجا	بیٹی	والدہ
۶	۶	۱۸	۶

پس چھ کے عدد کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور چھ سہام بنا کر تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا بلکہ جس عدد سے تقسیم کر دیں صحیح ہو جائے گا۔

جواب بلا شبہ چھ کے سوا دوسرے عددوں سے بھی تقسیم ہو سکتا ہے اور چھ سے دو چند سہ چند چہار چند بنا لینے میں بھی سہام نہیں ٹوٹتا بلکہ پورا تقسیم ہو جاتا ہے لیکن شاید آپ کو یاد ہو کہ ہم نے پہلی مثال کو سمجھانے کے بعد ہر جگہ مقرر شدہ حصوں کے سہام لگانے کا قاعدہ سمجھاتے ہوئے عرض کیا تھا کہ سب سے پہلے جو ایسا عدد مل جائے جس میں سے سب حصے پورے نکل آئیں اسی کو تقسیم کا ذریعہ بنا لو جیسا آپ نے بتلایا ہے اس موقع پر چھ کے سوا بہت عدد ایسے ہیں جو اس ترکہ کو تقسیم کر دیں اور سہام توڑنا نہ پڑے لیکن سب سے پہلا عدد ان کو نہیں کہہ سکتے۔ پوری طرح تقسیم کرنے والا سب سے پہلا عدد چھ ہے اس لئے بقاعدہ فرائض اس مثال میں چھ سہام بنا کر تقسیم کرنا ضروری ہے اور دیگر مثالوں میں سے بھی جو سب سے چھوٹا اور سب سے پہلا عدد پوری طرح تقسیم کرنے کی قابلیت رکھتا ہو وہی لیا جائے گا۔ اگر اس سے بڑا عدد لے کر بھی کوئی تقسیم کر دے تو حصے سب کو پورے مل جائیں گے لیکن فرائض کے قاعدے سے جو شخص واقف ہو گا وہ کہے گا کہ غلط تقسیم کیا ہے اس لئے فرائض میں جیسا اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کوئی سہام توڑنا نہ پڑے بلکہ ہر وارث کے

Marfat.com

حصے میں پورا سہام آئے خواہ ایک سہام آئے اد و یا دس بیس اسی طرح یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ سہام فضول اور بے فائدہ بڑھ جائیں جہاں تک ممکن ہو اختصار ہے۔ پس اسی مثال میں جس جگہ ہم چھ سہام بنا کر تقسیم کر آئے ہیں اگر آپ بارہ یا اٹھارہ یا چوبیس یا تیس وغیرہ سہام بنا کر تقسیم کریں تو آپ نے فضول سہام بڑھائے کیونکہ تقسیم کرنے کے لئے تو چھ سہام بنالینا ہی کافی تھا جو سب سے چھوٹا اور مختصر عدد ہے۔

مثال ۷۔ جس میں عصبات مرد وعورت ہیں۔

مسئلہ

والدہ	والد	بیٹا	بیٹی	بیٹی
چھٹا	چھٹا	ثلث	باقی	باقی
۱	۱	۲	۱	۱

والدہ اور والد کا چھٹا چھٹا حصہ مقرر تھا اس لئے کل ترکہ کے چھ سہام مقرر کئے تا کہ ان کا حصہ مل جائے اور سہام نہ ٹوٹے والدین کا حصہ دینے کے بعد جو چار باقی رہے وہ میت کے بیٹا بیٹی کو دے دیے کیونکہ وہ عصبہ ہیں اور ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ لے کر بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرتے ہیں۔

فائدہ۔ اور قاعدہ۔ اگر چہ ہم نے سہام مقرر کرنے کے لئے مختصر بات بتلا دی ہے کہ تم کو سب سے پہلے جو سب سے چھوٹا ایسا عدد مل جائے جس میں سے سب حصے پوری طرح بلا ٹوٹے سہام کے نکل آئیں بس اسی قدر سہام بنالو اور تقسیم کر دو چنانچہ یہاں تک سب مثالوں میں اسی طرح سہام مقرر کر کے تقسیم کر دیا گیا لیکن اس میں آپ کو ہر ایک عدد کو دیکھنا اور امتحان کرنا پڑتا ہے کہ شاید فلاں عدد سے تقسیم ہو جائے اور شاید فلاں سے مثلاً کسی جگہ خیال کرو گے کہ شاید پانچ سہام بنا کر بلا تکلف تقسیم ہو جائے کسی جگہ سات کو آزما کر دیکھو گے کہیں دس اور پندرہ سہام پر خیال دوڑاؤ گے اس طرح بہت حیران ہونا پڑے گا لہذا یاد رکھو کہ ترکہ کو پوری طرح تقسیم کرنے والے یہ عدد ہیں۔ ۲ اور ۳ اور ۴ اور ۶ اور ۸ اور ۱۲ اور ۲۴ جب ضرورت ہو ان سب کو امتحان کر کے دیکھ لینا کسی ایک میں سے بالضرور سب حصے پورے نکل آئیں گے اور سہام توڑنے کی ضرورت نہ ہو گی بآسانی ترکہ تقسیم ہو جائے گا۔

Marfat.com

مثال ۸۔ جس میں بہت ذوی الفروض ہیں اور عصبات مرد وعورت ہیں

مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	والدہ	پوتی	بھائی بہن
ثمن	نصف	چھٹا	چھٹا	باقی
۳	۱۲	۴	۴	۱

ہر ایک وارث کے نیچے اس کا حصہ مقررہ لکھا اور بہن بھائی کے نیچے باقی لکھ دیا اس کے بعد سہام تجویز کرنے کے لئے مناسب عدد کو تلاش کیا تو زیادہ حیران ہونا نہیں پڑا بلکہ صرف مذکورہ بالا چھ عددوں میں غور اور امتحان کیا اور سب سے اخیر میں چوبیس کے عدد نے اس مشکل کو حل کر دیا یعنی چوبیس سہام بنا کر تیئس سہام ذوی الفروض کے حصوں میں خرچ کر دیئے باقی ایک رہا وہ میت کے بہن اور بھائی دونوں کا حق ہے اسی ایک سہام میں دونوں شریک رہیں گے۔ اسی ایک سہام کے تین ٹکڑے کر کے دو ٹکڑے بھائی کو دیئے جائیں گے ایک [1] بہن کو۔

فصل ۲۔ عول یعنی سہام بڑھانے کا بیان

بعض دفعہ موجودہ وارث اس قدر حصوں کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ کل مال میں ان حصوں کی گنجائش نہیں ہوتی اگر بعض وارثوں کا حصہ پورا دے دیں تو دوسروں کے حصہ میں خلل آ جائے یا بالکل محروم رہ جائیں اور دوسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی عدد ایسا نہیں نکلتا جس میں سے یہ سب حصے پوری طرح نکل آئیں اور سہام توڑنا بھی نہ پڑے۔
اب اس دشواری کو ایک مثال میں سمجھ لو پھر اس کے
حل کرنے کا قاعدہ بتلایا جائے گا۔

مثال

شوہر	دو حقیقی بہن	دو اخیافی بہن
نصف	دو ثلث	ایک ثلث

اس مثال میں اول تو حصے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ تمام مال ان کے لئے کافی نہیں اس لئے کہ جب دو ثلث حقیقی بہنوں کو دیا اور ایک ثلث اخیافی بہنوں کو تو کل مال ختم ہو گیا۔ اب شوہر کو کہاں سے دیں اس لئے کہ ایک ثلث اور دو ثلث مل کر مال تمام ہو جاتا ہے اب شوہر کو نصف دینے کی گنجائش

ا۔ ہم نے مختصر کر دیا ہے اگر کل سہام بنالیں تو بہن بھائی کا سہام بھی توڑنا نہ پڑے دو بھائی کو ملیں ایک بہن کو۔

Marfat.com

نہیں۔ اور اگر شوہر کو نصف اور اخیافی بہنوں کو ثلث دے دیں تو آگے صرف چھٹا حصہ باقی رہ جائے حقیقی ہمشیروں کے لئے دو ثلث کس طرح دیا جائے اور اگر ان سب وارثوں کے نیچے حسب قاعدہ ان کے حصے لکھ بھی دیں تو دوسری مشکل اور دشواری یہ ہے کہ ایسا عدد کوئی بھی نہیں ملتا جس میں سے یہ حصے پوری طرح تقسیم ہو جائیں جو عدد تجویز کرتے ہیں اور جتنے سہام بنا کر تقسیم کرنا چاہتے ہیں اسی میں غلطی ہو جاتی ہے مثلاً چھ سہام بنا دیں اور جن کا دو ثلث حصہ تھا ان کو چار سہام دے دیں اور ایک ثلث والے وارثوں کو دو سہام دے دیں تو جس کا نصف حصہ مقرر تھا وہ محروم رہ جائے اور اگر نصف کے مستحق کو تین سہام دے دیں تو دوسرے مستحقوں کو کیسے پورا حصہ دیں اس کے سوا بارہ یا چوبیس یا آٹھ وغیرہ سہام بنائیں۔ یا بالفرض نو دس پندرہ سہام بنا ڈالیں۔
پھر بھی وہی خرابی موجود ہے اور کوئی صورت ٹھیک نہیں بیٹھتی۔
اس مشکل کو حل کرنے کا عمر حضرت رضی اللہ عنہ نے جو قاعدہ تجویز فرمایا ہے اس کو عول کہتے ہیں جس کو ہم اب سمجھانا چاہتے ہیں۔
جس جگہ کہیں اس قسم کی دشواری پیش آئے (یعنی میت کا مال حصوں کے لئے کافی نہ ہو اور کوئی عدد ان کو تقسیم کرنے والا نہ ملے) وہاں مال کے کافی نہ ہونے کا لحاظ نہیں کرتے اور سب وارثوں کے نیچے ان کے پورے حصے مقرر شدہ لکھ دیتے ہیں اور پھر حسب قاعدہ سب سے چھوٹا اور کم مقدار والا ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں سے سب وارثوں کے حصے نکل آئیں اور سہام توڑنے کی حاجت نہ ہو اسی عدد کے حساب سے ہر ایک وارث کو پورے سہام حصہ رسد دے کر اس کے نام اور حصے کے نیچے ان سہاموں کی تعداد لکھ دیتے ہیں لیکن اب چونکہ مجموعہ سب سہاموں کا زیادہ ہو جاتا ہے اور اصل تقسیم کرنے والے عدد سے بڑھ جاتا ہے اس لئے وہ چھوٹا عدد (جس کو تلاش کر کے آپ نے اس کے بموجب سہام تقسیم کئے تھے) لمبے کھینچے ہوئے خط کے اوپر لکھا رہنے دو اور اس کے اوپر ان سب سہاموں کے مجموعہ کی تعداد لکھ دو۔
دیکھو اسی مذکورہ بالا مثال میں جہاں یہ خرابی پیش آ رہی تھی شوہر کے نیچے نصف لکھ دیا حقیقی بہنوں کے نیچے دو ثلث لکھے۔ اخیافیوں کے نیچے ایک ثلث تحریر کیا اور اس کا کچھ خیال نہیں کیا کہ اس قدر حصوں کی اس مال میں گنجائش ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ایسا عدد تلاش کیا جس میں سے سب حصے نکل آئیں ایسا عدد سب سے چھوٹا ہم کو چھ ملا۔ ہم نے کل مال کے چھ سہام کئے۔ شوہر نصف کا مستحق ہے اس کو چھ میں سے تین دے دیئے۔ حقیقی بہنیں دو ثلث چاہتی ہیں ان کے نیچے چھ میں

Marfat.com

سے چار لکھ دیئے دو اخیافی بہنوں کا حصہ ایک ثلث ہوتا ہے ان کے نام کے نیچے چھ میں سے ثلث یعنی دو سہام لکھ دیئے۔

مسئلہ ٦

شوہر	حقیقی بہنیں	اخیافی بہنیں
نصف	دو ثلث	ایک ثلث
٣	٤	٢

اب ان وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سہاموں کو شمار کیا تو بہت بڑھ گئے ہیں۔ یعنی بجائے چھ کے نو ہو گئے ہیں لہذا ہم نے چھ کے ساتھ نو کو بھی لکھ دیا یعنی لمبے خط کے اوپر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اس کے اوپر نو کو بھی لکھ دیا اور درمیان میں عین کا نشان بنا دیا کیونکہ لفظ عول میں سب سے پہلے عین ہے اس عین کے اشارہ سے معلوم ہو جائے گا کہ یہاں عول کی وجہ سے بجائے چھ کے نو ہو گیا۔

٦ع٩

شوہر	دو حقیقی بہنیں	دو اخیافی بہنیں
نصف	دو ثلث	ایک ثلث
٣	٤	٢

عول میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ مال جو سب ذوی الفروض کے حصوں کے لئے کافی نہیں تھا ان سب پر حسب قاعدہ تقسیم ہو جاتا ہے اور کسی خاص شخص کے حصے میں خلل نہیں آتا بلکہ سب کے حصوں میں حصہ رسد نقصان اور کمی ہو جاتی ہے اور تقسیم میں دقت و حیرانی پیش نہیں آتی۔ عول کا بیان شاید اکثر ناظرین کے ذہن میں نہ آ سکے لیکن ہم حتی الوسع آسان و سہل طرز میں سمجھا رہے ہیں اور ذہن نشین کرانے کے لئے دو مثالیں اور لکھتے ہیں۔

مثال

شوہر	دو حقیقی بہنیں
نصف	دو ثلث

یہاں بھی میت کا مال سب حصوں کے لئے کافی نہ تھا لیکن ہم نے حسب قاعدہ نصف شوہر کے نیچے لکھ دیا اور دو ثلث دو ہمشیرہ کے نیچے۔ بعد ازاں دیکھا کہ چھ سہام بنانے سے دو ثلث بھی نکل سکتا ہے اور نصف بھی لہذا چھ کا ہندسہ طویل خط کے اوپر لکھا اور چھ میں سے نصف یعنی تین سہام شوہر کو

Marfat.com

دیئے اور دو ثلث یعنی چار سہام دونوں بہنوں کو دیئے۔ اب دیکھا تو سہاموں کا مجموعہ سات ہو گیا چونکہ قاعدہ معلوم تھا لہذا ہم گھبرائے نہیں بلکہ لمبے خط پر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اس پر عین کا نشان بنا کر سات کا ہندسہ بھی لکھ دیا دیکھنے والا سمجھ جائے گا کہ یہاں چھ سہام بنا کر تقسیم کیا ہے اور سات پر عول ہو گیا ہے۔

شبہ۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اول چھ سہام کر کے تقسیم کرنا اور پھر مجموعہ سات لکھنا اس دردسری سے کیا فائدہ ہے اگر شروع ہی سے سات سہام بنا کر تقسیم کر دیا جاتا تو کیا خرابی تھی؟

جواب اس کا یہ ہے کہ آپ تقسیم کر کے دیکھ لیں سات سے تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں ذرا خیال تو کرو اگر اس مثال میں ابتداء ہی سے سات سہام بنالیں تو بدون توڑنے سہام کے شوہر کو نصف کیسے مل جائے اور بہنوں کے دو ثلث کس طرح ادا ہوں علاوہ ازیں اگر سہام کا ٹوٹنا بھی گوارا کر لیں اور توڑ پھوڑ کر سات سہام میں سے نصف شوہر کو اور ایک ثلث اخیافی بہنوں کو دے بھی دیں تو حقیقی بہنوں کے حصے میں کسر پڑ جائے اور وہی خرابی آ پڑے جو پہلے تھی یعنی میت کا مال سب حصوں کے لئے کافی نہ ہو۔ علی ہذا القیاس اس سے پہلی مثال میں جس جگہ بجائے چھ کے نو سہام ہو گئے اگر ابتداء ہی سے نو سہام مقرر کریں تو شوہر کے حصے میں سہام ٹوٹ جائیں یعنی ساڑھے چار سہام دینے پڑیں اور پھر دو بہنوں کے لئے دو ثلث باقی نہ رہے۔ غرض ایسے مواقع میں اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ اول ایک چھوٹا عدد تجویز کر کے اس میں سے سب حصے بدون توڑنے سہام کے نکالیں اور پھر سب کا مجموعہ جو بڑھ جائے اس کو عین کا نشان بنا کر اوپر لکھ دیں۔

مثال۔

۲۴ع ۲۷

زوجہ	دختر	پوتی	والدہ	والد
۳	نصف	چھٹا	چھٹا	چھٹا

یہاں بھی چونکہ میت کا مال سب حصوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا لہذا ہم نے سب کے حصے مقررہ پہلے قاعدوں کے موافق دیکھ کر نیچے لکھ دیئے اور پھر ان عددوں کو دیکھا جو سہام نکالنے کے لئے بتلائے گئے ہیں یعنی ۲، ۳، ۴، ۶، ۸، ۱۲، ۲۴ ہر ایک عدد کو دیکھا کسی میں سے سب وارثوں کے حصے بدون توڑنے سہام کے نکل نہ سکے لیکن آخر میں چوبیس سہام مقرر کرنے سے سب کے حصے پورے نکل آئے اور سب کے نیچے بمقدار حصہ سہام لکھ دیئے اور جب مجموعہ بڑھ کر ستائیس ہو گیا تو اس کو

چوبیس کے اوپر عین کا نشان بنا کر لکھ دیا [1]۔

مثال۔

۱۲ع ۱۳

زوجہ	دو حقیقی بہن	ایک اخیافی
ربع	دو ثلث	چھٹا
۳	۸	۲

اس کو اپنی عقل سے سمجھ لو بہت آسان ہے۔

قاعدہ۔

جس صورت میں عول ہوتا ہے وہاں عصبات کو ہرگز کچھ حصہ نہیں ملتا یا تو وہاں پر عصبے موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں اس لئے کہ عصبوں کو اسی وقت کچھ مل سکتا ہے کہ ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد کچھ باقی رہے اور جہاں عول ہو گیا وہاں باقی کیسے رہے گا اگر باقی رہتا تو عول کی دقت ہی کیوں ہوتی عول تو اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ خود ذوی الفروض کے حصوں کے لئے بھی مال کافی نہیں ہوتا اور سب وارثوں کے سہام لگانے کے بعد مجموعہ بڑھ جاتا ہے اور اصل عدد کے اوپر عین کی علامت بنا کر لکھا جاتا ہے۔ پس عول کی صورت میں یا تو عصبات موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں۔

فائدہ۔

جب میت کے وارثوں میں بیٹا موجود ہوتا ہے تو وہاں عول ہرگز نہیں ہوتا اس لئے کہ خداوند جل شانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے بیٹے کی موجودگی میں (اور اسی طرح پوتے کے سامنے) بعض ذوی الفروض کو بالکل محروم کر دیا ہے اور بعض کے حصے اس قدر کم مقرر کئے ہیں کہ ان کو حصے مل جانے کے بعد بیٹے کے لئے بہت سا مال باقی رہ جاتا ہے حصوں کی تنگی اور عول کی صورت پیش ہی نہیں آتی تاکہ بیٹا اور پوتا) محروم نہ رہ جائے۔ قربان ہو جائیں اپنے مہربان خالق و مالک کے کیسی حکمت سے حصے لگائے ہیں اور کس خوبی سے قاعدہ مقرر کیا ہے۔ **فسبحان اللہ العلیم الحکیم۔**

۱۔ عول کے تمام عدد صفحہ پر فصل ۵ سوال و جواب میں ملاحظہ کرو۔

Marfat.com

فصل ۳ ردیعنی حصے بڑھادینے کابیان

بعض صورتوں میں میت کے ذوی الفروض اس قدر کم ہوتے ہیں کہ ان کے حصے پورے دینے کے بعد میت کے ترکہ میں سے کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور عصبہ کوئی موجود نہیں ہوتا جو اس باقی ماندہ کا مستحق ہو ذوی الارحام یا تو موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں کیونکہ ذوی (۱) الفروض اور عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام بالکل وارث نہیں ہوتے نہ کل مال کے نہ باقی ماندہ کے پس ایسی صورت میں ذوی الفروض کے حصوں سے باقی ماندہ مال کو بھی ذوی الفروض ہی کو دوبارہ دے دیتے ہیں۔ اور اس کو رد کہتے ہیں (یعنی باقی ماندہ مال کو بھی انہیں وارثوں پر لوٹا دینا) لیکن دوبارہ دینے میں یہ لحاظ رکھتے ہیں کہ پہلے جس وارث کو زیادہ حصہ پہنچا تھا اس کو اب بھی زیادہ دیتے ہیں اور جس کو کم ملا تھا اس کو کم۔ مثلاً کل مال میں سے جس کو پہلے چھٹا حصہ دیا تھا اس کو اب بھی چھٹا دیں گے اور جس کو پہلے نصف دیا تھا اس کو اب بھی نصف۔ ایسی صورتوں میں مسئلہ لکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ اول حسب قاعدہ لمبے خط کے نیچے سب وارثوں کو لکھ کر ان کے مقرر شدہ حصے ذوی الفروض کے بیان میں سے دیکھ کر لکھ دو اور پھر وہی سب سے چھوٹا عدد تلاش کر لو جس میں سے سب حصے نکل آئیں اور سہام توڑنا نہ پڑے اور اس عدد کو لمبے خط کے اوپر لکھ دو۔ اور پھر حساب لگا کر بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے اس کے سہام بھی لکھ دو اب سہاموں کی میزان دو یعنی سب کے مجموعہ کا حساب لگاؤ تو یہ اس عدد سے کسی قدر کم رہیں گے جو آپ نے لمبے خط کے اوپر لکھا ہے پس اس مجموعہ کو بھی اسی عدد کے اوپر لکھ دو اور درمیان میں رد کا نشان بنا دو اس طرح ۶؍۵ اب آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ رد میں بالکل عول کے برعکس معاملہ ہے وہاں لمبے خط کے اوپر لکھے ہوئے عدد مقررہ سے سہام کا مجموعہ بڑھ جاتا تھا اور عول کا نشان بنا کر اس کے اوپر لکھا جاتا تھا اور یہاں مجموعہ کم رہ جاتا ہے اور رد کی علامت بنا کر اس عدد کے اوپر لکھا جاتا ہے۔ اور مندرجہ ذیل مثالوں سے تو خوب ہی ذہن نشین ہو جائے گا۔

مثال ۶ لف ۴

---

(۱) سوائے زوجہ وشوہر کے۔

Marfat.com

والدہ	دختر
چھٹا	نصف
۱	۳

دیکھو یہاں والدہ کا چھٹا حصہ ہے اور دختر کا نصف اور چھ کے عدد میں سے یہ دونوں حصے بلاٹوٹے سہام کے نکل سکتے ہیں لہذا ہم نے چھ سہام تجویز کئے اور چھ میں سے نصف یعنی تین سہام بیٹی کو دیئے اور چھٹا حصہ یعنی ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اب دیکھا تو مجموعہ چار ہوتا ہے اور کوئی عصبہ یہاں موجود نہیں جو باقی کا مستحق ہو لہذا رد کا نشان بنا کر اس کو چھ کے اوپر لکھ دیا۔

مثال ۶ لف ۵

والدہ	ہمشیرہ	پھوپھی
ثلث	نصف	محروم
۲	۳	

اس مثال میں حصے لگا دینے کے بعد کل ترکہ کے چھ سہام بنائے دو والدہ کو تین ہمشیرہ کو دیئے ایک سہام باقی رہ گیا ہے اس کے لینے کے لئے عصبہ کوئی موجود نہ تھا۔ پھوپھی زندہ تھی لیکن وہ ذوی الارحام میں شمار ہے ذوی الفروض وعصبے کی موجودگی میں وہ بالکل محروم رہتے ہیں لہذا ہم نے اس ایک باقی ماندہ حصے کو بھی انہیں دونوں وارثوں کو دے دیا لیکن ایسی ترکیب سے کہ جس کا زیادہ حصہ مقرر تھا اس کو دوبارہ بھی زیادہ ملا اور جس کا حصہ کم تھا اس کو دوبارہ بھی اسی حصے کے حساب سے کم ملا اور کل سہاموں کے مجموعہ کو اسی عدد کے اوپر علامت بنا کر لکھ دیا۔

قاعدہ۔ اگر سب ذوی الفروض ایک ہی نام [1] کے ہوں اور ان کا حصہ مقررہ دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہتا ہو تو وہاں تقسیم کرنا بہت آسان ہے جس قدر وارث ہوں اسی قدر سہام مقرر کر کے بلا تکلف سب کو ایک ایک دے دیں اور لمبے خط کے اوپر ان سب کے مجموعہ کو لکھ دیں بس اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں (یہ قاعدہ پہلی فصل میں نقشہ نمبر ۶ کے بعد بیان ہو چکا ہے لیکن رد کے ذکر میں اس کو دوبارہ مستقل بیان کرنا مناسب معلوم ہوا)۔

۱۔ یعنی سب کا رشتہ ایک ہی ہو مثلاً سب بیٹیاں ہوں یا سب بہنیں ہوں۔

مثال ۳۔ ۵

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۱	۱	۱	۱	۱

بیٹیاں چونکہ ایک سے زیادہ ہیں لہذا ان کو دوثلث ملنا چاہئے لیکن چونکہ باقی ماندہ ایک ثلث کا لینے والا کوئی نہیں لہذا کل مال انہیں بیٹیوں کا حق ہو گیا اور چونکہ بیٹیوں کی تعداد پانچ تھی لہذا ہم نے پانچ سہام مقرر کر کے سب کو ایک ایک سہام دے دیا۔

قاعدہ۔ اگر کسی جگہ دوسری قسم کے ذوی الفروض بھی ہوں اور زوجہ وشوہر میں سے بھی کوئی موجود ہو تو وہاں رد ہو کر جو دوبارہ مال وارثوں کو دیا جاتا ہے اس میں سے زوجہ یا شوہر کو حصہ نہ ملے گا جو کچھ پہلے دیا گیا ہے وہی ان کا حق ہو گا یہ باقی ماندہ جو دوبارہ تقسیم ہوا ہے یہ زوجہ اور شوہر کے سوا دوسرے ذوی الفروض کو ملے گا ایسی صورت میں زوجہ یا شوہر کا حصہ پہلے دے دیتے ہیں اور اس کے بعد جو مال باقی رہے اسے دیگر ورثاء پر اسی قاعدہ کے موافق تقسیم کرتے ہیں یعنی اول لمبا خط کھینچ کر سب کے نیچے حصے لکھ دیتے ہیں۔ اور پھر کوئی عدد تجویز کر کے نیچے سہام لگا دیتے ہیں۔

مثال ۸ لف ۶

زوجہ	والدہ	دختر
آٹھواں	چھٹا	نصف
۱	۱	۳

دیکھو یہاں اول آٹھواں حصہ زوجہ کو دے دیا اس کے بعد جو مال باقی رہا اس کو والدہ اور دختر پر تقسیم کیا والدہ کے نیچے چھٹا اور دختر کے نیچے نصف لکھا اور پھر عدد تلاش کیا جس میں سے یہ سہام نکل آئیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ چھ عدد تجویز کرنے سے والدہ اور دختر کا حصہ نکل آئے گا۔ چھ کا ہندسہ لمبے خط کے اوپر لکھ کر چھ میں سے ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اور تین بیٹی کے نیچے۔ اب چونکہ مجموعہ ان کا چار ہوتا ہے لہذا چھ کے اوپر رد کی علامت بنا کر چار کا ہندسہ بھی لکھ دیا (۱)۔ اب اس صورت میں واپس شدہ مال میں سے دوبارہ زوجہ کو کچھ نہیں ملا اس کو کل مال میں سے صرف آٹھواں ملا۔ جو کچھ نفع ہوا اور حصہ مقررہ سے زیادہ ملا وہ والدہ اور بیٹی کو پہنچا۔ اسی طرح اگر کسی

۱۔ اس سے آگے ضرب وغیرہ کا قاعدہ بوجہ عام نہ ہونے کے چھوڑ دیا۔

Marfat.com

مثال میں شوہر (۱) ہو تو اس کو باقی ماندہ میں سے کچھ نہ ملے گا بلکہ اول اس کا مقررہ حصہ نکالنے کے بعد دیگر وارثوں کو حسب قاعدہ مال دیا جائے گا اور جو کچھ زیادہ ہوگا انہیں کو ملے گا۔

قاعدہ۔ اگر میت کے وارثوں میں صرف زوجہ ہو یا صرف شوہر ہو کوئی دوسرا وارث عصبہ اور ذوی الارحام (۲) بالکل موجود نہ ہو تو وہاں کل مال اسی موجودہ وارث زوجہ یا شوہر کو مل جائے گا تقسیم کرنے کا جھگڑا پیش نہ آئے گا۔

مثال ا۔

صرف زوجہ

ا

اس مثال میں زوجہ کے سوا کوئی وارث ہی نہ تھا اس لئے حسب قاعدہ چوتھا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی رہا وہ بھی زوجہ ہی کو دیا گیا اور اس طرح کل مال کی مالک ہوگئی ترکہ کو تقسیم نہیں کرنا پڑا۔ بلکہ سب زوجہ ہی کو مل گیا اس لئے ہم نے لمبے خط پر ایک کا ہندسہ لکھا ہے۔ اگر چاہیں تو اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل میں چوتھے حصہ کی مستحق تھی بقاعدہ رد کل مال اس کو دیا گیا ہے۔ ۴/ا صرف زوجہ بالکل یہی حال ہوگا اگر میت کے وارثوں میں شوہر کے سوا اور کوئی موجود نہ ہو۔

۲ لف ا

شوہر	شوہر	شوہر	شوہر
ا	ا	ا	ا

ا۔۴ لف ۵

شوہر	والدہ	دختر
ا	ا	۳

۲۔ اس لئے کہ عصبہ ہوگا تو زوجہ یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال ضرور لے گا۔ اور ذوی الارحام بھی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے محروم نہیں ہوں گے بلکہ ان کے حصوں سے باقی ماندہ مال کے مستحق ہوں گے البتہ جب زوجہ یا شوہر کے سوا اور کوئی وارث کسی قسم کا بھی موجود نہ ہو تو ان کے حصے کے بعد جو مال باقی رہے گا وہ بھی بطور رد کے انہیں کو دے دیا جائے گا۔ اسی طرح کل مال کے مستحق ہو جائیں گے۔ لفساد بیت المال فی زماننا

Marfat.com

فائدہ۔ جس جگہ عصبہ موجود ہوتا ہے وہاں رد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ رد جب ہوتا ہے کہ ذوی الفروض سے باقی ماندہ کو لینے والا کوئی موجود نہ ہو اور جب عصبہ (۱) موجود ہے تو وہ دوڑ کر باقی کو لے گا رد کی نوبت کہاں آئے گی۔

فصل ۴ فرائض کے مسائل لکھنے کا طریقہ

میراث تقسیم کرنے اور مسئلہ بتلانے کا قاعدہ ہم نے بہت واضح کرکے سمجھا دیا ہے اور آٹھ مثالیں لکھ کر اس قاعدہ کی پوری تشریح کردی ہے انہیں مثالوں کے بعد مناسب سمجھ کر عول اور رد کا ضروری بیان کردیا ہے اب ہم مسئلہ لکھنے کا طریقہ مع بہت سی مثالوں کے ایسی طرح بیان کرتے ہیں جس سے وہ سابق بیان بھی تازہ ہو جائے اور میراث تقسیم کرنے اور مسئلہ لکھنے میں سہولت ہو جائے۔ جب کوئی مسئلہ نکالنا منظور ہو تو پہلے لفظ میت بہت لمبا کھینچ کر لکھو اور اس کے بائیں گوشہ پر میت کا نام لکھ دو اور اس میت کے نیچے اس کے تمام موجودہ وارثوں کو لکھو جو اس کی وفات کے وقت زندہ تھے اور پھر ذوی الفروض کے حالات دیکھ کر یا اپنے حافظہ سے غور کرکے ہر شخص کے نیچے اس کا حصہ مقررہ لکھ دو اور پھر دیکھو کہ۔۲۔۳۔۴۔۶۔۸۔۱۲۔۲۴ میں سے کون سا ایسا عدد ہے جس میں سے یہ سب حصے نکل آئیں اور سہام کو توڑنا نہ پڑے ان میں سے جونسا سب سے چھوٹا عدد ایسا ہو جس میں سے سب حصے نکل سکتے ہوں اس کو لمبے کھینچے ہوئے خط پر لکھ دو اور اس میں سے بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے لکھتے جاؤ۔ جب سب کے نیچے حصے لکھے گئے اور سہام بھی لگ گئے تو دیکھو تم نے کوئی غلطی تو نہیں کی اگر غلطی کی ہو تو از سر نو صحیح کرکے لکھو۔ اب وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سہاموں کو شمار کرو اگر وان کا مجموعہ اس عدد کے برابر ہے جس کو تم نے سہام نکالنے کے لئے تجویز کرکے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو بس اسی طرح رہنے دو۔ دیکھو۔

۲۴ میت عبدالغنی۔

۱۔ البتہ اگر عصبہ کافر یا قاتل وغیرہ ہو تو اس کے موجود ہونے کا کچھ اعتبار نہیں وہ چونکہ میراث سے محروم ہے لہذا اس کی موجودگی میں ذوی الفروض پر رد ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ماموں
آٹھواں	چھٹا	نصف	باقی	محروم
۳	۴	۱۲	۵	

اور اگر تمہارے لگائے ہوئے سہاموں کا مجموعہ اوپر لکھے ہوئے عدد سے زیادہ (۱) ہو تو اس عدد کے سر پر عول کی علامت بنا کر ان سہاموں کے مجموعہ کو بھی لکھ دو اس طرح

شوہر	بہن	بہن
نصف	ثلث	ثلث
۳	۲	۲

اور اگر وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سہاموں کا مجموعہ اس عدد (۲) سے کم ہے جس کو تم نے سہام نکالنے کے لئے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو رد کا نشان بنا کر ان سہاموں کی تعداد کو اس عدد کے اوپر اس طرح لکھو۔

۶لف۴

والدہ	دختر
چھٹا	نصف
۱	۲

جب ہر ایک وارث کا حصہ لکھا گیا اور عدد تجویز ہو کر ہر شخص کے سہام بھی لکھے گئے تو مسئلہ کامل ہو گیا اور بخوبی نکل آیا بس اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن طرز و دستور قدیم یہ ہے کہ اس کے بعد عبارت و الفاظ میں بھی پوری تصریح کر کے لکھ دیا جاتا ہے کہ اس قدر سہام بنا کر فلاں شخص کو اس قدر دیا جائے اور فلاں وارث کو اس قدر۔ اور چونکہ تجہیز و تکفین اور قرض اور ثلث مال کی وصیت میراث پر مقدم ہیں میراث جب ہی تقسیم ہوتی ہے کہ ان کی ادائیگی سے کچھ مال باقی رہے لہذا شروع عبارت میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث اس طرح تقسیم ہو۔ اور کبھی جملہ حقوق کی تفصیل لکھ دیتے ہیں کہ بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض و نفاذ وصیت ثلث کے

۱۔ یہ صورت عول میں پیش آتی ہے۔

۲۔ یہ صورت رد میں ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

ترکہ میت کا بایں تفصیل تقسیم ہوگا۔

مثال

میت مسماۃ بشیر النساء۔

شوہر	والدہ	والد	دختر	برادر
ربع	چھٹا	چھٹا	نصف	محروم
۳	۲	۲	۶	

مسماۃ بشیر النساء کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث تیرہ سہام ہوکر تین سہام شوہر کو پہنچا۔ دو سہام والدہ کو اور دو والد کو اور چھ سہام دختر کو اور بھائی محروم رہا۔

تنبیہ اول۔

یہ طریقہ کافی اور مطابق تحریرات اکثر علماء کے ہے۔ اگر کچھ قلیل و کثیر فرق ایسا ہو جائے کہ مدعا سمجھنے میں دشواری نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً بعض حضرات میت کے نام دائیں طرف لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس صورت میں عول یا رد ہوتا ہے وہاں بعض دفعہ عبارت میں یہ بھی بتلا دیا جاتا ہے کہ بقاعدۂ عول اس قدر سہام ہوئے یا بقاعدۂ رد اس قدر سہام ہوئے۔ اگرچہ سمجھنے والا اوپر کے نشان عول ہی کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے ایسے ہی بعض خاص غرضوں سے سمجھانے کے لئے عبارت میں کسی امر کی خاص تفصیل و تشریح کر دی جاتی ہے۔

(۲) جب مسئلہ نکالنے کی مشق ہو جاتی ہے اور وارثوں کے حصے ذہن میں جم جاتے ہیں تو وارثوں کے نیچے ان کے حصہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ذہن میں ان سب کے حصے ملحوظ رکھ کر ایسا عدد تجویز کرتے ہیں جس میں سے سب کے حصے پوری طرح نکل آئیں اور پھر اسی عدد کو اوپر لکھ کر اس میں سے ہر ایک وارث کے نیچے بمقدار حصہ سہام لکھ دیتے ہیں۔

(۳) یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ لفظ میت لکھ کر اس کو لمبا کھینچا جائے بلکہ اس کی جگہ صرف ایک طویل خط کھینچ دینا بھی کافی ہے جس کے نیچے تمام وارث لکھے جائیں اور یہی خط لفظ میت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

(۴) وارثوں میں سب سے اول ذوی الفروض کو لکھتے ہیں اس کے بعد عصبات کو ان کے بعد ذوی الارحام کو اور ذوی الفروض میں سب سے مقدم زوجہ یا شوہر کو لکھتے ہیں۔ اگر اس قاعدہ کے خلاف بھی لکھیں تو مسئلہ سمجھ میں آجائے گا لیکن لکھنے والا ناواقف سمجھا جائے گا۔

(۵) لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا جاتا ہے اس عدد کے نیچے لفظ مسئلہ بھی لکھ دیتے ہیں اگر نہ لکھیں تب بھی کچھ حرج نہیں۔

(۶) جو وارث محروم ہوں ان کے نیچے لفظ محروم لکھ دیا جاتا ہے اور کبھی صرف حرف م لکھ دیتے ہیں اور محروم وارثوں کو سب سے آخر میں لکھتے ہیں۔

(۷) عبارت کے آخر میں عربی یا اردو یا فارسی میں ایسے الفاظ لکھ دیتے ہیں جن کا یہ مطلب ہو کہ کتب فرائض وفقہ میں یہی مضمون موجود ہے جو ہم نے لکھا ہے اس کے بعد واللہ اعلم لکھ کر ختم کر دیتے ہیں اور آخر میں راقم اپنے دستخط کر دیتا ہے اور اگر کوئی مستند و صاحب مہر عالم ہے تو مہر بھی ثبت کر کے تحریر کا اعتبار بڑھا دیتا ہے۔

(۸) اگر فرائض نکالنے میں حسب قاعدہ سہام بہت بڑھ گئے ہوں جن سے سائل کو وارثوں کے حصوں کی مقدار سمجھنے میں دشواری ہو تو حساب [1] دان فرائض نکالنے والے کو مناسب ہے کہ بقاعدۂ اربعہ متناسبہ یہ بھی حساب کر کے لکھ دے کہ ایک روپے میں سے ہر ایک وارث کو کس قدر آنے اور پائی پہنچتے ہیں۔ لیکن عام طور سے اس کے بتلانے اور لکھنے کا دستور نہیں۔

اب غور کر کے یہ مثال سمجھو جس میں آٹھ تنبیہات مذکورہ بالا کا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۲

تجمل حسین مرحوم

زوجہ	والدہ	اخیافی بھائی	اخیافی بہن	حقیقی بھائی	چچا	پھوپھی
۳	۲	۲	۲	۳	محروم	م
۴	۲/۸ پائی	۲/۸ پائی	۲/۸ پائی	۴		

تجمل حسین مرحوم کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث بقاعدہ فرائض بارہ سہام ہو کر تین سہام زوجہ کو دو سہام والدہ کو دو سہام اخیافی بہن کو اور دو اخیافی بھائی کو ملا اور تین سہام عصبہ قریب ہونے کی وجہ سے حقیقی بھائی کو پہنچے چچا بوجہ بعید ہونے کے محروم رہا اور پھوپھی ذوی الارحام ہے۔ اس لئے ذوی الفروض وعصبات کے سامنے محروم رہے گی کذا فی [2] کتب الفقہ والفرائض فقط واللہ

۱۔ اگر مسئلہ بتلانے والا خود آنہ پائی نہ لگا سکے تو کسی حساب دان منشی بلکہ اسکول کے لڑکے سے آنہ پائی کا حساب لگوا دیا جائے۔

۲۔ فقہ اور فرائض کی کتابوں میں یہی حکم ہے۔ کبھی آیت یا حدیث یا فقہ کی عبارت ہی نقل کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

تعالٰی اعلم کتبہ الفقیر فرخ حسن عفاعنہ۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سوال جواب لکھ دیئے جائیں جو مثالوں کا کام بھی دیں اور ان سے تقسیم ترکہ کے وہ قاعدہ بھی یاد آ جائیں جو بعید ہو جانے کی وجہ سے (۲) ذہن سے نکل گئے ہوں گے۔

فصل ۵ چند سوال و جواب تخریج فرائض برائے مثال

سوال۔ اگر کسی شخص نے چار پوتے اور پانچ بیٹے چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ ہر شخص کو کتنا حصہ پہنچے گا اور کل مال کے کتنے سہام کر کے تقسیم کریں؟

جواب۔ پوتے بوجہ موجود ہونے بیٹوں کے محروم رہیں گے اور بیٹوں میں سے ہر ایک کو پانچواں حصہ ترکہ کا ملے گا اور کل ترکہ کے پانچ سہام کر کے تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ (اسی باب کی پہلی فصل میں) ہم نے بتلایا تھا کہ جب سب وارث ایک نام کے ہوں تو جتنا ان کا شمار ہوگا اسی قدر حصے کر دیں گے صورت اس کی یہ ہے۔

مسئلہ ۵

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	پوتا	پوتا	پوتا	پوتا
۱	۱	۱	۱	۱	م	م	م	م

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں تو ہر شخص کو کس قدر حصہ پہنچے گا؟

جواب۔ ہر ایک مرد کو پانچواں حصہ ملے گا اور ہر ایک عورت کو دسواں کیونکہ مرد کو عورت سے دو چند ملتا ہے اس جگہ ہم نے مرد کو بمنزلہ دو عورت کے خیال کر کے یوں سمجھا کہ کل دس آمی ہیں اس لئے دس حصہ کر کے دہرا مرد کو دیا اکہرا عورت کو۔

مسئلہ ۱۰

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱

ا۔ استاد اپنے شاگردوں سے یہی سوال کر کے جواب پوچھے یا خود کوئی شخص سوال دیکھ کر جواب سوچے تو نہایت مفید ہے۔

سوال۔اگر بجائے بیٹوں کے تین پوتے اور چار پوتیاں ہوں تو کس طرح تقسیم کریں؟
جواب۔بالکل یہی صورت ہوگی جو بیٹے اور بیٹیوں میں کی گئی تھی۔
سوال۔ایک شخص نے پانچ بیٹے اور تین پوتیاں چھوڑی تھیں ہم نے دو دو حصے بیٹوں کو دیئے اور ایک ایک حصہ پوتیوں کو یہ صحیح ہوا یا غلط؟
جواب۔بالکل غلط ہے اس لئے کہ پوتیوں کی میراث کے حال نمبر۶ میں مذکور ہو چکا ہے بیٹوں کے سامنے پوتیاں محروم رہا کرتی ہیں۔
سوال۔ایک شخص کے وارث دو بیٹیاں ایک والدہ ایک زوجہ دو ہمشیرہ ہیں ان سب کے حصہ لگا دو
جواب۔مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	بیٹی	بیٹی	ہردو ہمشیرہ
آٹھواں	چھٹا	ثلث	ثلث	

سوال۔ان حصوں کے لئے تقسیم کرنے والا عدد بتلاؤ اور سب کے سہام لکھ دو۔

شوہر	دختر	اخیافی بھائی	باپ
ربع	نصف	چھٹا	چھٹا

جواب۔بارہ ۱۲ سہام ہو کر اس طرح تقسیم ہوں گے۔

مسئلہ ۱۲

شوہر	دختر	باپ	اخیافی بھائی
۳	۶	۳	محروم

سوال۔ایک شخص نے صرف ایک بیٹی چھوڑی تو اس کا مسئلہ کس طرح لکھیں گے؟
جواب۔اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں۔

مسئلہ ۱ زید۔

بیٹی ۱

اور اس طرح بھی

مسئلہ ۲ لف از زید۔

بیٹی ۱

Marfat.com

سوال۔ اگر صرف ایک بیٹا چھوڑا تب بھی دو طرح لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ صرف بیٹا وارث ہو تو دو طرح نہیں لکھ سکتے کیونکہ عصبہ ہے اس کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ بوجہ نہ ہونے ذوی الفروض کے کل مال اسی کو مل گیا بخلاف بیٹی کے کہ وہ ذوی الفروض ہے اول اس کو نصف پہنچا اور پھر بوجہ نہ ہونے کسی وارث کے باقی بھی اسی کو مل گیا۔ اس لئے وہاں ہر دو صورتیں درست تھیں کہ حسب قاعدہ رد کا نشان وعلامت بنادیں یا ابتداہی سے ایک کا عدد اوپر لکھ دیں بیٹے میں دو باتیں نہیں وہاں صرف ایک یہی صورت ہے۔

مسئلہ ا۔ زید۔

بیٹا ا

سوال۔ اگر دو چار دس پانچ وارث ہوں لیکن سب ایک ہی نام کے ہوں مثلاً سب بیٹے ہی بیٹے ہوں یا کسی کے بہت سی حقیقی ہمشیرے ہوں یا بہت سے نواسے ہوں تو مال کو کس طرح تقسیم کریں گے۔

جواب۔ ایسی صورتوں کا پورا جواب اور مفصل بیان اسی باب کی پہلی فصل میں نقشہ نمبر ٦ کے بعد اور تیسری فصل میں رد کے قاعدوں میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ کرو۔

سوال۔ یہ صورت صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا غلطی ہے

مسئلہ ١٢۔

شوہر	والدہ	پوتی	بھائی
٣	٤	٣	٢

جواب۔ بالکل غلط ہے معلوم ہوتا ہے کہ حصے لگانے والے نے ذوی الفروض کے حالات کو اور حاجب محجوب کی بحث کو غور سے نہیں دیکھا اول تو یہ غلطی کی کہ والدہ کو ثلث دے دیا حالانکہ میت کی اولاد یعنی پوتی موجود ہے دوسرے یہ غلطی کی کہ پوتی کو ربع حصہ دیا جو نصف کی مستحق تھی اور اس غلطی کی وجہ سے بھائی کے لئے دو سہام باقی رہ گئے جو قاعدہ کی رو سے یہاں صرف ایک سہام یعنی بارہویں حصے کا مستحق ہے صحیح صورت یہ ہے۔

مسئلہ ١٢

شوہر	والدہ	پوتی	برادر
٣	٢	٦	١

Marfat.com

سوال۔اس مثال میں کیا غلطی ہوئی ہے

مسئلہ ۱۲۔

دختر	دختر	والدہ	پوتی	پڑپوتا
۴	۴	۲	۱	۲

جواب۔صحیح ہے کچھ غلطی نہیں (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل ۶ '۷' ۸۔

سوال۔ایک شخص نے ایک زوجہ ایک والدہ ایک نانی ایک اخیافی بہن ایک حقیقی بہن چھوڑی ان کے حصوں کو نکالنے کے لئے اگر چوبیس یا اڑتالیس سہام بنالیں تو صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں تو بتلایئے ان عددوں میں کیا خرابی ہے۔اور پھر ایسا کونسا عدد ہے جس میں سے سب کے حصے نکل سکیں۔

جواب۔چوبیس واڑتالیس میں بھی سب کے حصے نکل آئیں گے اور ہر شخص کا پورا حق مل جائے گا کسی کے حصے میں خلل نہ آئے گا لیکن قاعدہ فرائض کے خلاف ہوگا کیونکہ یہاں بلاضرورت عدد بڑھا دیئے ہیں سب سے پہلا اور چھوٹا عدد جس سے مقصد حاصل ہوسکتا ہے وہ بارہ ہے اس میں سے بلاتکلف بقدر ضرورت یعنی جملہ وارثوں کے حصوں کے مقدار سہام نکل آئے۔

مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	اخیافی بہن	حقیقی بہن	نانی
۳	۴	۲	۳	محروم

سوال۔اس صورت میں چھ سہام بنا کر تقسیم کرنے میں بہت ہی کم سہام بنانے پڑتے تھے پھر اسی کو کیوں تجویز نہ کیا۔

جواب۔چھ میں سے بلاتوڑ نے سہام کے یہ سب حصے نہیں نکل سکتے بلکہ زوجہ کو چہارم حصہ میں ڈیڑھ سہام دینا پڑے گا اور ہمشیرہ کو باقی ماندہ ڈیڑھ ملے گا۔

سوال۔ایک عورت نے شوہر۔نانی۔دو اخیافی بہنیں۔ایک حقیقی بھائی چھوڑا کوئی ایسا عدد نہیں نکل سکتا تھا جس میں سے سب کے حصے پورے نکل آئیں ہم نے غور کر کے سات سہام بنائے اور سب وارثوں کو اس طرح حصہ دے دیا یہ درست ہوا یا نہیں؟

مسئلہ ۱۷

شوہر	نانی	اخیافی بہن	اخیافی بہن	حقیقی بھائی
۳	۱	۱	۱	۱

Marfat.com

جواب ۔ یہاں چھ سہام ہو کر بلا تکلف جملہ ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے تھے لیکن آپ نے بھائی کی رعایت سے خلاف قاعدہ ایک سہام بڑھا کر حساب غلط کر دیا اب کسی کو بھی پورا حصہ نہ پہنچا کیونکہ سات میں سے آپ نے شوہر کو تین دیئے تو نصف نہ پہنچا کیونکہ سات کا آدھا ساڑھے تین ہوتے ہیں اسی طرح سب ذوی الفروض کے حصوں میں نقصان آیا۔ ہر جگہ بلا قاعدہ سہام بڑھا لینے جائز نہیں یہ صرف عول کی صورت میں جائز ہے اور عول بھائی وغیرہ عصبات کے لئے کبھی نہیں ہوتا عول صرف وہیں کیا جاتا ہے کہ ذوی الفروض کے حصے پورے نہ نکل سکتے ہوں۔غرض اس مثال میں بھائی محروم رہے گا اور چھ سہام ہو کر ترکہ صرف ذوی الفروض پر تقسیم ہوگا۔

سوال ۔ ایک عورت نے شوہر۔ دختر۔ والدہ۔ بھتیجا۔ چچا۔ کل پانچ وارث چھوڑے اور دوسری نے والدہ۔ بیٹی اور دو بھتیجے کل چار وارث چھوڑے بتلاؤ کہ ان دونوں عورتوں کے مذکورہ وارثوں میں سے کون کون محروم رہیں گے۔

جواب ۔ جس عورت نے پانچ وارث چھوڑے تھے اس کا چچا محروم رہے گا کیونکہ ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال بھتیجے کو ملے گا جو چچا سے مقدم ہے۔ اور جس عورت نے چار وارث چھوڑے ہیں وہاں کوئی محروم نہ رہے گا۔ والدہ اور بیٹی کے بعد جو ایک ثلث باقی رہا ہے وہ آدھا آدھا دونوں بھتیجوں کو مل جائے گا۔ اول

مسئلہ ۲۱

شوہر	دختر	والدہ	بھتیجا	چچا	دوم ۶	والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
۳	۶	۲	۱	م		۱	۳	۱	۱

سوال ۔ ایسے عدد کون سے ہیں جن میں تمام ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے ہیں۔

جواب ۔ خواہ کتنے ہی ذوی الفروض جمع ہو جائیں ان سات عددوں میں سے کوئی نہ کوئی ان سب کے حصے نکال دے گا ۔۲۔۳۔۴۔۶۔۸۔۱۲۔۲۴

سوال ۔ کیا ان کے سوا بھی کوئی عدد تقسیم کرنے والا ہو سکتا ہے؟

جواب عول اور رد کی صورتوں میں سہام کا مجموعہ اگرچہ ان سات عددوں سے کم زیادہ ہو جاتا ہے لیکن ذوی الفروض کے حصے نکالنے اور سہام لگانے کے لئے ان عددوں سے کم اور کوئی تجویز نہیں ہو سکتا۔ البتہ عصبات میں جس قدر عصبے ہوں اسی قدر سہام مقرر کر کے سب کو برابر دیتے ہیں (ملاحظہ ہو فصل اول)

Marfat.com

سوال۔ چوہدری حبیب اللہ کا انتقال ہوا تو اس کے یہ رشتہ دار موجود تھے زوجہ، دختر، نانی، دادی، پوتی خالہ، دو علاتی بھائی ان کے حصے نکال دو اور سہام لگادو۔

جواب ۲۴۔

میت چوہدری حبیب اللہ مرحوم

زوجہ	دختر	نانی دادی	پوتی	دو علاتی بھائی	خالہ
آٹھواں	نصف	چھٹا	چھٹا	باقی	محروم
۳	۱۲	۴	۴	۱	م

بعد تقدیم حقوق مقدمہ بر میراث ۲۴ سہام ہو کر ۳ زوجہ کو ۱۲ دختر کو پہنچے۔ نانی اور دادی چھٹے حصے میں شریک ہیں لہذا چار سہام ان دونوں کو ملے بیٹی کی موجودگی میں چھٹا حصہ یعنی چوبیس میں سے چار سہام پوتی کو ملے اب ایک سہام باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونے کے دونوں علاتی بھائیوں کو دے دیا گیا کہ نصف نصف کرلیں۔

سوال۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تقسیم کرنے والے عدد صرف سات ہیں لیکن عول کی صورت میں جو سہاموں کا مجموعہ عدد سے بڑھ جاتا ہے وہ کہاں تک بڑھ سکتا ہے اس کی کوئی انتہا ہو تو ارشاد کیجئے۔

جواب۔ جس جگہ تقسیم کرنے والا عدد ۶ تجویز ہوتا ہے وہاں درصورت عول۔ سات آٹھ نو دس تک عدد بڑھ سکتے ہیں۔ اور جس جگہ تقسیم کرنے والا عدد ۲۱ لگایا جاتا ہے وہاں سہام بڑھ کر تیرہ ۱۳ پندرہ ۱۵۔ سترہ ۱۷ ہو سکتے ہیں چودہ ۱۴ اور سولہ ۱۶ نہیں ہو سکتے اور سترہ ۱۷ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور جس جگہ ۲۴ عدد تقسیم کنندہ قرار دیا جاتا ہے وہاں اگر عول ہوتا ہے تو سہام بڑھ کر ستائیس ۲۷ ہو جاتے ہیں کم و بیش نہیں ہوتے۔ اور جس جگہ ۲ یا ۳ یا ۴ یا ۸ عدد تقسیم کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے وہاں سہام نہیں بڑھا کرتے اور عول نہیں ہوا کرتا۔

سوال۔ ان وارثوں پر ترکہ تقسیم کردو۔ شوہر والدہ۔ دو حقیقی ہمشیرہ۔ دو اخیافی ہمشیرہ۔

جواب۔ پہلے قاعدوں کے بموجب ہم نے سب وارثوں کے حصے لکھے اور پھر غور کر کے تقسیم کرنے والا عدد چھ لگایا اور پھر مجموعہ سہام کا بڑھ کر دس ہو گیا تو ہم نے اس کو چھ کے اوپر عول کی علامت بنا کر اس طرح لکھ دیا

Marfat.com

مسئلہ ۱۰۳۶

دواخیافی بہنیں	دوحقیقی بہنیں	والدہ	شوہر
ایک ثلث	دوثلث	چھٹا	نصف
۲	۴	۱	۳

سوال۔ایک عورت نے دوحقیقی ہمشیرہ اور ایک دادی ایک بھتیجا اور شوہر چھوڑا صرف بھتیجے کا حصہ دریافت طلب ہے۔

جواب۔اس صورت میں بھتیجا محروم رہے گا۔اس لئے کہ یہاں ذوی الفروض ہی کے حصے پورے نہیں نکل سکتے لاچار ہوکر بجائے چھ کے آٹھ سہام بنا کر ذوی الفروض کے حصے پورے کریں گے بھتیجا تو عصبہ ہے ایسی حالت میں اس کو کہاں سے مل جائے۔

سوال۔ایک شخص نے چار بیٹیاں دوزوجہ ایک دادی ایک باپ ایک پوتا اور پانچ ہمشیرہ چھوڑیں یہاں کون ساعدد تقسیم کرنے کے لئے مقرر ہوگا اور پھر عول ہوکر کس قدر سہام بڑھیں گے تاکہ سب وارثوں کو حصہ پہنچ سکے۔

جواب۔رد کے بیان سے پہلے جو فائدہ مذکور ہوا ہے اس کو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ یہاں عول نہیں ہوسکتا۔اتنا ہم بتلاتے ہیں کہ اس جگہ چھ (۱) وارث محروم ہیں اور باقی آٹھ وارثوں کے پورے حصے چوبیس سہام بنانے سے نکل آئیں گے۔باقی تم خود ذوی الفروض کے حالات دیکھ کر سمجھ لو۔

سوال۔ایک عورت نے انتقال کیا تو اس کی صرف ایک والدہ اور ایک پوتی موجود تھی ایک شخص نے اس طرح فرائض نکال کردی۔

مسئلہ ۴

پوتی	والدہ
۳	۱

سمجھ میں نہیں آتا کہ والدہ کو چوتھا حصہ اور پوتی کو تین ربع کس قاعدہ سے مل گیا ذوی الفروض کے حالات میں یہ حصے کہیں نہیں لکھے۔

۱۔پانچ ہمشیرہ و دادی۔

Marfat.com

جواب۔ یہاں فی الحقیقت چھ سہام بنا کر تقسیم کیا تھا لیکن والدہ کو چھٹا اور پوتی کو نصف دینے کے بعد دو سہام باقی رہ گئے ان کو بھی بقاعدہ ردانہیں ہر دو وارثوں پر تقسیم کردیا اب مجموعہ سہام کا چار ہو گیا چھ کے اوپر رد کی علامت بنا کر چار کو لکھنا مناسب تھا لیکن لکھنے والے نے صرف چار ہند سے لکھنے پر اکتفا کیا کہ قاعدہ جاننے والے خود سمجھ لیں گے۔

سوال۔ ایک شخص کے مرنے کے بعد دو ہمشیرہ اور ایک زوجہ باقی رہی ہم نے بارہ سہام مقرر کر کے چوتھا حصہ یعنی تین سہام زوجہ کو دیئے۔ اور دو ثلث میں آٹھ ہر دو ہمشیرہ کو دیئے۔ اب جو ایک سہام باقی رہ گیا اس میں زوجہ کو کس قدر ملے گا۔ اور ہمشیروں کو کس قدر؟

جواب۔ اسی باب کی تیسری فصل کے قاعدے میں مذکور ہو چکا ہے کہ جب تک کوئی وارث کسی دوسری قسم کا موجود ہوتا ہے زوجہ اور شوہر پر رد نہیں ہو سکتا یہاں چونکہ دو ہمشیرہ موجود ہیں لہذا وہ باقی ماندہ ایک سہام انہیں دونوں ہمشیرہ کو ملے گا۔ زوجہ اپنا چوتھا حصہ جو حاصل کر چکی ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہ ملے گا۔

سوال۔ مسماۃ رحیمن کا انتقال ہوا تو شوہر اور ایک نانی ایک اخیافی بھائی باقی رہے ترکہ کس طرح تقسیم ہو گا؟

جواب۔ پہلے نصف مال شوہر کو دے دیں گے اس کے بعد چھٹا نانی کو چھٹا اخیافی بھائی کو دیں گے اس کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ بھی ان ہی دونوں کو دے دیا جائے گا شوہر کو دوبارہ کچھ نہ ملے گا لکھنے کی صورت یہ ہے۔

مسئلہ ۲ مسئلہ ۶

اخیافی بہن	نانی	شوہر
۱	۱	۱

(زیادہ تفصیل دشوار تھی)

سوال۔ زید نے اگر زوجہ والدہ ہمشیرہ باپ نانی وارث چھوڑے تو عول یا رد ہو گا یا نہیں اگر نہیں ہو گا تو مال کس طرح تقسیم ہو گا۔

جواب۔ یہاں عول کی ضرورت نہیں اس لئے ذوی الفروض کے حصوں میں یہاں کچھ تنگی نہیں۔ بلکہ ان کو دینے کے بعد کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور رد اس لئے نہیں ہوتا کہ باپ عصبہ موجود ہے اور جس جگہ عصبہ ہوتا ہے وہاں رد نہیں ہوتا بلکہ باقی ماندہ کا مستحق عصبہ ہوتا ہے چنانچہ دیکھو یہاں باقی

مانده باپ نے لے لیا۔

مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	باپ	ہمشیرہ	نانی
۳	۳	۶	م	م

سوال۔ زوجہ۔ دختر۔ دادی۔ دادا پر ترکہ تقسیم کرو اور یہ بھی بتلاؤ کہ ہر ایک وارث کو ایک روپے میں سے کتنے آنے ملیں گے؟

جواب۔ مسئلہ ۲۴۔

زوجہ	دختر	دادی	دادا
۳	۱۲	۴	۵
/۲	/۸	۸/ پائی	۴/۳ پائی

سوال۔ مولوی مظہر علی کا انتقال ہوا تو چار زوجہ ایک حقیقی بہن ایک اخیافی بھائی ایک حقیقی بھتیجا موجود تھے یہاں ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔

جواب۔ مسئلہ ۱۲

چار زوجہ	حقیقی بہن	اخیافی بھائی	حقیقی بھتیجا
ربع	نصف	چھٹا	باقی
۳	۶	۲	۱

سوال۔ حکیم الدین نے ایک زوجہ دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑی ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب۔ اس طرح مسئلہ ۸۔

زوجہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۱	باقی	باقی	باقی

آخری سوال۔ آپ نے ان دو جوابوں میں مجملاً یہ بتلا دیا کہ چار زوجہ کو تین سہام ملیں گے اور بیٹا بیٹی کو سات سہام اس سے یہ معلوم نہ ہوا کہ ہر ایک زوجہ کو کتنے سہام ملیں گے اور بیٹا بیٹی میں کس حساب سے۔

جواب اور قاعدہ۔ چند وارثوں کو جو مشترک سہام ملتے ہیں اگر وہ ان پر بلا تکلف تقسیم ہو سکتے ہیں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تمام وارثوں کو علیحدہ علیحدہ لکھ کر بمقدار حصہ سب کے نیچے سہام

Marfat.com

لکھ دو مثلاً چار بیٹیوں کو آٹھ سہام پہنچے تو لمبے خط کے نیچے چار جگہ بیٹی بیٹی لکھ کر سب کے نیچے دو دو سہام لکھ دو اگر سولہ پہنچے ہیں تو چاروں بیٹیوں کے نیچے چار چار لکھ دو یہی حال ہے دوسرے وارثوں کا جو شریک رہا کرتے ہیں مثلاً پانچ ہمشیرہ ہوں اور دس سہام ہوں یا چھ سہام ہوں اور تین بھائی یا پندرہ سہام ہوں اور تین وارث یا بارہ سہام ہوں اور چار وارث وعلی ہذا القیاس دیکھو۔

مسئلہ ۲۴

چچا	اخیافی	اخیافی	اخیافی بہن اخیافی		دختر	زوجہ
۱	۲	۲	۲	۲	۱۲	۳

یہاں آٹھ سہام چار اخیافی بہنوں کو پہنچے تھے بلا تکلف دو سہام ہر ایک بہن کے نیچے لکھے گئے۔ اور اگر بلا تکلف تقسیم نہیں ہو سکتے (مثلاً تین بیٹوں کو چار سہام پہنچے یا دو زوجہ کو تین سہام پہنچے یا پانچ ہمشیرہ کو آٹھ دیئے گئے۔ تو ان وارثوں کی تعداد میں سہام کو ضرب دے کر سہام بڑھا لیتے ہیں۔ بڑھنے کے بعد سہام ان وارثوں پر بلا تکلف تقسیم ہو جاتے ہیں۔ (مثلاً تین بیٹوں کو چار سہام پہنچے تھے ان پر تقسیم نہیں ہو سکتے تھے ہم نے چار کو تین (۱) میں ضرب دیا تو بارہ سہام ہو گئے اور تینوں بیٹوں کو بلا تکلف چار چار سہام پہنچ گئے لیکن پھر تمام وارثوں کے سہام بھی اسی عدد میں ضرب دینا پڑتا ہے جس میں ایک جگہ بضرورت ضرب دی گئی تھی (مثلاً جس جگہ تین بیٹیوں کے لئے چار سہام کو تین میں ضرب دیا تھا ہاں شوہر اور والدہ وغیرہ جو کوئی وارث ہوں گے ان کے حصوں کو بھی تین میں ضرب دینا ہوگا۔) اور لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا گیا تھا اس کو بھی ضرب دینا ہوگا اور ضرب کے بعد جس قدر سہام نکلیں اس کو عدد کے سر پر تصحیح کی علامت بنا کر لکھا جائے گا۔ (مثلاً جہاں بیٹوں کے حصوں کو تین میں ضرب دیا تھا اور ان کی وجہ سے سب وارثوں کے حصے تین میں ضرب دیئے گئے تھے وہاں اوپر لکھے ہوئے عدد چھ کو بھی تین میں ضرب دیں گے اور تصحیح کی علامت بنا کر اٹھارہ کا ہندسہ اس کے اوپر اس طرح تصحیح ۱۸/ ۶ لکھ دیں گے۔

لیکن چونکہ ہم نے کتاب محض ناواقف اور کم استعداد لوگوں کے لئے لکھی ہے اور اس قاعدہ میں زیادہ فہم اور حساب دانی کی ضرورت ہوتی ہے لہذا ہم اس قاعدہ کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرتے البتہ گزشتہ دو مثالوں میں جن کی نسبت آخری سوال کیا گیا تھا اس قاعدہ کو جاری کر کے دکھلانے کے بعد اس بحث کا خاتمہ کرتے ہیں سیئے۔

۱۔ اس لئے کہ وارث تین ہیں اور سہام چار گویا سہام کو وارثوں میں ضرب دیا۔

Marfat.com

اول مظہر علی کی جائیداد کو ہم نے بارہ سہام کر کے تین زوجہ کو چھ بہن کو۔ دو بھائی کو ایک بھتیجے کو دیا تھا۔اب آپ چاہتے ہیں کہ ہر ایک زوجہ کا حصہ علیحدہ ہو جائے۔سیدھی بات تو یہ ہے کہ تین سہام کو چاروں زوجہ تقسیم کر کے تین تین ربع یعنی پونا پونا سہام ہر ایک زوجہ لے جائے لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ فرائض میں ایسی طرح حصے نکالنے کا قاعدہ ہے کہ سہام نہ ٹوٹے لہذا ہم نے قاعدہ تصحیح کے بموجب زوجہ کے تین سہام کو چار میں ضرب دیا اب بارہ ہو گئے۔اور ہر ایک زوجہ کو تین تین پہنچ گئے پھر حقیقی بہن کے سہاموں کو بھی چار میں ضرب دے کر چوبیس کیا اور اس کے نیچے لکھ دیا۔اسی طرح بھائی کا حصہ چار میں ضرب دینے سے آٹھ ہو کر اس کے نیچے لکھا گیا اور بھتیجے کا بھی چار میں ضرب دے کر لکھا لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا ہے یعنی بارہ اس کو چار میں ضرب دیا اور بارہ چوک اڑتالیس ہو گئے۔تو اڑتالیس کا ہندسہ بارہ کے اوپر ۱۲ تصحیح کی (۱) علامت بنا کر لکھ دیا۔اب دیکھو ہر ایک وارث کا حصہ علیحدہ علیحدہ بلا توڑنے سہام کے نکل آیا صورت اس کی یہ ہے۔

مسئلہ ۱۲ تصحیح ۴۸

زوجہ	زوجہ	زوجہ	زوجہ	بہن	اخیافی بھائی	بھتیجا
۳	۳	۳	۳	۲۴/۶	۸/۲	۴/۱

دوم۔حکیم الدین کی زوجہ کو ایک سہام دینے کے بعد باقی سات سہام اس کے بیٹا بیٹی پر پوری طرح تقسیم نہیں ہو سکتے تھے لہذا ہم نے ان سب سہام کو ان کے مستحق وارثوں میں ضرب دینا چاہا بظاہر تین آدمی ہیں دو بیٹے ایک بیٹی لیکن پہلی فصل کے قاعدے سے اور پانچویں فصل کے دوسرے جواب سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر ایک بیٹا بمنزلہ دو وارثوں کے سمجھا جاتا ہے لہذا ہم نے ان کو پانچ وارث قرار دے کر ان کے سات سہام کو پانچ میں ضرب دیا پینتیس ہو کر چودہ چودہ بیٹوں کو اور سات بیٹی کو مل گئے۔چونکہ ہم نے بیٹا بیٹی کے سہام کو پانچ میں ضرب دیا تھا زوجہ کے سہام کو بھی پانچ میں ضرب دیا اور ذرا سا خط کھینچ کر زوجہ کے نیچے پانچ کا ہندسہ بھی لکھ دیا اور اب لمبے خط پر لکھے ہوئے تقسیم کنندہ عدد آٹھ کو بھی پانچ میں ضرب دے کر چالیس کا ہندسہ اس کے اوپر اس طرح لکھا۔

ا۔کبھی تصحیح کی علامت صرف واس طرح لکھ دیتے ہیں۔

Marfat.com

مسئلہ ۸ تصحیح ۴۰

زوجہ	پسر	پسر	دختر
۵/۱	۱۴/۱	۱۴/	۷/

اب بوجہ تصحیح کے کل سہام چالیس ہوگئے اور ہر شخص کا حصہ علیحدہ ہوگیا۔

بفضلہٖ تعالیٰ یہاں تک تمام ضروری امور کا اس قدر بیان ہوگیا ہے کہ معمولی استعداد کا شخص تنہا تنہا ہرایک وارث کے حصے بلا تکلف بتلا سکے اور اگر محنت کرے اور دل سے چاہے تو فرائض کے ایسے صدہا مسائل جن میں مناسخہ نہ ہو بہت سہولت سے حل کرلیا کرے اور جملہ وارثاں کے حصے بٹھلا کر عدد معین کرنے اور سہام لگانے پر بخوبی قادر ہوکر معمولی فرائض اچھی طرح نکالنے لگے۔ اب دو باتیں رہ گئی ہیں ایک تصحیح جس کو ہم نے کسی قدر ذکر کیا ہے اور دو مثالوں میں بھی سمجھایا ہے۔ دوسرا مناسخہ: ان دو چیزوں کو ہم بیان (۱) نہیں کرتے۔ اگر کسی کو اردو میں سیکھنے کا شوق ہو تو علم الفرائض نظم الفرائض وغیرہ رسالوں سے سیکھ سکتا ہے جن میں سب سے بہتر مولوی منفعت علی صاحب مرحوم دیوبندی کا رسالہ فرائض اردو ہے۔ اب ہم چند امور ضروریہ کو بیان کرکے اس کتاب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ المیسر وبیدہ الخیر۔

فصل ۶ خنثیٰ مشکل کا بیان

کتب فرائض کے آخر میں خنثیٰ مشکل کا حال لکھنے کا دستور ہے جس کو نہ مرد کہہ سکتے ہیں نہ عورت، اگر کسی شخص میں مرد وعورت دونوں کی علامتیں موجود ہوں یا کوئی بھی علامت نہ ہو۔ مرد کی نہ عورت کی۔ تو حتی الوسع کسی طرح اس کو مرد یا عورت قرار دیتے ہیں اور اسی کے موافق میراث وغیرہ کے تمام احکام لگاتے ہیں مثلاً دیکھتے ہیں کہ کس جانب کا غلبہ ہے۔ اگر صحبت کرسکتا ہے یا پیشاب مردوں کی طرح کرتا ہے یا اس سے کوئی عورت حاملہ ہوگئی ہے تو مرد ہی سمجھیں گے اور اگر اس کو حمل رہ گیا یا عورتوں کے مقام سے پیشاب کرتا ہے یا اس کو حیض آتا ہے تو عورت سمجھیں گے اسی طرح کوئی نہ کوئی قوی علامت اور ایک جانب کا غلبہ دیکھ کر وہی حکم لگادیں گے اور اسی کے موافق جملہ احکام میراث وغیرہ جاری کریں گے۔ لیکن جب دونوں حالتیں بالکل برابر ہوں اور حالت ایسی

۱۔ کتاب طویل ہوتی چلی جاتی تھی اور طبع ہونے کی کوئی صورت نہیں نکلتی تھی لہذا گھبرا کر چھوڑ دیا۔ آئندہ ارادہ ہے کہ تصحیح اور مناسخہ کا بیان نہایت عام فہم طرز سے لکھ کر بڑھادیا جائے۔

Marfat.com

مشتبہ ہو جائے کہ کسی وجہ اور کسی علامت سے کسی طرح بھی مرد یا عورت ہونے کو ترجیح نہ دے سکیں تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں میراث پانے میں اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اس کو عورت سمجھنے میں حصہ کم ملتا ہے تو عورت ہی سمجھیں گے اور اگر مرد فرض کرنے کی صورت میں حصہ کم پہنچتا ہے تو مرد ہی سمجھ کر حصہ دیں گے۔ غرض جس صورت میں حصہ کم ملتا ہو (۱) وہی تجویز کر لیں گے۔ چونکہ اس کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے اس سے زیادہ تفصیل لکھنا بے سود ہے۔ کتب عربیہ میں موجود ہے۔

تنبیہ۔

بعض بعض نامعقول مرد جو زنانہ لباس و حرکات اختیار کر لیتے ہیں اور عرف میں ان کو مخنث اور ہجڑا کہتے ہیں وہ میراث کے حکم میں بالکل مرد سمجھے جائیں گے اور ہر جگہ میراث میں مرد کا حصہ (۲) پائیں گے۔

حمل کی میراث کا بیان

اگرچہ بعض دفعہ میت کے انتقال کے بعد فوراً ہی میراث کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں بلکہ بعض جگہ تو میت کا آخری وقت دیکھ کر اپنے اپنے قابو کے مال پر تمام وارث قبضہ کرنا شروع کر دیتے ہیں لیکن عام طور سے اس زمانہ میں میراث تقسیم کرنے میں عجلت نہیں کی جاتی اس لئے کسی بچے کے تولد کا انتظار کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ اور مناسب بھی یہی ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہو سکتا ہے تو بچہ جننے تک صبر کریں اور تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھیں کیونکہ بعض دفعہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے جو بالکل مستحق نہیں ہوتا اور بعض دفعہ زندہ پیدا ہوتا ہے لیکن پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستحق نہیں اور کبھی ایک حمل سے دو چار یا زیادہ بچے پیدا (۳) ہو جاتے ہیں۔ ان سب صورتوں میں پہلی تقسیم اور حصوں کو بالکل توڑنا اور از سر نو حصے لگانا پڑتا ہے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ انتظار کر لیں۔ لیکن اگر انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جو کچھ حصہ پہنچتا ہے اس کے (۴) لیے امانت رکھیں اور اس کے مرد ہونے کی وجہ سے جو

۱۔ عند ابی حنیفۃ واصحابہ وھو قول عامۃ الصحابۃ وعلیہ الفتوی ۱۲۔

۲۔ اور دیگر احکام شرعیہ میں بھی وہ بالکل مرد ہی سمجھے جائیں گے لیکن ایسی حالت وصورت اختیار کر لینے سے وہ شرعاً نہایت گنہگار اور فاسق سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے پردہ نہ کرنا اور عورتوں میں آمد و رفت کی اجازت دینا نہایت کم عقلی اور خلاف غیرت ہے ۱۲ منہ۔

Marfat.com

لوگ محروم ہوتے ہوں ان کو محروم رکھیں اور جن لوگوں کا حصہ کم ہوتا ہو ان کو کم دیں۔

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہو تو اس کا پورا حصہ امانتی اس کو دیا جائے گا اور تقسیم ترکہ بدستور رہے گی۔ اور اگر لڑکی تولد ہوئی تو لڑکی جس قدر حصہ کی مستحق ہوگی وہ اس کو دیا جائے گا اور حمل کو لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دیئے گئے تھے ان کا حق دے دیا جائے گا۔

مثال۔

ظہیر الدین کا انتقال ہوا اس کی ایک زوجہ دو ہمشیرہ اور والدہ وارث موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے، ہم نے قبل از ولادت میراث تقسیم کرنا چاہا اور حمل کو لڑکا فرض کر کے اس طرح حصے لگا دیئے۔

مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	حمل	دو ہمشیرہ
۳	۴	۱۷	م

کیونکہ بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہا کرتی ہیں یہاں اگر تقدیر سے لڑکا ہی پیدا ہوتا تو کچھ تغیر تبدل نہ کرنا پڑتا۔ ترکہ جس طرح تقسیم ہو گیا تھا بدستور رہتا اور وہ پیدا ہو کر اپنے حصہ کا مالک ہو جاتا لیکن ظہیر الدین کی بہنوں کی دعا سے لڑکی پیدا ہوئی چونکہ وہ نصف ترکہ کی مستحق ہوتی ہے لہذا ہم نے بجائے سترہ کے بارہ سہام اس کو دیئے اور باقی ماندہ پانچ سہام بہنوں کو دیئے جو حمل کو لڑکا فرض کر کے محروم کر دی گئی تھیں۔ اب گویا میراث از سر نو تقسیم ہو کر یہ صورت ہوگی۔

گزشتہ سے پیوستہ

۳۔ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ امام شافعی صاحبؒ کے ایک استاد کے بیس بیٹے تھے جو صرف پانچ حملوں میں پیدا ہوئے تھے یعنی ہر دفعہ چار بیٹے پیدا ہوتے تھے کشکول میں ایک عورت کا قصہ لکھا ہے کہ اس کے سات بیٹے ایک حمل سے پیدا ہوئے اور بعض عورتوں کا حال لکھا ہے کہ ان کے ایک حمل میں چالیس بچے پیدا ہوئے واللہ اعلم۔ ف۔ جن بچوں کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم فاصلہ ہو وہ سب ایک ہی حمل سے سمجھے جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سب ایک ہی وقت میں پیدا ہوں ۲۱

۴۔ امام صاحب کا ایک قول ہے کہ چار بیٹوں کا حصہ امانت رکھیں اور بھی چند اقوال ہیں لیکن فتوی اس پر ہے کہ صرف ایک بیٹی کا حصہ امانت رکھا جائے۔ کذافی ردالمختار وفتاوی قاضی خان ۱۲۔ بعض دفعہ لڑکی مستحق نہیں ہوتی ۱۲_

مسئلہ ۲۴

دو ہمشیرہ	دختر	والدہ	زوجہ
۵	۱۲	۴	۳

یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس حمل کے لئے حصہ امانت رکھا جاتا ہے وہ میت کی زوجہ ہی کا حمل ہو بلکہ جس موقع میں حمل میت کا وارث قرار پا سکتا ہے وہاں حصہ امانت رکھا جائے گا خواہ وہ حاملہ عورت میت کی وارث ہو یا نہ ہو اور خواہ میت کی زوجہ ہو یا کوئی دوسری رشتہ دار ہو دوسری اور تیسری مثال سے یہ بات خوب نظر آ جائے گی۔

مثال ۲۔

عزیز خان نے اپنے بیٹے مجید خان سے دو مہینے پیچھے انتقال کیا اور اپنی زوجہ اور والد وارث چھوڑے اور بیٹے کی زوجہ بھی موجود تھی جو حاملہ تھی۔ اس وقت ترکہ تقسیم کرنے میں ولادت کا انتظار نہ کیا اور حمل کو لڑکا قرار دے کر مال کو اس طرح تقسیم کر دیا۔

مسئلہ ۲۴۔

بیٹے کی زوجہ	حمل پوتا	باپ	زوجہ
م	۱۷	۴	۳

لیکن اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی جو صرف نصف مال کی مستحق ہے لہذا اس کو بارہ سہام دے کر باقی پانچ سہام بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کے حصے میں بڑھا دیئے۔

مسئلہ ۲۴۔

بیٹے کی زوجہ	باپ	پوتی تولد شدہ	زوجہ
م	۵	۱۲	۳

مثال ۳۔

حسن علی کے انتقال کے وقت اس کی والدہ کو حمل تھا لہذا اس طرح تقسیم کیا گیا۔

ا۔ یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ تقسیم کرنے والے سات عددوں میں اٹھارہ کا عدد نہیں پھر اس سے کیوں تقسیم کیا گیا اس لئے کہ یہاں فی الحقیقت چھ عدد سے تقسیم کیا گیا ہے لیکن بقاعدہ تصحیح اٹھارہ بنا لیا ہے ۲۱

مسئلہ ۱۸۔ (۱)

بھتیجا	ہمشیرہ تولد شدہ	ہمشیرہ	والدہ
م	۲	۶	۳

لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو بجائے دس کے اس کو چھ سہام پہنچ کر اس طرح تغیر ہوا۔

مسئلہ ۱۸

بھتیجا	ہمشیرہ تولد شدہ	ہمشیرہ	والدہ
۳	۶	۶	۳

یعنی ہمشیرہ کا حصہ بڑھ گیا اور بھتیجا محروم نہ رہا (کیونکہ بھائی جو اس سے مقدم عصبہ تھا پیدا نہ ہوا بلکہ بہن پیدا ہوئی)۔

حمل کے لئے جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ اس کو اسی صورت میں پہنچتا ہے جبکہ وہ زندہ پیدا ہو جائے اگر پیٹ ہی میں مر گیا تو وہ اس مال کا مالک نہ ہوگا اور اس کو بالکل بے اعتبار اور کالعدم سمجھ کر باقی وارثوں پر سب مال لوٹا دیں گے جو میت کی وفات کے وقت موجود تھے۔ مثلاً ایک شخص کی زوجہ حاملہ تھی تو اس کا مال اس طرح تقسیم کیا

مسئلہ ۲۴۔

بھائی	حمل	والدہ	زوجہ
م	۱۷	۴	۳

لیکن لڑکا مردہ پیدا ہوا تو اس کا وجود وعدم برابر سمجھ کر زوجہ کو چہارم اور والدہ کو ایک ثلث دیا اور بھائی عصبہ مستحق میراث ہو گیا۔

مسئلہ ۲۴۔ (۱)

برادر	والدہ	زوجہ
۱۰	۸	۶

علی ہذا القیاس اگر کسی حمل کے لئے حصہ امانت رکھا گیا اور تولد ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ وارث ہی نہیں ہو سکتا تو بھی اس کو کالعدم اور لا اعتبار سمجھ کر دیگر وارثان پر (جو میت کی وفات کے وقت

۱۔ یہاں بارہ سے تقسیم ہو سکتا ہے لیکن ہم نے فرق ظاہر کرنے کے لئے چوبیس رہنے دیا ۲۱۔

موجود مستحق تھے) کل مال تقسیم کردیا جائے گا۔ مثلاً عزیز الحق نے اپنی والدہ اور دو بیٹیاں وارث چھوڑی اور بھائی سعید الحق مرحوم کی زوجہ کو حمل بھی ہے ہم نے اس حمل کو حسب قاعدہ مذکر سمجھ کر وارث قرار دیا اور اس کے لئے بدیں صورت مرد کا حصہ امانت رکھا۔

والدہ	دو دختر	حمل بھتیجا
۱	۴	۱

تقدیر ایزدی سے لڑکی پیدا ہوئی جو یہاں مستحق میراث نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ لڑکی عزیز الحق مورث کی بھتیجی ہے اور ذوی الارحام میں داخل ہے اور جب تک ذوی الفروض میں سے ایک بھی موجود ہوتا ہے ذوی الارحام مستحق نہیں ہوسکتے۔ لہذا یہاں حمل اپنے حصے سے بالکل محروم رہا اور کل مال بقاعدہ ردمیت کی دختران اور والدہ پر اس طرح تقسیم کردیا۔

۶	لف ۵	دختر	دختر
	والدہ	۲	۲

چونکہ حمل کے لئے صرف ایک لڑکے کا حصہ امانت رکھا جاتا ہے لہذا اگر اتفاق سے اس حمل میں دو تین بچے پیدا ہوجائیں تو چاہیے کہ پہلی تقسیم کو منسوخ کرکے از سر نو تقسیم کریں اور حسب قاعدہ جو کچھ بچوں کا حصہ نکلتا ہو وہ مقرر کریں۔

ف۔ جو حمل پورا زندہ پیدا ہونے کے بعد مر گیا یا نصف بدن باہر نکل آنے کے بعد مر گیا وہ اپنے حصے کا مالک ہوجائے گا لیکن چونکہ مالک ہوکر فوراً مر گیا ہے اس لئے اس کا حصہ ان لوگوں پر منتقل ہوجائے گا جو اس بچے کے وارث اور شرعاً مستحق میراث ہوں لیکن اب یہ مال اسی بچے کا ترکہ سمجھا جائے گا اور انہیں وارثوں کو ملے گا جو اس کے مرنے کے وقت موجود مستحق ہوں لہذا اس حصے کو تقسیم کرنے کے وقت پہلے میت یعنی اول مورث کے انتقال کے وقت کا اعتبار نہ ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص اول میت کی وفات کے وقت زندہ تھا لیکن اس بچے کے مرنے سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا تو وہ اس بچے کے مال میں سے مستحق میراث نہ ہوگا۔

شرط۔ اگر حمل خود میت کا ہے یعنی اس کی زوجہ یا لونڈی حاملہ ہے تو اس کے وارث ہوئے اور حصہ پانے کے لئے یہ شرط ہے کہ میت کی وفات کے بعد دو برس کے اندر پیدا ہوجائے اگر وفات سے دو سال کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس میت کا حمل نہ سمجھا (۱) جائے گا اور اس کے مال کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ حمل کسی دوسرے شخص کا ہے مثلاً میت کی والدہ حاملہ ہے یا اس کے بیٹے کی زوجہ کو حمل

ہے۔
(جیسا کہ گزشتہ مثالوں میں گزر چکا ہے) تو وہاں اس حمل کے مستحق میراث ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس میت کی وفات کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو جائے۔ اگر اس کے انتقال سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہے تو یہ حمل اپنے امانت شدہ حصہ سے محروم (۲) رہے گا اور وہ حصہ حسب دستور سابق وارثوں پر لوٹا دیا جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص نکاح کرنے کے بعد اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا اور نکاح کو چھ مہینے نہیں گزرے تھے کہ بچہ پیدا ہو گیا تو بچہ مستحق میراث نہ ہو گا اور اگر اس کے لئے حصہ رکھا گیا ہو گا تو وہ باقی وارثوں پر لوٹا دیا (۳) جائے گا (علی ہذا القیاس اگر شوہر زندہ رہا اور نکاح کے بعد چھ ماہ گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس شوہر کا نہ سمجھا جائے گا اور اس کی میراث وغیرہ سے کبھی حصہ نہ پائے گا)

مفقود یعنی گم گشتہ کا بیان

جو شخص لاپتہ اور گم ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا اس کو مفقود کہتے ہیں وہ جو کچھ مال چھوڑ جائے اس کو تقسیم نہ کیا جائے اور نہ اس میں سے قرض ادا کئے جائیں بلکہ امانت رکھا جائے اور اس شخص کے آنے کا انتظار کریں۔ اگر آ جائے تو اپنے مال پر قابض ہو جائے گا ورنہ جب حساب کی رو سے اس کی عمر نوے برس کی ہو جائے (یعنی جس تاریخ سے پیدا ہوا تھا اس دن سے شمار کر کے نوے برس گزر جائیں) اس وقت شرعاً اس کی موت کا حکم لگا دیں گے اور جو وارث اس وقت زندہ موجود ہیں وہ حصہ دار اور مستحق ہوں گے اور جو اس وقت سے پہلے مر گئے وہ محروم رہے کیونکہ شرعاً گویا آج اس کی موت واقع ہوئی ہے (گو فی الحقیقت وہ اس وقت سے دس بیس

۱۔ کیونکہ حمل پیٹ میں دو سال تک ٹھہر سکتا ہے زیادہ نہیں۔ پس جب دو سال گزرنے کے بعد بچہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ میت کے انتقال کے بعد کسی سے حاملہ ہوئی ہے۔

۲۔ جب دوسروں کا حمل ہو تو شریعت نے حمل کی کمتر مدت کا اعتبار کیا ہے جو چھ مہینے ہے اگر چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس کی میراث نہ پائے گا مگر اس کا پوتا یا بھائی بھتیجا وغیرہ پھر بھی کہلائے گا۔

۳۔ کیونکہ کم سے کم مدت حمل کی چھ مہینے ہے جب نکاح کو چھ ماہ بھی نہیں گزرے اور بچہ پیدا ہو گیا تو معلوم ہو گیا کہ نکاح سے پہلا حمل تھا اس شوہر کا حمل نہیں ہے۔

Marfat.com

برس پہلے مر گیا ہو یا اب بھی زندہ ہو لیکن چونکہ کسی کو معلوم نہیں لہذا جس روز نوے سال کی عمر ہو گئی شریعت نے اس کے انتقال کا حکم دے دیا) یہ تو خود اس کے مال کا حال تھا اب اس کے مستحق میراث ہونے کا حال سنیئے۔

اگر گم ہونے کے بعد ایسے شخص کا انتقال ہو جس کے مال سے اس گم شدہ کو حصہ مل سکتا ہے تو جس قدر اس گم شدہ کا حق ہو وہ امانت رکھا جائے اور اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے اگر آ جائے تو بہتر ہے اپنا حصہ پائے گا اور اگر واپس نہ آیا اور کچھ پتہ نہ لگا تو جس روز اس کی عمر کے نوے سال گزر جائیں (اور حسب قاعدہ سابق اس کی موت کا حکم دیا جائے اسی روز وہ حصہ واپس کر دیا جائے جو اس کے لئے مورث کے مال میں سے امانت رکھا تھا اور جس میت کے مال میں سے یہ حصہ امانت رکھا گیا تھا اسی کے وارثوں کو دیا جائے لیکن اس وقت کے موجودہ وارثوں کا اعتبار نہیں بلکہ ان وارثوں پر لوٹایا جائے جو اس وقت موجود تھے جبکہ مورث کا انتقال ہوا تھا اور گم شدہ کے لئے حصہ امانت رکھا گیا تھا مفقود کے احکام کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال لکھی جاتی ہے۔

مثال۔ عبدالرحیم پچیس سال کی عمر میں ۱۴ رجب ۱۲۶۱ ہجری کو گھر سے یہ کہہ کر نکلا کہ کلکتہ جاتا ہوں لیکن پھر ایسا لا پتہ اور مفقود ہوا کہ کچھ خبر ہی نہ ملی کہ کہاں گیا مر گیا یا زندہ ہے۔ اس کی زوجہ دس برس سے زیادہ صدمہ فراق اور رنج و مصیبت اٹھا کر بہت سا مال چھوڑ کر ۴ محرم ۱۲۷۲ ہجری کو دنیا سے رخصت ہو گئی اپنا باپ اور دو بیٹا بیٹی وارث چھوڑے اس وقت اس مسماۃ کا ترکہ اس طرح تقسیم کر دیا گیا۔

۱۲

شوہر مفقود	نانی	بیٹی	والد
امانت رکھا	۱	۶	۲

عبدالرحیم شوہر کا حصہ امانت رکھا گیا پینسٹھ برس گزر گئے مگر عبدالرحیم ایسی گھڑی نکلا تھا کہ پھر واپس ہی نہ آیا اس عرصہ میں عبدالرحیم کی نانی اور چچا اور اس کی زوجہ کا باپ اور نانی سب دار فانی سے انتقال کر گئے پچیس برس کی عمر میں گھر سے نکلا تھا اور ۱۳ رجب ۱۳۲۶ھ تک پینسٹھ سال انتظار میں گزرے اب حساب کے اس کی عمر چونکہ نوے سال کی ہو گئی لہذا ۱۴ رجب ۱۳۲۶ھ کو شرعاً سمجھا جائے گا کہ آج اس کا انتقال ہوا ہے اور اس کے لئے جو حصہ زوجہ کے ترکہ میں سے امانت رکھا تھا

Marfat.com

وہ آج اس کی زوجہ کے ان وارثوں پر لوٹا دیں گے جو ۴محرم ۱۲۷۲ھ کو اس کی زوجہ کے انتقال کے وقت موجود تھے (خواہ آج ۱۴رجب ۱۳۲۶ھ کو زندہ ہوں[1] یا نہ ہوں) اور یوں سمجھیں گے کہ حصہ لینے کے لئے گویا عبدالرحیم اس وقت زندہ ہی نہ تھا جب اس کی زوجہ کا انتقال ہوا۔

پس اس کے لئے جو تین سہام امانت رکھے گئے تھے ان کو انہیں وارثوں پر تقسیم کر دیں گے جنہوں نے ۴محرم ۱۲۷۲ھ کو عبدالرحیم کی زوجہ کے مال میں سے حصے لئے تھے (یعنی اس حصہ امانت کو نو سہام کر کے دو سہام عبدالرحیم کی زوجہ کے باپ کو چھ بیٹی کو ایک نانی کو دے دیں) اور خود عبدالرحیم کا مال جو رکھا تھا وہ اب نوے برس کی عمر ہونے پر موت کا حکم لگنے کے بعد عبدالرحیم کے ان وارثوں پر تقسیم ہوگا۔ جو بالفعل آج ۱۴رجب ۱۳۲۶ہجری کو موجود ہیں۔ عبدالرحیم کی زوجہ اور نانی اور چچا وغیرہ جو اس عرصہ میں انتقال کر گئے وہ سب اس کی میراث سے محروم رہیں گے کیونکہ شرعاً گویا آج ۱۴رجب کو عبدالرحیم کا انتقال ہوا ہے (فی الواقع خواہ اس سے پہلے مر گیا ہو یا اس کے بعد مر جائے چونکہ معلوم نہیں اس لئے شریعت نے نوے برس کے بعد موت کا حکم دے دیا۔)

اس مثال سے اور پہلے بیان سے دو باتیں آپ سمجھ گئے ہوں گے اول یہ کہ جو شخص مفقود الخبر ہو کر نوے برس کی عمر تک نہ آئے جب تک نوے سال کی عمر نہ ہو اس کا مملوکہ مال امانت رکھا جائے جب نوے سال پورے ہو جائیں یعنی پیدائش کے دن سے حساب کر کے جب نوے برس ہو جائیں اس وقت اس کا مال تقسیم ہوگا اور اس وقت کے موجودہ وارثوں کو دیا جائے گا اس سے پہلے جو رشتہ دار مر گئے وہ اس کے مال سے حصہ نہ پائیں گے۔ دوم یہ کہ جو شخص نوے برس کی عمر تک واپس نہ آئے اس کی غیر حاضری کے دنوں میں جن لوگوں کا انتقال ہوا ہے کسی کے مال میں سے اس گم شدہ کو حصہ نہیں ملے گا لیکن احتیاطاً اس کے لئے امانت رکھ لیتے ہیں کہ شاید نوے برس کی عمر سے پہلے واپس آ جائے یا کچھ حال معلوم ہو جائے اور مستحق حصہ ہو جائے۔ کیونکہ محروم جب ہوتا ہے کہ اس عمر تک کچھ پتہ ہی نہ لگے۔

ا۔ جو لوگ زندہ ہوں گے وہ خود اس مال کو لیں گے اور جو مر گئے ہوں ان کے پس ماندوں اور مستحق وارثوں کو دیدیا جائے ۱۲۔

Marfat.com

مسئلہ (۱) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مفقود کے انتظار کی حد نوے (۲) برس ہے یعنی جب تک اس کی عمر نوے برس کی نہ ہو جائے اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے گا اور اس کے مال کو تقسیم نہ کیا جائے گا اور نہ اسکی زوجہ کے لئے نکاح ثانی جائز ہو گا۔ میراث کے تقسیم نہ ہونے سے کوئی حرج و تکلیف اور بڑی دقت پیش نہیں آتی۔ لیکن زوجہ کو اس قدر طویل عرصہ تک انتظار کرنا بعض دفعہ بوجہ مفلسی اور ناداری کے مشکل ہوتا ہے اور کبھی بوجہ نو عمر و جوان ہونے منکوحہ کے اندیشہ فساد عظیم اور بے عزتی کا ہوتا ہے اس لئے بہت سے محققین علمائے حنفیہ نے خاص (۳) نکاح کے جائز ہونے میں امام مالک (۴) رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دے دیا ہے کہ جس روز سے مفقود الخبر اور لاپتہ ہوا ہے اس تاریخ سے چار سال چار ماہ دس روز کے بعد زوجہ کو نکاح ثانی جائز ہے گویا چار سال کے انتظار کے بعد گم شدہ کی موت کا حکم دیا گیا اور پھر چار ماہ دس روز عدت گزارنے کے بعد نکاح ثانی جائز ہو گیا۔ یہ مسئلہ شامی جلد سوم کتاب المفقود میں اور دیگر کتب (۴) فقہ میں موجود ہے ضرورت میں اس پر عمل کر لینا چاہیے۔ لیکن چونکہ فقہاء نے اس میں قضائے قاضی کی شرط لگائی ہے یعنی جب تک حاکم حکم نہ دے دے اس وقت تک اس کو میت سمجھ کر نکاح جائز نہ ہو گا علاوہ ازیں بعض مرتبہ شوہر زندہ واپس آ جاتے ہیں اور جھگڑا کر کے نوبت بعدالت پہنچاتے ہیں اس لئے یہ ضرور ہے کہ اپنے نواح کے علماء سے فتوی لے کر اس کو عدالت میں پیش کر کے نکاح کی اجازت لے لیں لیکن یہ درخواست ایسے منصف اور جج وغیرہ حاکم کے اجلاس میں پیش کریں جو مسلمان ہو اس کا فیصلہ بمنزلہ شرعی قاضی کے سمجھا جائے گا اور شرعاً و قانوناً ہر طرح نکاح جائز (۵) ہو جائے گا اور دنیا و آخرت کے مواخذہ کا خوف اور اندیشہ فساد نہ رہے گا واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ یہ مسئلہ احقر نے علمائے محققین سے خوب دریافت کر کے لکھا ہے اور تمام ضروری امور کی تفصیل انہیں کی فرمائش سے کی گئی ہے ۱۲۔

۲۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک سو پانچ سال ایک سو دس سال ایک سو بیس سال وغیرہ لیکن فتوی ۹۰ سال پر ہے ۱۲۔ ۳۔ میراث کی نسبت نوے سال کا انتظار امام مالک و ابو حنیفہ رحمہما اللہ دونوں ضروری فرماتے ہیں ۱۲۔

۴۔ امام شافعیؒ صاحب کا بھی قول قدیم یہی ہے اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے ان صورتوں میں کہ غالب گمان مر جانے کا ہو ۱۲۔

۵۔ اردو خوان ناظرین مولانا عبدالحیؒ صاحب کے فتاوی میں دیکھ لیں ۱۲۔

Marfat.com

مفقود کے بعد مرتد کا حال لکھنے کا دستور ہے۔ لیکن آج کل اس کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے کہ اگر شاذ و نادر کوئی بد بخت مرتد ہوتا ہے تو وہ اپنا مال مسلمان وارثوں کے اختیار میں نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ اس میں مسائل شرعیہ جاری کریں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسی صورت پیش بھی آئے اس کا حکم بقدر ضرورت ہم نے شروع کتاب میں میراث سے محروم کرنے والی چیزوں کے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔

مسائل متفرقہ متعلقہ فرائض

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے زندگی میں اپنے کسی وارث کو بقدر اس کے حصے کے اپنا مال و جائیداد دے کر اس کو مالک بنا دیا اور پورا قبضہ کرا دیا تو اصل مالک کے انتقال کے بعد باقی ماندہ مال میں بھی یہ شخص دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک رہے گا اور اپنا پورا حصہ اب پھر لے گا۔ زندگی میں جو کچھ مورث نے اس کو دے دیا ہے وہ اب اس کے حصے میں محسوب نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ جب زوجہ مر جائے تو اس کا مہر جو شوہر کے ذمہ واجب ہے وہ بھی اسی طرح تقسیم ہوگا جیسے دوسرا مال و اسباب تقسیم ہوتا ہے یعنی اگر زوجہ کے اولاد نہیں تو نصف مہر بطریق میراث شوہر کو پہنچ جائے گا اور نصف مہر کے حقدار و مستحق زوجہ کے دوسرے شرعی وارث ہوں گے ان کو اختیار ہے کہ اپنا حق شوہر سے وصول کریں یا معاف کر دیں اور اگر مرنے والی کی اولاد ہو تو ایک چوتھائی مہر شوہر کو مل جائے گا باقی زوجہ کی اولاد وغیرہ ورثہ کا حق ہوگا وہ وصول کریں یا معاف کر دیں لیکن اگر معاف کرنے والا نابالغ ہوگا تو معاف نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ کسی خارجی وجہ سے استحقاق زیادہ ترکہ نہیں ہوسکتا مثلاً کسی کے دو بھتیجے ہیں ان میں سے ایک داماد بھی ہے تو دونوں کو برابر حصہ ملے گا دامادی کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملے گا (کیونکہ دامادی کے علاقہ سے میراث نہیں مل سکتی۔) البتہ اگر دو رشتوں سے مستحق میراث کا ہے تو ہر دو وجہ سے علیحدہ علیحدہ مستقل حصہ میراث کا پائے گا۔ مثلاً سعیدہ کا انتقال ہوا اس نے دو بھائی چچا زاد چھوڑے حلیم اور نعیم اور حلیم سعیدہ کا شوہر بھی ہے تو نصف میراث شوہر ہونے کی وجہ سے حلیم کو مل جائے گی اور باقی مال چچا زاد بھائی ہونے کے علاقہ سے نعیم و حلیم کو برابر (1) پہنچے گا۔ اسی طرح ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے پانچ بہنیں خالہ زاد چھوڑیں اور کوئی وارث نہیں تھا ان پانچ میں سے

ا۔ یعنی پہلے مال کا مالک یہی رہے گا اور میراث بھی ملے گی۔

Marfat.com

ایک اس مرنے والے کی زوجہ بھی ہے تو کل ترکہ میں سے ایک ربع اس کی زوجہ کو علاقہ زوجیت سے میراث ملے گا اور باقی ماندہ مال پانچ حصے ہو کر ایک ایک حصہ سب بہنوں کو مل جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے کوئی کسبی وغیرہ یا اپنی قوم کے خلاف کوئی کم ذات عورت اپنے گھر میں

مسئلہ ۱۔

شوہر ہونے کی وجہ سے	چچازاد۔	چچازا
حلیم	نعیم	حلیم
۲	۱	۱

مسئلہ ۲۰۔

زوجہ	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
سلیمہ	سعیدہ	حلیمہ	رقیہ	سلیمہ	نعیمہ
۵	۳	۳	۳	۳	۳

ڈال لی اور نکاح بھی کر لیا تو وہ بالکل اسی طرح حصہ اور میراث کی مستحق ہو گی جیسے اصلی اور بیاہتا بیوی مستحق ہوتی ہے اگر تنہا ہو گی تو پورا حصہ زوجہ کا لے گی اور اگر اس کے علاوہ بھی کوئی زوجہ موجود ہو گی تو اس کے ساتھ شریک ہو گی۔ لیکن اگر نکاح نہیں ہوا تھا صرف گھر میں رہنے اور تعلقات زوجہ وشوہر جاری ہونے سے خاندان و برادری وغیرہ میں زوجہ سمجھی جاتی تھی تو ہرگز میراث کی مستحق نہ ہو گی بلکہ اس کی اولاد بھی میراث سے محروم رہے گی اور ولد الزنا سمجھی جائے گی خواہ یہ عورت کوئی ادنیٰ درجہ کی کم ذات کسبی وغیرہ ہو یا شوہر کی کفو اور ہم قوم و ہمسر ہو۔

مسئلہ۔ اگر شوہر وزوجہ کو ہمبستر ہونے کی نوبت نہ آئی ہو مثلاً دونوں صغیر سن ہوں یا ایک صغیر سن ہو یا اب تک بیوی رخصت نہ ہوئی ہو اور ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تب بھی میراث جاری ہو گی۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص قریب المرگ ہونے کی حالت میں مسلمان ہو گیا تو اس کے تمام مال اور تمام عمر کی کمائی کے مستحق مسلمان وارث ہوں گے کیونکہ اعتبار آخری وقت اور خاتمہ کا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَالسَّعَادَۃِ وَاجْعَلْ اٰخِرَ قَوْلِنَا قَوْلَ الشَّھَادَۃِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

مناسخہ کا بیان

بعض دفعہ میراث تقسیم ہونے میں کسی وجہ سے یا وارثوں کی غفلت سے اتنی تاخیر ہو جاتی ہے کہ میت کے ان وارثوں میں سے جو بقاعدہ شرعیہ کسی حصہ کے مستحق ہو چکے تھے کوئی شخص مر جاتا ہے اور یہ حصہ اور مقدار مال کی جو شریعت نے اس کے لئے مقرر کی تھی اس دوسرے میت کے انتقال بعد اس کے وارثوں کو شرعاً پہنچتی ہے (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسی طرح دو دو چار چار وارث انتقال کرتے چلے جاتے ہیں اور تقسیم کی نوبت نہیں آتی)

ایسی صورتوں میں مسئلہ بتلانے والے اور فرائض لکھنے والے کے لئے تو آسان یہ ہے کہ ہر ایک میت کا مسئلہ علیحدہ علیحدہ لکھ کر دے دے اور جتنے لوگ گزر گئے ہیں ہر ایک کے مال میں سے ان کا حصہ بتلا دے لیکن وارثوں اور مال تقسیم کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی دشواری ہوتی ہے وہ اس کے سمجھنے سے بھی عاجز ہوتے ہیں اور مال کو ہر مسئلہ کے مطابق بار بار تقسیم کرنا تو بالکل ہی دشوار اور محال نظر آتا ہے لہذا ان کی سہولت اور خیر طلبی کے لئے عالموں نے مناسخہ کی صورت تجویز کی ہے جس میں نمبر دار ہر ایک میت کو لکھ کر اور پھر اس کے وارثوں کی تفصیل اور حصوں کی مقدار تحریر کر کے قواعد حساب کو ملحوظ رکھ کر آخری نتیجہ ایسا بتلا دیا جاتا ہے جس میں موجودہ اور زندہ وارثوں کا مجموعی استحقاق اور وہ کل حصے اور سہام جو ان کو ایک یا چند مرنے والے مورثوں سے پہنچے ہیں یکجائی طور پر صاف صاف معلوم ہو جاتے ہیں اس طرز میں فرائض اور مسئلہ لکھنے والے کو بہت دشواری ہوتی ہے اور حساب کے قواعد اور اعداد کی باہمی نسبتوں کا سمجھنا اور ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔
(اور اس فرائض کے سلسلہ میں مرنے والوں کی تعداد جس قدر زیادہ ہوتی ہے اسی قدر محنت لکھنے والے کی بڑھتی جاتی ہے)

انہیں وجوہ سے اول مرتبہ احقر نے اپنی اس تالیف میں مناسخہ کا حال لکھا ہی نہیں تھا اسی دشواری کا عذر لکھ کر چھوڑ دیا تھا کیونکہ یہ رسالہ کم استعداد اور عام لوگوں کے لحاظ پر لکھا گیا ہے۔
لیکن میرے خیر خواہ دوستوں نے کہا کہ کتاب بہمہ وجوہ مکمل ہونی چاہئے کسی نہ کسی کو نفع ضرور ہوگا عام لوگ نہیں سمجھیں گے تو طالب علم استفادہ کریں گے۔ لہذا بیس سال کے بعد جب تیسری مرتبہ طبع ہونے کی نوبت آئی تو احقر نے کتاب میں یہ بیان بڑھا دیا ہے۔
اور مناسخہ سمجھنے کے لئے چونکہ نہایت شدید ضرورت اعداد کی نسبتوں کی ہوتی ہے لہذا پہلے وہی لکھی

جاتی ہیں۔

اعداد کی نسبتوں کا حال

دو چیزوں کی تعداد اگر برابر اور یکساں ہو تو کہتے ہیں کہ ان دو عددوں میں **تماثل** کی نسبت ہے مثلاً حصے بھی چار ہیں اور آدمی بھی چار ہیں تو کہا جائے گا کہ ان دو عددوں میں نسبت تماثل کی ہے۔ اسی طرح اگر روپے بھی بارہ ہیں اور مستحق بھی بارہ ہیں۔ گھوڑے بھی نو ہیں اور سوار بھی نو ہیں تو ان عددوں میں باہم تماثل کی نسبت کہلائے گی۔

اور اگر تعداد بڑی اور چھوٹی ہو ایسی طرح پر کہ چھوٹا عدد بڑے کا جز ہو اور اس میں داخل ہو تو ان عددوں کی نسبت کو **تداخل** کہیں گے مثلاً آٹھ گھوڑے ہیں اور گاڑیاں چار ہیں تو چار میں اور آٹھ میں نسبت تداخل کی ہوئی کیونکہ چار بھی آٹھ کے اندر داخل رہنے والا جزو ہے۔

اسی طرح دس روپے اور پانچ آدمیوں کو سمجھ لو کیونکہ پانچ کو دو میں ضرب دینے سے دس ہوتے ہیں تو پانچ کا عدد دس کے اندر دو مرتبہ داخل ہے اور دس کا نصف جزو یعنی آدھا حصہ اور ٹکڑا ہے یہی نسبت چار اور آٹھ میں تھی کہ آٹھ میں سے دو دفعہ چار چار نکالنے سے آٹھ ختم ہو جاتا ہے اور پانچ پانچ نکالنے سے دس بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اور اگر دو عددوں میں ایسا تعلق ہو کہ بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کے پورے پورے حصے[1] تو نہیں نکلتے (یعنی چھوٹے عدد کو بار بار مکرر کرنے یا ضرب دینے سے بڑا عدد نہیں بن جاتا بلکہ کبھی کمی کبھی زیادتی غرض کچھ کسر رہتی ہے۔ لیکن کوئی تیسرا عدد مشترک ایسا ہے کہ جو ان دونوں (چھوٹے بڑے) عددوں کا پورا جز ہے اور اس تیسرے عدد کو مکرر سہ کرر کرنے سے چھوٹا عدد بھی بن جاتا ہے اور بڑا عدد بھی (مگر چھوٹا عدد جلد بن جاتا ہے بڑا کئی دفعہ مکرر کرنے سے بنتا ہے) ایسے دو عددوں میں جو نسبت ہوتی ہے اس کو توافق کہتے ہیں اور دونوں عددوں کو متوافقین بولتے ہیں اور تیسرے عدد کو (جس کے بار بار دہرانے سے بڑے چھوٹے عدد بن جاتے ہیں) جز وفق کہا جاتا ہے یہ نسبت چونکہ یہ نسبت باقی تین نسبتوں کی مشکل سے ذہن میں آتی ہے لہذا اس کی مثال میں جو تفصیل کی جاتی ہے اس پر غور کر کے سمجھو۔

ا۔ اور تداخل میں پورے حصے نکلتے تھے اور چھوٹے کو بار بار بڑھانے سے بڑا عدد پورا بن جاتا تھا اور اس میں سے کئی دفعہ چھوٹا عدد کم کر دینے سے وہ بڑا بالکل ختم ہو جاتا تھا ۱۲۔

پہلی مثال۔ چار اور چھ دو ایسے عدد ہیں جن میں تداخل نہیں کہہ سکتے کیونکہ چار کو مکرر کرنے سے چھ نہیں بنتے آٹھ بن جاتے ہیں اور اگر چھ میں سے چار چار دو دفعہ گرانا چاہیں تو دو کی کمی اور کسر رہ جاتی ہے پورا حساب کبھی نہیں بیٹھتا۔ مگر ہاں ایک تیسرا عدد مشترک چار میں اور چھ میں ایسا ہے جس کو بار بار اضافہ کرنے سے دونوں عدد بن بھی جاتے ہیں اور اسی عدد کو کئی مرتبہ گھٹانے اور گرانے سے دونوں عدد بالکل ختم اور فنا ہو جاتے ہیں اسی تیسرے عدد کو جز وفق کہتے ہیں وہ اس مثال میں دو کا عدد ہے۔ دیکھئے اگر کسی کو دو مرتبہ دو دو روپے دیئے جائیں تو اس کے پاس چار روپے ہو جائیں گے اور اگر پھر تیسری دفعہ بھی دو روپے دے دو تو چھ بھی ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر دو دو روپے روز خرچ کرے تو دو دن میں چار ختم ہو جائیں گے اور چھ تین روز میں ختم ہو جائیں گے۔ غرض عدد ۲ ایسا ہے کہ خاتمہ بھی اس سے بلا کسر ہو جاتا ہے اور تکمیل بھی پوری ہو جاتی ہے۔

اس مثال میں عدد بہت ہی چھوٹے تھے ذرا اور بڑھنا چاہو تو چھ اور چودہ کو دیکھ لو۔ ان میں بھی بالکل یہی حال ہے عدد ۲ کے سوا کوئی ایسا جز مشترک نہیں جو تکمیل اور خاتمہ بھی بلا کسر پوری طرح کر دے اور کچھ آگے چلنا چاہو تو بارہ اور چونتیس (۳۴) میں توافق کی سب علامتیں ملاحظہ اور امتحان کر لو۔ یہاں بھی دو ہی عدد سے کار براری ہو سکتی ہے اور کوئی عدد ایسا نہیں جو پورا خاتمہ اور بلا کسر تکمیل کر سکے۔

تنبیہ: ہماری طویل تفصیل اور متعدد مثالوں میں بار بار دو عدد کا ذکر آنے سے آپ یہ خیال نہ فرما لیں کہ بس یہی ایک عدد جز وفق ہوا کرتا ہے اور ہمیشہ توافق کی نسبت میں اسی عدد سے فیصلہ اور تکمیل و خاتمہ ہوتا ہے۔ نہیں یہ تو مثالیں تھی جس طرح دو عدد جز وفق بن کر کار برآری اور فیصلہ کرتا ہے اسی طرح دوسرے اعداد یعنی تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ وغیرہ بھی دیگر موافق اور مثالوں میں عدد وفق اور جز مشترک ہوا کرتے ہیں اور وہی کام دیتے ہیں جو یہاں دو نے دیا ہے دیکھئے نو اور پندرہ دو ایسے عدد ہیں جن پر تداخل کی تعریف مذکور صادق نہیں آ سکتی مگر توافق کی نسبت موجود ہے اور عدد ۳ بار بار بڑھانے سے نو اور پندرہ حاصل بھی ہو سکتے ہیں اور بار بار تین کم کرنے سے دونوں عدد پوری طرح ختم اور فنا بھی ہو جائیں گے۔

اور پھر غور کیجئے کہ بارہ میں اور بیس میں تداخل نہیں بن سکتا۔ لیکن ایک تیسرا عدد مشترک جو دونوں عددوں کی تکمیل بھی اور خاتمہ اور فیصلہ بھی کر سکتا ہے عدد چار موجود ہے اور پندرہ اور پینتیس میں

Marfat.com

تداخل نہیں لیکن پانچ کا عدد یہاں ایسا ہے جس کو دوبار بڑھانے سے پندرہ بن جاتا ہے اور چھ مرتبہ اضافہ کرنے سے پینتیس کا عدد حاصل ہو جاتا ہے بارہ اور تیس میں غور کرنے سے تداخل کی نسبت صحیح نہیں ہوسکتی لیکن ایک تیسرا عدد بہ تفصیل گزشتہ کار برآری اور فیصلہ کرنے والا یعنی چھ کا عدد موجود ہے ان دو عددوں میں اس کو مابہ الفوق اور جزو فق اور عدد مشترک کہیں گے اس کے بعد چودہ اور انچاس میں سات کا عدد اور سولہ اور چھپن میں آٹھ کا عدد اور ستائیس و تریسٹھ میں نو کا عدد اور بیس اور پچاس میں کامل دس کا عدد کار برآری اور تکمیل و خاتمہ اور فیصلہ کرتے ہیں اور ان سے آگے چل کر گیارہ اور بارہ وغیرہ بھی بعض عددوں میں جز مشترک اور کار برآری کرنے والے ہوتے ہیں مگر وہاں حساب بہت مشکل ہو جاتا ہے اور عام طور سے اس کی ضرورت بھی نہیں پڑتی اس لئے اس کا بیان چھوڑ دیا گیا ہے۔

تنبیہ۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عدد ۲' ۳' ۴' ۵' ۶' ۷' ۸' ۹ کے لئے جو مثالیں لکھی گئی ہیں وہ صرف انہیں مواقع اور مثالوں میں فیصلہ کرتے ہیں اور صرف ان ہی اعداد میں جز مشترک بن کر کار برآری کرتے ہیں جن کا نام لیا گیا ہے اور ذکر کیا گیا ہے ایسا نہیں بلکہ یہ اعداد تو صدہا مواقع میں اور ہزاروں مثالوں میں مختصر اعداد اور بہت بڑے بڑے اعداد میں جز مشترک بنتے ہیں۔ اور خاتمہ اور تکمیل کر کے فیصلہ کرتے ہیں ہم نے سمجھانے کیلئے چھوٹے اعداد کی مثالیں پیش کر دی ہیں۔

قاعدہ۔

جب دو اعداد میں نسبت توافق کی ہو اور جز مشترک فیصلہ کرنے والا عدد دو ہو تو وہاں توافق بالنصف کہلاتا ہے اور جس جگہ عدد تین فیصلہ کرتا ہے وہاں توافق بالثلث کہتے ہیں اور جب کار برآری چار سے ہوتی ہے تو توافق بالربع کہتے ہیں۔ پھر پانچ کے عدد سے کام نکلے تو توافق بالخمس بولا جاتا ہے اور چھ میں توافق بالسدس اور سات میں توافق بالسبع اور آٹھ میں توافق بالثمن اور نو کے عدد میں توافق بالتسع اور دس میں توافق بالعشر کہا جائے گا۔ یہ قاعدہ آپ کے لئے مناسخہ کے اعداد کے ضرب میں کار آمد ہوگا۔

توافق کا بیان مشکل ہونے کی وجہ سے طویل ہو کر ختم ہوا اور یہاں تک عددوں کی باہمی تین نسبتیں

Marfat.com

بیان ہوگئی اب صرف ایک چوتھی قسم باقی ہے وہ یہ ہے کہ دو عددوں میں مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نہ پائی جائے۔ ایک عدد دوسرے کا بالکل (۱) مساوی اور مقدار بالکل یکساں بھی نہ ہو۔ ایک دوسرے (۲) کا جز اور حصہ بھی نہ ہو۔ چھوٹے کو بار بار گرانے سے بڑا عدد فنا بھی نہ ہو جاتا ہو۔ کوئی تیسرا (۳) ایسا عدد بھی نہ مل سکے جو دونوں کا عدد مشترک اور جز وفق بن سکے جس کے بار بار کم کرنے سے دونوں عدد فنا ہو جائیں یا اس تیسرے کو بار بار بڑھانے سے دونوں عدد کامل ہو جائیں۔ جن دو عددوں میں یہ تمام امور مفقود رہوں تو ان میں نسبت تبائن ہوتی ہے۔ اور دونوں عددوں کو متبائنین کہتے ہیں اور ان دونوں کی تکمیل یا خاتمہ کرنے کے لئے کوئی ایسا جز اور عدد نہیں ملتا جو دونوں میں برابر کام دے سکے۔ ممکن ہے کہ ایسا عدد بعض جگہ مل جائے جو ایک طرف کا تو خاتمہ اور تکمیل کر سکتا ہے لیکن دوسرے عدد کا فیصلہ اس سے نہیں ہوسکتا وہاں تکمیل اور خاتمہ میں ایک کی کمی رہ جائے گی یا زیادہ ہو جائے گی۔

مثال کے لئے آپ دس اور اکیس کو دیکھ لیجئے۔ یہاں اگر دو دو عدد گراتے جائیں تو دس ختم ہو جائیں گے مگر اکیس میں ایک باقی رہ جائے گا۔ علیٰ ھذ القیاس پانچ دفعہ دو عدد رکھنے سے دس بن جائیں گے مگر دس دفعہ مکرر کرنے سے اکیس میں ایک کی کمی رہ جائے گی پھر دو بڑھاؤ گے تو ایک زیادہ ہو جائے گا۔

اعداد کی باہمی نسبتوں کا ضروری بیان بقدر کفایت ختم ہو گیا۔ لیکن مزید فائدہ کے لئے نسبتوں کی شناخت کا قاعدہ اور علامتیں گویا مکرر لکھی جاتی ہیں اور دو شعر یاد کرنے کی قابل کتاب علم الفرائض سے لکھے جاتے ہیں۔

اسوۂ دو عدد تماثل شد — عدٔ کم بیش را تداخل شد
شد تبائن چو عاد شد واحد — گو توافق چو ثالثی زاید

یعنی دو عددوں کو مقابلہ کر کے دیکھو اگر دونوں کی مقدار یکساں ہے تو ان میں نسبت تماثل ہے اور اگر بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو کئی دفعہ کم کرنے سے بڑا عدد بالکل فنا اور ختم ہو جائے تو یہاں

۱۔ تماثل میں دونوں عدد برابر تھے۔۱۲۔

۲۔ یہ صورت تداخل میں تھی ۲۱۔ ۳ توافق میں بھی ہوتا ہے۱۲۔

Marfat.com

نسبت تداخل ہے اور اگر کوئی تیسرا عدد ایسا نہیں ملتا جو دونوں عددوں کو فنا کر سکے اور صرف عدد ایک ایسا ہے کہ بار بار ایک ایک کم کرنے سے دونوں عدد فنا ہو سکتے ہیں اور کوئی مشترک عدد ایسا نہیں مل سکتا تو اس کو نسبت تباین کہتے ہیں۔ اور جس جگہ ایک کے علاوہ کوئی ایسا عدد تیسرا مل سکتا ہے جو دونوں عددوں کو فنا کردے تو ان عددوں میں نسبت توافق کہی جائے گی۔

اسی قاعدہ کو دوسری طرح سہل صورت میں اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ جب کبھی دو عددوں میں نسبت معلوم کرنی منظور ہو تو دونوں کو دیکھ کر غور کرو اگر دونوں عدد مساوی ہیں مثلاً روپے بھی سات ہیں اور آدمی بھی سات ہیں یا مستحق بھی پندرہ ہیں اور حصے بھی پندرہ ہیں تو کسی تشریح و تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ان عددوں میں نسبت تماثل کو سمجھو اور دونوں عددوں کو متماثلین اور متساوبین خیال کرو اور اگر دو عددوں کو مقدار مختلف ہے یعنی کم و بیش ہیں تو بڑے عدد میں سے چھوٹے کو گرانا اور کم کرنا شروع کرو اگر ایک دفعہ یا کئی دفعہ کم کرنے اور گرانے سے بڑا عدد بالکل ختم ہو جائے اور کچھ بھی باقی نہ رہے تو یقین کر لو کہ ان میں تداخل کی نسبت ہے جیسے چار اور چوبیس ہیں چار کو اگر چھ دفعہ کم کریں تو چوبیس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح تین اور نو میں دیکھ لو تین کو تین دفعہ گرانے سے نو میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ ان میں نسبت تداخل کی ہے چھ اور اٹھارہ میں نو اور چھتیس میں اور سات اور تریسٹھ میں غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ سب جگہ تداخل کی نسبت ہے۔

اور اگر چھوٹے عدد کو کم کرنے سے بڑے عدد کا خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ کچھ باقی رہ گیا ہے تو جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کو چھوٹے عدد میں سے کم کر کے دیکھو اگر اس باقی ماندہ نے چھوٹے عدد کو ایک دفعہ میں یا دو دفعہ میں ختم کر دیا تو سمجھ لو کہ بس یہی عدد جو باقی رہا تھا یہی جزو فق ہے اور یہی دونوں عددوں میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور باہم بڑے اور چھوٹے عدد میں توافق کی نسبت ہے۔ اب مثال دیکھو دو عدد ہیں نو اور تیس تیس میں سے نو کو تین دفعہ کم کیا تو تیس ختم نہیں وہ گئے بلکہ تین باقی ر گئے پہلے ہمارے سامنے چھوٹا عدد تھا نو۔ اب نو میں سے اس باقی ماندہ عدد یعنی تین کو گرانا اور کم کر شروع کیا تو تین دفعہ کم کرنے سے یہ چھوٹا عدد نو بھی ختم ہو گیا معلوم ہوا کہ عدد تین جزو فق ہے یہاں توافق کی نسبت ہے۔

دوسری مثال کے لئے چودہ اور چھ کو دیکھ لو۔ چھ کو دو دفعہ کم کرنے سے چودہ ختم نہیں ہوئے دو باق رہے پہلا چھوٹا عدد چھ تھا اب اس باقی ماندہ کو چھ میں سے گرانا اور کم کرنا شروع کیا تو اس نے تین

Marfat.com

دفعہ میں چھ کو ختم کر دیا بس یہ عدد ۲ ہی جز وفق ہے اسی سے فیصلہ ہوتا ہے۔
جب یہ سمجھ میں آ گیا تو خیال کرلو کہ اسی طرح بعض جگہ باقی ماندہ عدد چار رہتا ہے کہیں پانچ کسی جگہ چھ کہیں سات ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے فیصلہ اور خاتمہ بخیر ہو جاتا ہے۔
(نسبتوں کے اول بیان میں اس کو مفصل سمجھا دیا گیا ہے اور قاعدہ لکھ کر یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ آخری باقی ماندہ جز فیصلہ کرنے والا جس جگہ عدد ۲ ہوتا ہے وہاں توافق بالنصف کہلاتا ہے اور جب ۳ ہوتا ہے توافق بالثلث بولتے ہیں اسی طرح آخر تک اور اگر چھوٹے عدد کو بڑے میں اور پھر بڑے کے باقی ماندہ کو چھوٹے میں سے گرانے اور کم کرنے کے بعد کوئی ایسا نہیں نکل سکتا جو چھوٹے کو بھی فنا کر دے اور ختم کر دے۔ بلکہ صرف ایک ایسا نکلتا ہے جس سے دونوں عدد آخر کار ختم ہو سکتے ہیں اور کوئی عدد مشترک اور جز وفق نہیں ہے تو ایسے دو عددوں میں تبائن کا یقین کرلو۔

مثال اول۔ سات چھوٹا عدد ہے اور دس بڑا ہے نسبت معلوم کرنے کے واسطے دس میں سے سات گرائے۔ اب اس طرف تین رہ گئے پہلا چھوٹا عدد سات تھا اب اس طرف تین عدد چھوٹا رہ گیا اس کو سات میں سے دو دفعہ گرایا تو ایک باقی رہا اب اس ایک کو تین میں سے تین دفعہ گرایا تو تین ختم ہو گئے غرض کوئی عدد فیصلہ کنندہ نہ میسر ہوا اس لئے یہاں تبائن سمجھیں گے۔

مثال دوم۔ بارہ اور سترہ کا حال دیکھنے کے لئے بارہ کو سترہ میں سے گرایا تو پانچ باقی رہے اب یہ پانچ چھوٹا عدد ہے اس کو بارہ میں سے گرایا تو دو دفعہ گرانے کے بعد دو باقی رہ گئے اب اس دو کو پانچ میں سے دو مرتبہ کم کیا تو ایک ہی رہ گیا معلوم ہوا کہ بارہ اور سترہ میں توافق تداخل کچھ نہیں تبائن ہے اسی طرح سب عددوں کو خیال کرلو۔ مثلاً دس اور تیئس یا تیرہ اور اکتالیس وغیرہ وغیرہ۔
نسبتوں کا بیان اور مثالیں پڑھتے ہوئے شاید آپ کے دل میں بعض شبہات گزرے ہوں اور کچھ خلجان ہوا ہو۔ لہذا ان کے جوابات ایسی طرز سے ذکر کئے جاتے ہیں کہ سمجھنے والے کو کار آمد معلومات اور عظیم فائدے حاصل ہوں۔

(۱) توافق کی مثالیں سمجھاتے ہوئے آپ نے کہا ہے کہ ۶ اور ۴ میں اور ۶ اور ۱۴ میں اسی طرح ۱۲ اور ۳۴ میں صرف ۲ ہی فیصلہ کرنے والا اور جز مشترک ہے حالانکہ ایک عدد بھی ہر جگہ مشترک ہے اور سب اعداد کا خاتمہ اور تکمیل کر سکتا ہے۔

جواب۔ ایک کو حساب میں عدد نہیں سمجھا جاتا اور جس جگہ کوئی عدد فیصلہ کرنے والا نہ ہو اور صرف ایک ہی سے کام نکلتا ہو وہاں توافق نہیں ہوتا تبائن ہوتا ہے چنانچہ آپ تبائن کی علامت میں اس کو

Marfat.com

پڑھ چکے ہیں۔

(۲) پہلی تنبیہ کے ضمن میں جو توافق کی بہت سی مثالیں لکھی گئی ہیں وہاں بارہ اور بیس میں عدد وفق چار کو لکھا ہے۔ پھر بارہ اور تیس میں جز مشترک چھ کو بتلایا ہے باوجودیکہ پہلی مثال میں عدد ۲ سے بخوبی تکمیل و خاتمہ ہو جاتا ہے اور دوسری مثال میں بجائے چھ کے عدد تین بھی بخوبی کارآمد و مفید ثابت ہو کر جز وفق بن سکتا ہے۔ اسی طرح سولہ اور چھپن میں عدد وفق دو بھی بن سکتا ہے اور چار بھی مگر آپ نے سب کو چھوڑ کر آٹھ کو پسند کیا اور پھر ستائیس و تریسٹھ میں ایک مختصر عدد تین کو چھوڑ کر بڑا بھاری عدد نو اختیار کیا اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب۔ چھوٹے چھوٹے اجزاء جو آپ کے خیال میں آئے یہ صحیح ہے کہ ان سے کاربرآری ہو سکتی ہے لیکن اس صورت میں حساب بلا ضرورت پھیل جاتا ہے اور اعداد بے سود بڑھ جاتے ہیں اس لئے بڑا سے بڑا جز جو باہم دو اعداد میں مشترک ہو اسی کو تلاش کر کے جز وفق کہتے ہیں اور اسی سے کام لینے میں حساب میں اختصار رہتا ہے۔

اب اس طویل بیان اور ضروری امور کے بعد اصل مقصود یعنی مناسخہ کا طریقہ دیکھو اور سمجھو۔ بقدر ضرورت ایک طویل کاغذ لے کر اس کی پیشانی پر ھوالباقی یا بسم اللہ لکھو یا بسم اللہ کے عدد ۷۸٦ لکھ دو۔ پھر ایک لمبا خط [1] کھینچ کر اس کے بائیں طرف اس شخص کا نام لکھو جس سے یہ سلسلہ میراث اور مناسخہ کا شروع ہوا ہے جس کو مورث اعلیٰ کہتے ہیں اور جس نے سب سے پہلے وفات پائی ہے اس کے نام کے ساتھ مورث اعلیٰ کا لفظ بھی لکھ دو۔ اور لمبے خط کے نیچے جس طرح وارثوں کے لکھنے کا دستور ہے سب وارثوں کو لکھو اور رشتہ اور تعلق کے نیچے ہر وارث کا نام بھی لکھتے جاؤ۔

(کیونکہ صرف والدہ یا زوجہ یا پسر لکھنے سے دوسرے تیسرے نمبر میں جب پھر اسی رشتہ کے وارث لکھے جاتے ہیں تو خلط اور ملط اور اشتباہ ہو جاتا ہے۔) جب سب وارث باقاعدہ اچھی طرح درج ہو گئے تو گزشتہ قواعد فرائض کی بموجب ان کا مسئلہ بنا کر مقدار اور عدد اس کا دائیں طرف لکھ دو اور رد یا۔

عول یا تصحیح کی ضرورت پڑی ہو تو اس کا بھی نشان مسئلہ کے اوپر بنا دو اور ہر ایک وارث کے نام کے نیچے اس کے سہام بھی لکھ دو۔ غرض اس فرائض کو بہمہ وجوہ مکمل کر کے خوب جانچ کر دیکھ لو کوئی غلطی نہ رہ جائے اور بالکل درست ہو جائے۔ اگر یہاں غلطی رہ گئی تو آئندہ سب حساب غلط رہے گا اور

۱۔ آپ کو اختیار ہے کہ میت کا لفظ طویل کر کے لکھ دو یا صرف خط کھینچ دو۔

آپ کو دشواری پیش آئے گی۔

جب اس نمبر اول سے فراغت ہوگئی تو اس کے نیچے تھوڑی سی جگہ آئندہ حساب وضرب کے لئے چھوڑ کر اب دوسرے میت کے لئے ایک خط لمبا کھینچو اور مورث اعلی کے بعد جس کا انتقال ہوا ہے اس کا نام بائیں طرف لکھو اور جس قدر سہام اس کو پہلے نمبر میں سے حاصل ہوئے تھے ان کو بھی نام کے اوپر لکھ دو اور پہلے نمبر میں جس جگہ اس کا نام اور سہام لکھے تھے وہاں نشان قبر کا بنا دو تا کہ آئندہ یاد رہے کہ یہ عدد دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔ اگر یہ نشان نہیں بنایا جاتا تو غلطی سے یہ عدد بھی دوبارہ ضرب میں آ جاتے ہیں اور حساب درست نہیں رہتا۔

اب اس دوسرے نمبر کے میت کے وارثوں کو اس خط کے نیچے لکھو اور ان کے نام بھی لکھو اور خوب غور سے سب کے حصے بقاعدہ فرائض تجویز کر کے ان کا مسئلہ مقرر کرو اور اس کو حسب دستور دائیں طرف لکھ دو اور ہر وارث کے نیچے اس کے حصے لکھ دو اور عول یا رد وغیرہ جو کچھ ہوتا ہو یا تصحیح کی ضرورت ہو پورا عمل فرائض کا انجام دو۔

یہاں تک آپ نے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا جو پہلے سے معلوم نہ ہو اور جس کا ذکر مناسخہ سے پہلے نہ آ چکا ہو صرف یہ کیا ہے کہ میراث ثانی کا جس جگہ نام اور سہام پہلے لکھے ہوئے تھے ان پر قبر کا نشان بنا کر دوسرے خط پر بائیں طرف اس کا نام اور وہ سہام لکھ دیئے ہیں یہ کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے۔ یقین نہ ہو تو مثال دیکھ لو۔

مسئلہ ۔۱۲ لف ۶ — ممتازی بیگم مورث اعلی

شوہر	والدہ	پسر	پسر	دختر
صدیق	عطیہ	جمال الدین	کمال الدین	شریفن
۱۵\۳	۱۰\۲	۱۴	۱۴	۷

مسئلہ ۔۲۴ — جمال الدین ۱۴

زوجہ	دختر	والد	برادر	ہمشیرہ	
ہاجرہ	عطیہ				
۳	۴	۲۱	۵	محروم	محروم

مورث اعلے کا مسئلہ بارہ سے بنا کر چہارم کے تین سہام شوہر کو چھٹا حصہ یعنی دو سہام والدہ کو دے دیئے باقی سات رہے وہ اولاد پر پورے تقسیم نہیں ہو سکتے تھے اس لئے دو چند حصے کا مستحق ہونے

کی وجہ سے ہر ایک بیٹے کو بمنزلہ دو آدمیوں کے سمجھا اور لڑکی کو ایک سمجھا کل پانچ عدد ہو گئے سات کو ان میں ضرب دے کر پینتیس کر لئے اور لڑکوں کا حصہ لڑکی سے دو چند لگا کر چودہ چودہ ان کو اور سات اس کو دیئے اور حسب قاعدہ اصل مسئلہ یعنی بارہ کو بھی پانچ میں ضرب دے دیا اور شوہر اور والدہ کے حصوں کو بھی حساب برابر کرنے کے لئے پانچ میں ضرب دے دی۔ یہ مسئلہ درست ہو گیا اگر مناسخہ نہ ہوتا صرف اسی میت کی فرائض ہوتی تب بھی یہ سب انتظام درست کرنا پڑتا۔

دوسرے نمبر میں جمال الدین میت کے جس قدر وارث تھے سب کو لکھ کر غور کیا تو زوجہ کو آٹھواں دختر کو نصف اور نانی کو چھٹا اور والد کو چھٹا پہنچتا ہے تو ہم نے ایسا عدد تلاش کیا جس میں سے یہ سب حصے نکل آئیں ذرا سی فکر میں چوبیس خیال میں آ گیا۔ چوبیس میں سے جس قدر جس وارث کو پہنچتا تھا اس کے نام کے نیچے لکھ دیا۔

والد کو چھٹے حصے کے حساب سے چار سہام اور مجموعہ تقسیم شدہ حصوں کا یہ کل مجموعہ تیئس ہوا۔ ایک حصہ باقی تھا وہ بھی والد صاحب کو عصبہ ہونے کی وجہ سے مل گیا اس لئے ان کے کل سہام پانچ لکھے گئے اس تقسیم و تفصیل کے بعد دوسرا مسئلہ بھی مکمل ہو گیا۔ مگر یہاں بھی معمولی فرائض کی صورت ہے کوئی جدید اور مشکل بات پیش نہیں آئی البتہ جمال الدین مرحوم کے قبضے میں جتنے سہام اوپر سے آئے تھے وہی سہام یہاں اس کے نام کے اوپر مافی (۱) الید کا مختصر نشان مف بنا کر لکھ دیئے ہیں اور اپنی سہولت کے واسطے اور غلطی سے بچنے کے لئے اوپر لکھے ہوئے نام اور سہام پر قبر کا نشان بنا دیا ہے کوئی کام مناسخہ کے متعلق ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ اب مناسخہ کے کام کو شروع کیجئے اور اس مقصد کو سمجھئے جس کی تمہید کے لئے کئی ورق نسبتوں کے بیان میں سیاہ کئے گئے ہیں۔

دوسرے نمبر میں وارثوں کے حصے تقسیم کرنے کے لئے آپ نے مسئلہ بنایا ہے اور بقدر ضرورت سہام کی تعداد لکھی ہے۔ دوسرے نمبر میں وارثوں کے حصے تقسیم کرنے کے اور بائیں طرف میت کے نام پر لف کھینچ کر اس کے سہام کی تعداد جو مورث سے اس کو پہنچے تھے۔ بس ان دونوں عددوں میں غور کر کے دیکھئے کہ مذکورہ بالا چار نسبتوں میں سے ان دونوں عددوں میں جو دائیں اور بائیں طرف لکھے ہوئے ہیں کون سی نسبت موجود ہے بعض جگہ تھوڑی سی توجہ سے اور کسی جگہ زیادہ غور

ا۔ مافی الید اس کو کہتے ہیں جو کسی کی ملک میں ہو یا قبضہ میں ہو اور مناسخہ میں مافی الید سے وہ سہام مراد ہوتے ہیں جو میت کو اپنے حصہ میں اوپر والے مورثوں سے پہنچتے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ تماثل ہے یا تداخل ہے یا توافق ہے یا تبائن۔ مناسخہ کا سب سے بڑا کام بس یہی نسبتوں کا معلوم کرنا ہے۔ جب یہ آسان ہو گیا تو باقی امور میں دشواری نہیں ہو گی۔ تماثل تو سب سے آسان ہے معلوم بھی فوراً ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ضرب تقسیم اور تغیر تبدل بھی کرنا نہیں پڑتا۔ یعنی جب آپ نے دیکھ لیا کہ جتنے عدد ہم نے نمبر اول میں سے لے کر دوسرے میت کے نام پر لکھے تھے بالکل اسی قدر سہام بنا کر اس دوسرے میت کا مسئلہ ہم نے دائیں جانب لکھا ہے تو کسی فکر اور تغیر کی ضرورت نہیں جس قدر سہام اس کو مورث سے حاصل ہوئے تھے بالکل بجنسہ وہی سہام خود اس کے وارثوں پر پورے تقسیم ہو گئے۔ اب تغیر تبدل اور ضرب کی کیا ضرورت ہے یہ سب کام تو لاچاری و مجبوری میں کرنے پڑتے ہیں۔

مثال:

مسئلہ ۲۴۔ عبدالحق مورث اعلی

زوجہ	دختر	دختر	برادر
زبیدہ	عزیزہ	رفیقہ	شریف
۳	۸	۸	۵

مسئلہ ۸۔ رفیقہ ۸

پسر	پسر	پسر	دختر	دختر
۲	۲	۲	۱	۱

یہاں ہم نے گزشتہ بیان کو ملحوظ رکھ کر دونوں میتوں کے پورے پورے مسئلے بنا کر سب حساب درست کر کے رفیقہ کے نام اور سہام پر قبر کا نشان بنا کر اس کے سہام نیچے کے نمبر میں اس کے نام پر لکھ دیئے۔ اب اس عدد کو اور دائیں طرف لکھے ہوئے عدد کو جس سے مسئلہ بن کر میراث تقسیم ہوئی ہے مقابلہ کر کے دیکھا تو دونوں مساوی ہیں یعنی تماثل کی نسبت ہے اور رفیقہ کو جو آٹھ سہام والد کی میراث سے پہنچے تھے اس کے وارثوں پر پورے تقسیم ہو گئے نہ کچھ باقی رہا نہ کمی رہی۔ لہذا اب کسی تغیر تبدل کی ضرورت نہیں سب سے اوپر کے عدد بدستور چوبیس ۲۴ رہے اور مورث اعلے کے بعد جس کا انتقال ہوا تھا اس ایک عورت کے آٹھ سہام پانچ وارثوں کو مل گئے دو نمبر تک بلا تغیر تبدل مسئلہ نکل آیا کیونکہ دائیں بائیں عددوں میں تماثل تھا۔ اور اگر غور کرنے سے معلوم ہو جائے کہ نمبر دوم کے میت کے دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلہ کے عدد میں اور اس کے نام پر بائیں طرف لکھے

Marfat.com

ہوئے سہام کے عدد میں تماثل، تداخل توافق کچھ نہیں بلکہ تباین ہے تو یہاں آپ کو محنت کرنی پڑے گی یعنی میت دوم کے نام پر جتنے عدد مافی الید کی علامت بنا کر لکھے ہیں اس عدد میں ان سب سہاموں کو ضرب دو جو میت دوم کے وارثوں کو ملے ہیں اور دوسری لکیر کے نیچے نام بنام لکھے ہوئے ہیں اور دوسرے خط پر دائیں طرف جو عدد مسئلہ کا لکھا ہوا ہے اس عدد میں نمبر اول کے وارثوں کے سب حصوں کو ضرب دو جو اوپر والے خط کے نیچے نام بنام لکھے ہیں اور جب ان سب حصوں کو ضرب دی تو ان کا مجموعہ جو خط کے اوپر دائیں طرف لکھا ہے اس کو بھی ضرب دینا ضروری ہے۔ غرض تباین کی صورت میں آپ کو دو کام کرنے پڑیں گے۔ایک یہ کہ میت دوم کے مجموعہ سہام میں (جو اس کے نام پر درج تھے) اس کے وارثوں کے حصوں کو ضرب دو گے۔

دوسرا یہ کہ نمبر دوم کی میراث تقسیم کرنے کے لئے جو عدد مسئلہ کا تجویز کیا گیا تھا اس عدد میں اوپر والے خط کے تمام وارثوں کے علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے حصوں کو بھی اور خط کے اوپر لکھے ہوئے مجموعہ کو بھی اسی عدد میں ضرب دو گے جو میت دوم کے مسئلے کے لئے تجویز کیا تھا۔نہایت وضاحت سے مکرر سمجھانے کے بعد اب تیسری دفعہ اسی قاعدہ کو ایک مثال میں ذہن نشین کیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۲۴۔ عبدالوحید مورث اعلیٰ

زوجہ	والدہ	بیٹی	چچا
کلیمن	شریفن	عابدہ	سلیم
۳	۴	۱۲	۵

لف مسئلہ ۶۔ عابدہ عف ۱۲

والدہ	دادی	دختر	دختر
کلیمن	شریفن	سائرہ	زینب
۱	محروم	۲	۲

پہلے مورث اعلیٰ کا مسئلہ درست کر کے اس کے وارثوں کے حصے مقرر کر کے لکھے پھر دوسرے میت یعنی عابدہ کے وارثوں کو دیکھ کر مسئلہ بنایا جس میں رد کا قاعدہ جاری ہوا ہے رد کے بعد جو عدد تجویز ہوا ہے وہ دائیں مسئلے کے اوپر لکھ دیا۔

پہلی ہدایات کے مطابق اس کے نام اور سہام پر اول نمبر میں قبر کا نشان بنا دیا اور وہاں جو بارہ سہام اس کو ملے تھے ان کو دوسرے خط پر اس کے نام کے اوپر لکھ دیا۔

Marfat.com

جب ان امور سے فراغت ہوئی تو اب غور کیا کہ دوسرے میت کے تجویز شدہ مسئلہ کے عدد میں اور نام کے اوپر لکھے ہوئے عدد میں کون سی نسبت ہے یعنی بارہ اور پانچ میں کیا علاقہ ہے گزشتہ قواعد بیان کی وجہ سے معلوم ہوا کہ ان دو عددوں میں تبائن کی نسبت ہے اور کوئی نہیں ہوسکتی لہذا ہم نے عابدہ کے نام پر لکھے ہوئے عدد میں عابدہ کے سب وارثوں کے حصوں کو ضرب دی یعنی عابدہ کے نام پر جو بارہ کا ہندسہ لکھا تھا اسمیں ان تمام عددوں کو ضرب دی جو دوسرے خط کے تحت میں عابدہ کے وارثوں کے لئے نام بنام تحریر ہیں یعنی والدہ کے نام کے نیچے جو اس کا ایک سہام لکھا ہے اس کو بارہ میں ضرب دے کر بارہ لکھ دیئے ہر ایک دختر کو دو سہام پہنچے تھے ان کو علیحدہ علیحدہ اسی بارہ کے عدد میں جو میت ثانی کے نام پر لکھا ہوا ہے ضرب دے کر چوبیس چوبیس لکھ دیئے۔ (یہ تو ایک ضرب ہوگئی)

پھر اس عدد کو دیکھا جس سے میت ثانی کے وارثوں کا مسئلہ بنا ہے۔ یعنی عدد پانچ اس کو لے کر اوپر والے سب وارثوں کے سہام میں جو پہلے خط کے تحت میں درج ہیں علیحدہ علیحدہ ضرب دی زوجہ کے تین سہام کو پانچ میں ضرب دے کر پندرہ کیا۔ والدہ کے چار سہام تھے وہ پانچ میں ضرب دینے سے بیس ہوگئے اور ایک چھوٹا سا خط کھینچ کر چار کے نیچے لکھے گئے۔

عابدہ کے نام پر اگر قبر کا نشان نہ ہوتا تو ہم اس کے بارہ سہام کو بھی پانچ میں ضرب دے کر ساٹھ کر دیتے۔ لیکن اس نشان نے متنبہ کر دیا کہ اس وارث کی وفات ہوگئی اور یہ بارہ سہام نیچے کے نمبر پر اتر کر وہاں محسوب ہوگئے۔ یہاں ضرب دینے سے حساب غلط ہو جائے گا۔

بہر حال اس کو چھوڑ دیا اور چچا سلیم کے پانچ کو پانچ میں ضرب دے کر پچیس لکھ دیئے جب ان سب سہاموں کو پانچ میں ضرب دی تو ان کا مجموعہ چوبیس جو خط کے اوپر دائیں طرف لکھا ہے اس کو بھی پانچ میں ضرب دی اور چوبیس کے اوپر خط کھینچ کر ایک سو بیس لکھ دیئے اور دو نمبر تک حساب پورا ہو گیا اور اوپر نیچے کی دونوں ضربوں کے بعد مکمل صورت مثال کی یہ ہوگئی۔

مسئلہ ۲۴۔ ۱۲۰/

عبدالوحید مورث اعلی

زوجہ	والدہ	بیٹی	چچا
حلیمن	شریفن	عابدہ	سلیم
۱۵/۳	۲۰/۴	۱۲	۲۵/۵

مسئلہ ۶ لف ۵ عابدہ صف ۱۲

والدہ	دادی	دختر	دختر
حکیمن	شریفن	سائرہ	زینب
۱۲/۱	محروم	۲۴/۲	۲۴/۲

کل مجموعہ سہام ایک سو بیس ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ حکیمن کو اپنے شوہر عبدالوحید کی میراث سے پندرہ سہام پہنچے اور اپنی بیٹی عابدہ کے مرنے پر اس کی میراث سے بارہ سہام ملے کل ۲۷ سہام کی مستحق ہو گئی۔ شریفن کو اپنے بیٹے عبدالوحید کی موت کا زخم جگر لگا اور بیس سہام اس کی میراث سے حاصل ہوئے پھر پوتی عابدہ بھی دنیا سے رخصت ہوئی لیکن دادی کو اس کی میراث سے کچھ نہ پہنچا کیونکہ عابدہ کی والدہ حکیمن زندہ موجود تھی۔ ماں کی زندگی میں عابدہ کی میراث میں سے نانی یا دادی کو کچھ نہیں مل سکتا اس لئے دوسرے نمبر میں شریفن کے نیچے لفظ محروم لکھ دیا عبدالوحید کے چچا سلیم کو پچیس پہنچے اور عابدہ کی دونوں لڑکیوں سائرہ و زینب کو چوبیس چوبیس۔ مجموعہ ایک سو بیس ہو گیا۔

اب اگر فرائض انہیں دو میتوں پر ختم ہو گئی اس سلسلہ میں کسی تیسرے کا انتقال نہیں ہوا تو ایک تیسرا طویل خط الاحیاء کا لکھیں گے اور سب زندہ وارثوں کے نام اور سب کا مجموعہ سہام ان کے نام کے نیچے لکھیں گے۔ صورت اس کی یہ ہے۔

مبلغ ۱۲۰

الاحیاء

حکیمن	شریفن	سلیم	سائرہ	زینب
۲۷	۲۰	۲۵	۲۴	۲۴

اعتراض۔

یہاں نسبت کا خیال کرنے میں غلطی ہوئی وہ عدد جس سے میراث تقسیم کی گئی ہے اور مسئلہ کے اوپر لکھا ہے وہ چھ ہے۔ اگر اس کا لحاظ کر کے نسبت دیکھی جاتی تو کسی قدر آسانی ہوتی آپ نے اوپر کا عدد پانچ لے لیا جو رد کی وجہ سے لکھ دیا ہے اس لئے بارہ میں اور اس میں تبائن ملحوظ رکھ کر اوپر نیچے دو ضربیں دینے کی تکلیف اٹھائی۔

جواب۔ پہلے بخوبی سمجھا دیا گیا تھا کہ دوسرے میت کی فرائض پوری طرح مکمل کر لینے کے بعد

دائیں اور بائیں عدد کی نسبتیں دیکھتے ہیں پس اس مثال میں چونکہ ذوی الفروض کی تعداد کم تھی اس لئے ایک سہام باقی رہ گیا اس کو سب پر رد کیا (جیسا کہ رد کے بیان میں مفصل مذکور ہوا) اور اب آخری عدد تقسیم کنندہ پانچ ہوا اس کو لکھنے کے بعد فرائض کامل ہوئی ہے لہذا اسی آخری عدد کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیچے کے عددوں کا خیال کر کے نسبت لگا دیں تو حساب خراب ہو جائے گا۔

اس بیان میں ہم نے سمجھانے کے لئے مختصر مثالیں دی ہیں ورنہ بعض صورتوں میں اصل مسئلہ کے عدد کے بعد کہیں عول کی وجہ سے عدد بڑھتے ہیں۔ کہیں رد کی وجہ سے کم ہوتے ہیں اور پھر تصحیح کی مصلحت سے دوبارہ بڑھائے جاتے ہیں۔ سب جگہ اس آخری عدد کا اعتبار ہوتا ہے اسی میں اور میت کے نام پر لکھے ہوئے بائیں طرف کے عدد میں نسبت دیکھی جاتی ہے خوب سمجھ لیجئے ورنہ غلطی پیش آکر دقت اٹھانی پڑے گی۔

تحقیق۔

جس شخص کو حساب سے مناسبت نہیں وہ حیران ہوگا کہ یہ دردسری کیوں کی جاتی ہے کسی عدد میں اول نمبر کے وارثوں کے حصوں کو ضرب دیتے ہیں کسی دوسرے میں نمبر دوم کے وارثوں کو۔

لیکن جس کو تھوڑی سی بھی سمجھ ہوگی وہ غور کرنے سے معلوم کرلے گا کہ یہ سب ترکیب حساب کو درست اور صحیح کرنے کے واسطے ہے۔ اسی اپنی گزشتہ مثال میں دیکھئے۔ مورث اعلیٰ کی میراث کے چوبیس سہام ہو کر عابدہ کو بارہ پہنچے۔ عابدہ کی وفات پر یہ بارہ اس کے نام پر لکھے گئے اور اس کے وارثوں پر اس کا مال تقسیم کرنے کے لئے ایک مسئلہ کا عدد مقرر ہوا۔

اب اگر یہ عدد بھی بارہ ہی ہے تو جس قدر سہام اس نے اپنے مورث سے حاصل کئے تھے وہی سب وارثوں کو دے دیئے گئے۔ نہ کچھ کم ہوا نہ زیادہ ایسی صورت میں چونکہ خود ہی حساب درست ہے اس لئے کسی تغیر اور تدبیر کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ ابھی عنقریب ہم نے آپ کو سمجھایا ہے کہ جب دائیں بائیں عددوں میں تماثل ہوگا کہیں اوپر نیچے ضرب نہیں آئے گی اور سب حساب درست اور صحیح رہے گا۔

لیکن جب یہ عدد مختلف ہوں تو دشواری پیش آتی ہے اور اس کے لئے تدبیر کرنی پڑتی۔ سمجھنے کے لئے اسی اپنی تبائن کی مثال کو لے لیجئے۔ دیکھئے۔ عابدہ کو مورث اعلی سے بارہ حاصل ہوئے تھے اور اب اس کے وارثوں کو ملتے ہیں پانچ تو سات سہام کا فرق ہوا۔ اگر تدبیر نہ کریں تو حساب غلط ہو جائے اور کسی کا حصہ کسی کو پہنچ جائے۔ اب یہ تو ممکن نہ تھا کہ پانچ سہام کے بارہ کر

Marfat.com

دیں کیونکہ وارثوں پر پورے تقسیم نہ ہوسکتے اس لئے عددوں کو خوب بڑھایا اور ایک ایک کو بارہ بارہ بنادیا گویا پانچ سہام جو عابدہ کے وارثوں پر تقسیم ہوئے ہیں ان کو ساٹھ بنادیا اس لئے جس وارث کو ایک سہام پہنچا تھا اس کے نیچے بارہ لکھ دیئے اور جس کو دو پہنچے تھے اس کے واسطے چوبیس تحریر کئے۔

غرض یہ ضرب اس لئے دی تا کہ عدد بڑھ کر بارہ سے نسبت بھی قائم رہے اور بلا کسر تقسیم بھی ہو جائے یہ حال تھا نمبر دوم کے وارثوں کے حصوں کی ضرب کا۔ عابدہ کے حصے چونکہ عبدالوحید کی میراث میں سے نکلے تھے اگر اس اصل میراث کو جس میں عابدہ کو بارہ پہنچے تھے۔ بدستور چوبیس رہنے دیا جائے تو حساب غلط ہو جائے کیونکہ عابدہ کے بارہ کو تو ہم نے چہار گنا اور بڑھا کر ساٹھ کرلیا ہے اور یہ مجموعہ چوبیس کا چوبیس ہی رہ جائے تو غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس حساب کی صحت و درستی کے لئے ہم نے اوپر کے مجموعہ کو بھی چار گنا اور بڑھا کر ایک سو بیس بنالیا اور جس کو چوبیس میں سے تین ملے تھے اس کے حصے پندرہ کر دیئے اسی طرح جس کو چار ملے تھے اس کو چار دفعہ اور بڑھا کر بیس کر دیئے اور جس کو پانچ ملے تھے اس کے پچیس کر دیئے اور عابدہ کو جو بارہ پہنچے تھے ان کو ہم نے پہلے ہی ساٹھ بنا کر وارثوں کے حصوں میں تغیر کر دیا تھا۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ حساب برابر ہو گیا۔

ہم نے یہ طول فضول ناواقف اور کم استعداد ناظرین کے لئے کیا ہے حساب دان اور ذی استعداد شخص خود بھی سمجھ سکتا ہے اور ذرا سا اشارہ کافی ہوتا ہے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ میت دوم کے دائیں طرف والے مسئلے اور بائیں طرف لکھے ہوئے سہاموں میں چار نسبتوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ضرور ہو گی۔ جب ان میں تماثل ہو یا تبائن ہو اس کا حال مفصل بیان ہو گیا۔ اب توافق کا حال سنو۔

جب غور کرنے سے یہ معلوم ہو کہ مسئلے میں اور میت کے حاصل شدہ سہاموں میں توافق کی نسبت ہے اور ان دونوں میں ایک ایسا عدد مشترک ہے جو دونوں کی تکمیل اور خاتمہ کر سکتا ہے۔ اب ایسا عدد تلاش کرو جو دونوں عددوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مخصوص ہو مشترک نہ ہو۔

بس ایسا عدد مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں سے ڈھونڈ کر اسی عدد میں اس کے تمام وارثوں کے حصوں ضرب دے دو جو دوسرے خط کے تحت میں ہر ایک وارث کے نیچے لکھے ہیں۔ اور دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلے میں خاص جز کو غور سے پہچان کر اسی غیر مشترک عدد میں مورث اعلیٰ کے وارثوں کے تمام سہاموں کو ضرب دو اور مجموعہ جو دائیں طرف سب سے اوپر

Marfat.com

لکھا ہے اس کو بھی ضرب دے دو حساب پورا ہو جائے گا۔

مثال۔

عف ۱۴۴

لف ۴۸

مسئلہ ۲۴۔ ارشد علی

زوجہ	والدہ	دادا	پسر	پسر	نانی	ہمشیرہ
حلیمن	کلثوم	جمال	کمال	شجاع	جمالی	عقیلہ
۱۸/۶/۳	۸/۴	۲۴/۸/۴	۳۹/۱۳	۳۹/۱۳	محروم	محروم

مف ۳

مسئلہ ۶ کلثوم منف ۸ مف ۴

دختر	والدہ	پوتا	پوتا
عقیلہ	جمالی	کمال	شجاع
۱۲/۳	۴/۱	۴/۱	۴/۱

یہاں دو نمبر تک پوری طرح فرائض نکالنے اور حصے لگانے کے بعد اور کلثوم کے نام اور سہاموں پر قبر کی علامت بنا کر دوسرے خط پر بائیں طرف اس کا نام اور تمام حاصل شدہ سہام لکھنے کے بعد غور کیا تو دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلے کے عدد میں اور نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں یعنی چھ اور آٹھ میں توافق کی نسبت ہے اور عدد مشترک جو دونوں عددوں کو فنا کر سکتا ہے وہ دو ہے لہذا (گزشتہ قاعدہ کے لحاظ سے) یہاں توافق بالنصف سمجھا گیا۔ پھر چھ میں اور آٹھ میں ایسے جز کی جستجو کی گئی جو مشترک نہ ہو۔ آٹھ میں چار کا عدد ایسا ہے جو چھ میں نہیں اور چھ میں خاص جز تین ایسا ہے جو آٹھ میں نہیں۔ اس لئے ہم نے کلثوم کے تمام وارثوں کے نام کے نیچے لکھے ہوئے حصوں کو چار میں ضرب (۱) دیا۔

۱۔ کیونکہ ابھی قریب ہی بتلایا گیا ہے کہ توافق کی صورت میں مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں خاص اور غیر مشترک جز تلاش کر کے اس مورث دوم کے تمام وارثوں کے حصوں کو اس میں ضرب دے دو۔ ۱۲

Marfat.com

اور اوپر والے خط کے تحت میں لکھے ہوئے سہاموں کو تین میں ضرب (۱) دیا جو مسئلہ چھ کا جزو خاص ہے اور پھر نمبر اول پر دائیں طرف لکھا ہوا جو عدد سب کا مجموعہ ہے اس کو بھی تین میں ضرب دی وہ ایک سو چوالیس ہو گیا۔

تحقیق۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سب دردسری حساب کی درستی کے لئے ہوتی ہے اس مثال میں کلثوم کو میراث میں حاصل ہوئے تھے آٹھ سہام اور اس کے وارثوں کو تقسیم ہوئے چھ کا عدد بن کر تو دو کی کمی رہی یعنی چہارم حصہ کم ہو گیا۔ اس حساب کی درستی کی صورت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم نے کلثوم کے وارثوں کے سہام کو چہار گنا کر لیا۔ یعنی بجائے چھ کے چوبیس کر دیئے نمبر اول کے مورث کے وارثوں کے حصے سہ گنا کر دیئے یعنی جس کے چھ سہام تھے اس کے اٹھارہ کر دیئے اب وہ ربع کا نقصان پورا ہو گیا یعنی چہارم کی کمی جو وارثوں کے لئے پڑتی تھی وہ پوری ہو گئی۔

اعتراض۔

یہ جھگڑا جزوفق نکالنے اور عدد مخصوص تلاش کرنے کا آپ نے بے سود لگایا ہے۔ سہل اور آسان صورت یہ تھی کہ میت دوم کے پورے عدد کو اس کے وارثوں کے حصوں میں ضرب دیتے اور مسئلہ کے مافی الید کے پورے عدد کو نمبر اول کے وارثوں کے حصوں میں ضرب دی جاتی اسی طرح بھی حساب پورا ہو جاتا اور مسئلہ صحیح نکل آتا۔

جواب۔

جس قدر آپ نے بیان کیا یہ صحیح ہے مگر اس صورت میں مجموعہ عدد مسئلہ کا اور سہام ہر ایک وارث کے بلاوجہ بہت زیادہ بڑھ جاتے حالانکہ فرائض میں مقصود یہ ہے کہ حصے بلا کسر تقسیم ہو جائیں اور سہام ضرورت سے زیادہ بڑھنے نہ پائیں۔

اشکال۔

آپ نے فرمایا کہ آٹھ کے اندر چار کا عدد ایسا مخصوص ہے کہ چھ میں نہیں۔ حالانکہ چھ میں بھی چار موجود ہے اور چار اور دو ہی مل کر چھ ہوتے ہیں۔

۱۔ کیونکہ بصورت توافق مسئلہ کے عدد کے جزو غیر مشترک اور مخصوص کو لے کر نمبر اول کے وارثوں کے حصوں میں ضرب دیا جاتا ہے۔۱۲

Marfat.com

جواب۔

مقصود ایسا عدد ہے جس کے گرانے سے اصل عدد ختم اور فنا ہو جائے۔ چار کو دو دفعہ گرانے سے آٹھ ختم اور فنا ہو جاتا ہے اور چھ میں سے چار کو ایک دفعہ گرائیں تو چھ فنا نہیں ہوتا اور دو دفعہ چھ میں سے چار کو گرا نہیں سکتے لہذا یہ آٹھ کے لئے مخصوص و مفید ہوا۔ اور عدد ۳ ایسا ہے کہ بار بار گرانے سے آٹھ فنا نہیں ہو سکتا۔ البتہ چھ کا خاتمہ تین تین دو دفعہ گرانے سے ہو سکتا ہے لہذا چھ کے لئے عدد مخصوص تین ہوا۔ اسی طرح ہر جگہ خیال رکھنا چاہئے کہ عدد مخصوص سے وہی عدد مراد ہے جو بڑے عدد کو بالکل فنا اور ختم کر دے۔

اعتراض اور اشکال کا جواب سننے کے بعد اور زیادہ آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ جب مسئلے کے عدد میں اور میت کے حاصل شدہ سہام میں توافق ہو تو اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ مسئلے کے عدد میں سے جز مخصوص تلاش کر کے اوپر والے وارثوں کے سب سہاموں کو جز خاص میں ضرب دی جائے (یعنی مورث نمبر اول کے وارثوں کے نام کے نیچے جو عدد لکھے ہوئے ہیں ان سب کو اس جز خاص میں ضرب دی جائے جو مسئلے میں تلاش کیا گیا ہے) اور نیچے کے وارثوں کے سہاموں کو جز مخصوص میں ضرب دی جائے (یعنی مورث نمبر دوم کے وارثوں کے نیچے جو عدد لکھے ہیں ان سب کو اس جز میں ضرب دی جائے جو مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں تلاش کیا گیا ہے۔ اوپر لکھی ہوئی مثال میں غور کرو اور دیکھو کہ ارشد علی کے وارثان حکیمن و جمال و کمال وغیرہ کے سہاموں کو ہم نے مسئلے سے تلاش کئے ہوئے جز وفق یعنی تین میں ضرب دیا ہے اور کلثوم کے وارثان عقیلہ و جمالی وغیرہ کے حصوں کو ہم نے کلثوم کے کل سہام کے جز خاص یعنی چار میں ضرب دیا ہے اور جس عدد میں ضرب دیا ہے اس کا ذرا سا اشارہ بھی دائیں طرف وقفہ ۳ لکھ کر اور بائیں جانب وقفہ ۴ لکھ کر دیا ہے۔

مورث دوم کے مسئلے عدد اور اس کے نام پر لکھے ہوئے عددوں کی باہمی نسبتوں میں سے یہاں تک تین نسبتوں کا بیان ختم ہو گیا۔ صرف ایک نسبت باقی رہ گئی ہے یعنی تداخل اس کا حال سنیے جب دیکھنے اور غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ مسئلے کے عدد اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے عدد میں تباین اور توافق اور تماثل کی نسبت نہیں تو یقین ہو جائے گا کہ ان دونوں عددوں میں باہم تداخل کی نسبت ہے۔

اب ان دونوں عددوں میں جز مخصوص تلاش کرو یعنی ہر ایک عدد میں اس خاص عدد کا پتہ

Marfat.com

لگاؤ جو ہر ایک کو ختم اور فنا کر سکتا ہے۔ جس کو ابھی اچھی طرح آپ نے توافق کے بیان میں سمجھ لیا ہے جب دونوں جگہ کا جز خاص سمجھ میں آ گیا تو یہاں بھی وہی عمل کرنا ہوگا جو توافق میں کیا تھا یعنی پہلے نمبر پر لکھے ہوئے تمام عددوں کو نمبر دوم کے مسئلے کے جز خاص میں ضرب دیا جائے گا اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جز خاص میں مورث دوم کے وارثوں کے تمام سہاموں کو ضرب دیں گے۔ یعنی دو ضربیں جس طرح توافق کی صورت میں دی جاتی تھی یہاں بھی دی جائیں گی۔ البتہ اگر مورث نمبر دوم کے مسئلے کا عدد اس کے نام پر لکھے ہوئے عدد سے چھوٹا ہے تو صرف ایک ہی ضرب کافی ہوگی یعنی مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جز مخصوص میں نیچے لکھے ہوئے تمام وارثوں کے سہاموں کو ضرب دے دیں گے لیکن مسئلے کے جز مخصوص میں مورث نمبر اول کے وارثوں کے سہام کو ضرب نہیں دیں گے۔ توافق میں ہر ایک جگہ دو ضربیں آتی تھی اور یہاں تداخل میں دو صورتیں ہیں۔ اگر مسئلے کا عدد بڑا ہوا اور میت کے حاصل کردہ سہام (جو اس کے نام پر لکھے ہوئے ہیں) مقدار میں کم ہوں تب تو دو ضربیں ہوں گی ایک اوپر ایک نیچے اور اگر مسئلے کا عدد چھوٹا ہے اور میت دوم کے نام پر لکھا ہوا مافی الید بڑا ہے تو اس مافی الید کے جز مخصوص میں نیچے لکھے ہوئے وارثوں کے سہاموں کو ضرب دے دیں گے اوپر کوئی ضرب نہ جائے گی۔ جب اوپر ضرب نہیں جاتی تو اس مسئلہ کو مستقیم کہتے ہیں۔ اگرچہ توافق کے بیان میں جز مخصوص میں ضرب دینے کی مثال ایسی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ اب تداخل میں کسی خاص مثال کا مفصل سمجھانا طول فضول معلوم ہوتا ہے۔ مگر حسب عادت مزید توضیح کے لئے تداخل کی مثال بھی ذکر کی جاتی ہے۔

مثال اول۔

مسئلہ ۷ ۲ — جمال خاں مورث

زوجہ	دادی	برادر	برادر	ہمشیرہ	ہمشیرہ
سلیمن	زینب	شادی	عظیم	سعیدن	حلیمن
۱۸/۳	۱۲/۲	۱۴	۱۴	۷	۷

مسئلہ ۴ — زینب مف ۱۲

شوہر	پسر	دختر
نیاز	عزیز	کمالو
۳/۱	۶/۲	۳/۱

Marfat.com

اس مثال میں پہلے میت یعنی جمال خاں مورث کے متعلق تو کچھ سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں دوسرے میت یعنی زینب کو اوپر سے بارہ سہام حاصل ہوئے تھے ان کو ہم نے اس کے نام پر مافی الید کا اشارہ ۱۲ کر کے لکھ دیئے اور پھر اس کے وارثوں کو نام بنام لکھ کر بقاعدہ فرائض حصے تقسیم کئے تو عدد چار سے تینوں وارثوں کے حصے پورے نکل آئے اس لئے دائیں طرف مسئلہ لکھ کر اس پر چار کا ہندسہ لکھا۔ اب غور کیا تو اس عدد میں اور زینب کے مافی الید یعنی بارہ میں تداخل کی نسبت ہے (کیونکہ چار کو تین دفعہ گرانے سے بارہ کا عدد فنا ہو جاتا ہے) مگر تداخل کی وہ صورت ہے جس کو مستقیم کہتے ہیں۔ یعنی مسئلہ کا عدد چھوٹا اور مافی الید کا عدد بڑا ہے۔ لہذا مذکورہ سابقہ قاعدہ کے موافق یہاں صرف ایک ضرب دی گئی یعنی زینب کے وارثوں کے سب سہاموں کو مافی الید کے ساتھ ضرب دی گئی۔ لیکن پورے عدد بارہ میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ بارہ میں سے وہ خاص ٹکڑا اور جز نکال کر جو بارہ کو فنا کر دینے والا ہے اور اسی کے ساتھ خاص ہے اسی جز میں نیچے لکھے ہوئے اعداد کو بھی ضرب دی گئی اور انہیں اعداد کا مجموعہ جو مسئلہ کے اوپر لکھا ہے اس کو بھی بارہ کے اسی جز خاص میں ضرب دے دی وہ جز مخصوص عدد تین ہے جو بارہ کے اندر داخل بھی ہے فنا کرنے والا بھی ہے مخصوص بھی ہے

سوال۔ بارہ کے اندر کئی جز نکل سکتے ہیں۔ چھ بھی اور چار بھی اور تین بھی اور دو بھی آپ نے خاص عدد تین کو نکال کر کیوں ضرب دی حالانکہ یہ عدد مخصوص بھی نہیں یہ عدد تین تو چار کے ضمن میں بھی موجود ہے۔

جواب۔ توافق کی مثالوں کے بعد جو سوال و جواب مذکور ہوئے ہیں۔ وہاں سے اس سوال کا جواب بھی باوضاحت سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن آسانی اور سہولت کے لئے دوبارہ عرض کیا جاتا ہے کہ ضرب ایسے جز میں دی جاتی ہے جو مخصوص ہو عدد ۱۲ اس موقع پر مخصوص نہیں۔ چار میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور چھ میں ضرب دینے سے بلا ضرورت سہام بڑھتے ہیں اور حساب خراب ہو جاتا ہے۔ نیز تداخل کی صورت میں بھی ایک تعلق توافق کا ہوتا ہے اور وہ تعلق یہاں توافق بالثلث ہے اور جس جگہ توافق بالثلث ہو تو وہاں کام کرنے والا عدد تین ہوتا ہے ان وجوہ سے ہم نے بارہ میں سے عدد تین کو جزو قرار دے کر مسئلہ میں یعنی چار میں ضرب دی۔ اور عدد تین اگرچہ چار کے ضمن میں موجود ہے مگر یہ چار کو فنا کنندہ نہیں ہے۔ لہذا چار کے لئے یہ جز ضربی اور معتبر نہ ہوا یہ تو بارہ ہی کے ساتھ اس جگہ مخصوص رہا۔

تحقیق

جس کو تھوڑا سا بھی فہم ہوگا وہ غور کرنے سے معلوم کرلے گا کہ نیچے ضرب دینے سے یہ فائدہ ہے کہ میت کو جو سہام اوپر سے حاصل ہوئے تھے وہی عدد نیچے کے وارثوں پر تقسیم ہوکر حساب برابر ہوجائے۔ دیکھئے ہماری اسی مذکورہ مثال میں زینب کے مافی الید بارہ تھے اور مسئلہ جو اس کے وارثوں کے لئے تجویز ہوا تھا وہ چار۔ ہم نے حسب قواعد ان چار کو ضرب دے کر بارہ بنالیا۔ اور یہی بارہ سب وارثوں پر تقسیم ہوگئے حساب بھی درست رہا یعنی مجموعہ سہام کا بہتر ۷۲ ہی رہا اسی لئے اور کسی ضرب کی ضرورت پیش نہ آئی۔

مثال دوم

۲۶/۱۳ مسئلہ ۱۲ — مورثہ زینب

شوہر	والد	والدہ	دختر
عظیم	نادری	شجاعت	رقیہ
۶/۳	۴/۲	۴/۲	۶

مسئلہ ۱۲ — رقیہ مف ۶

شوہر	والد	نانی	نانا	پسر
محسن	عظیم	نادری	شجاعت	رحمت
۳	۲	۲	۴	۵

اس مثال میں بھی پہلی میت کا مسئلہ تو بالکل ظاہر ہے ذوی الفروض چونکہ زیادہ تھے ایک سہام کی کمی رہتی تھی اس لئے عول کے قاعدے سے مسئلے کے عدد بارہ کو تیرہ کرلیا۔ اس کے بعد رقیہ متوفیہ کے نام اور سہام پر قبر کا نشان بنا کر اور نیچے ایک خط کھینچ کر اس کے بائیں طرف رقیہ کا نام اور والدہ سے ملے ہوئے چھ سہام لکھ دیئے اور خط کے نیچے تمام وارثوں کو لکھ کر میراث تقسیم کرنے کا مسئلہ بارہ بنایا اور ہر ایک وارث کو حق واجب دے کر سب کے نیچے سہام لکھ دیئے۔

اب غور کیا کہ مسئلے کے عدد میں اور رقیہ کے مافی الید یعنی حاصل شدہ سہام میں کیا نسبت ہے ایک طرف بارہ ہیں ایک طرف چھ ان میں تداخل کی نسبت ظاہر ہے۔

لیکن یہ تداخل کی دوسری قسم ہے یہاں اوپر ضرب جائے گی اور نیچے ضرب نہیں۔ اس لئے

Marfat.com

کہ مسئلہ کا عدد بڑا ہے اور مافی الید کا عدد چھوٹا ہے۔

پس ہم نے چھ اور بارہ میں توافق بالنصف کا علاقہ دریافت کر کے (اور یہ ملحوظ کر کے کہ جب توافق بالنصف ہوتا ہے تو عدد ۲ کار آمد ہوا کرتا ہے) بارہ کے اوپر وفقہ ۲ کا نشان بھی بنا دیا اور اوپر کے سب اعداد کو دو میں ضرب دے دی جس کے نام کے نیچے تین لکھے تھے ان کو چھ دے دیئے اور جس کے نیچے دو لکھے تھے وہاں چار لکھ دیئے اور سب سے اوپر دائیں کنارے پر جو عدد ۱۳ لکھا تھا اس کو بھی دو میں ضرب دے کر ۲۶ بنا دیا اور اب کل حساب درست ہو گیا کیونکہ رقیہ مرحومہ کے ۶ سہام اس کے وارثوں کے پاس جا کر بارہ حصے بن کر تقسیم ہوئے تھے۔ اوپر والے وارثوں کے پاس جو سات سہام باقی تھے ان کو بھی ضرب دے کر دو چند کر دیا اور زینب اور رقیہ کے سب ورثہ پر چھبیس سہام باقاعدہ تقسیم ہو گئے۔

یہاں تک چار نسبتوں (۱۔تداخل ۲۔توافق ۳۔تماثل ۴۔تبائن) کا انتہائی طول اور بہت وضاحت کے ساتھ مع مثالوں کے بیان ہو چکا ہے۔ اب اس سے زیادہ طول کلام مناسب نہیں البتہ باہم اعداد میں نسبتوں کا سمجھنا چونکہ دشوار ہوتا ہے لہذا مفید اور سہل قواعد وضوابط نسبتوں کی شناخت وتمیز کے نقل کئے جاتے ہیں اور ان کے بعد مناسخہ کی چند مثالیں مع وضاحت اور تشریح لکھ کر اس بیان کو ختم کر دیا جائے گا۔

(۱) جو دو عدد ایسے ہوں کہ ان کا پہلا عدد جفت ہو ان میں نسبت تبائن کی نہیں ہو سکتی دیکھئے ۲۲۴ اور ۱۹۴۲ بہت بڑے عدد ہیں مگر ہم نے دونوں کے شروع میں ہندسہ جفت یعنی چار اور دو دیکھ کر بہت جلد یہ بتلا دیا کہ ان میں نسبت تبائن کی نہیں ہے۔

(۲) جن دو عددوں کے اول میں پانچ کا ہندسہ ہو ان میں تبائن نہیں ہو سکتا توافق کی نسبت ہو گی یا تداخل کی۔ خیال فرمائیے۔ ۱۵۹۲۵ اور ۹۱۵ کی نسبت تلاش کرنے میں بہت دیر لگتی ہے۔ لیکن ہم نے دونوں کی ابتدا میں پانچ کا ہندسہ دیکھ کر دور ہی سے یہ کہہ دیا کہ ان میں تبائن کی نسبت تو ہے نہیں۔ ہاں یہ غور کر کے دیکھنا ہے کہ توافق ہے یا تداخل

(۳) دو عددوں میں اگر چھوٹے عدد کو بار بار گرانے سے بڑا عدد بالکل فنا ہو سکتا ہے کوئی عدد زائد باقی نہیں رہ جاتا تو ان عددوں میں تداخل کی نسبت ہو گی۔ جیسے بارہ ۱۲ اور بہتر ۷۲ میں تداخل ہے اور ۲۵۰ اور ۲۵ میں تداخل ہے۔

(۴) جن دو عددوں کے اول میں صفر ہو تو وہ دونوں دس پر ضرور تقسیم ہو جائیں گے خواہ کتنے ہی

Marfat.com

بڑے عدد ہوں شروع میں صفر دیکھ کر آپ اول نظر میں اتنا ضرور رکھ سکیں گے کہ تبائن ان میں نہیں ہے۔ یا تو تداخل ہوگا۔ تداخل نہیں تو توافق ضرور ہوگا۔ کوئی عدد مشترک دونوں کو فنا اور ختم کرنے کے لئے نہیں ملے گا تو دس تو ضرور ہی دونوں کے لیے کارآمد ہوگا۔

مثلاً ۳۲۱۰ اور ۱۲۰ کو دیکھتے ہی آپ کہہ دیں گے کہ ان میں تبائن نہیں۔ پھر غور کریں گے تو کہیں گے کہ تداخل ہے۔ ۱۸۴۰ اور ۳۲۰ میں بھی تداخل ہے۔ چھوٹے عدد کو آٹھ دفعہ گرانے سے بڑا عدد فنا ہو جائے گا۔ اسی طرح ۷۲۰ اور ۱۵۵۰ میں تداخل نہیں مگر توافق ہے کیونکہ دونوں عددوں کو فنا کرنے کے واسطے آپ دس عدد سے بھی کام لے سکتے ہیں اور پانچ سے بھی۔

(۵) دو عددوں میں سے جب ایک کے شروع میں طاق عدد ہو اور دوسرے کے ابتداء میں جفت عدد ہو تو فوراً آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں تبائن ہے توافق و تداخل نہیں ہے مثلاً ۲۴۵ اور ۱۴۴ کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ باہم مخالف ہیں ایک کے شروع میں عدد جفت ہے دوسرے کے شروع میں عدد طاق ہے۔ بڑا چھوٹے پر تقسیم ہو کر فنا نہیں ہو سکتا۔

مناسخہ کی مثالیں

بہت مختصر مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں مگر ان سے مقصود تھا نسبتوں کا سمجھانا۔ یہاں مناسخہ کی صورت اور طرز بتلانا ہے۔ اس لیے ان مختصر مثالوں سے ذرا بڑی مثالیں دے کر سمجھانے کی کوشش کی جائے گی۔

مثال اول مسئلہ ۴   زید

میت

زوجہ	چچا
ہندہ	سعید
۱	۳

مسئلہ ۳   سعید مف ۳

پسر	دختر
شکور	حلیمہ
۲	۱

Marfat.com

تشریح:

زید کی وفات کے وقت صرف دو وارث موجود تھے زوجہ اور چچا ہم نے انہیں وارثوں کے لحاظ سے زید کی میراث کا مسئلہ تیار کیا۔ میت کے اولاد نہیں اس لیے زوجہ ربع کی مستحق ہے اور باقی مال چچا بوجہ عصبہ ہونے کے پائے گا۔ لہذا ہم نے مسئلہ چار سے بنا کر ایک حصہ زوجہ کو دیا اور باقی تین سہام چچا کے حصے میں لگائے۔ جب یہ آسان مسئلہ نکل کر تیار ہو گیا تو ہم نے دوسرے میت یعنی چچا سعید کے واسطے میت کے لفظ کا ایک طویل خط کھینچ کر اس پر بائیں جانب ان کا نام لکھ اوپر کے درجے میں سے یعنی زید کی میراث سے ان کو جو تین سہام ملے تھے مافی الید کا نشان مف بنا کر ان کے نام پر لکھ دیئے۔ پھر دیکھا تو ان کے بھی صرف دو ہی وارث تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ یہ قاعدہ تو نہایت ظاہر اور مشہور ہے کہ بیٹے کو دہرا حصہ ملتا ہے اور بیٹی کو اکہرا۔ لہذا ہم نے سعید کے مال متروکہ کے تین سہام کر کے دو بیٹے کو دیئے اور ایک بیٹی کو۔ دائیں جانب مسئلہ کا نشان بنا کر تین ہندسہ لکھ دیا۔ پھر جو خیال کیا تو نظر آیا کہ چچا سعید مرحوم کو پہلے میت یعنی زید سے جو حصہ ملا تھا وہ تین ہی سہام تھے۔ جن کو ہم نے مافی الید کا نشان بنا کر اس کے نام پر لکھ دیئے تھے۔ وہی تین سہام اس کے وارثوں پر بغیر کسی دشواری کے تقسیم ہو گئے نہ کسی ضرب کی ضرورت ہوئی نہ تقسیم کی اور مجموعہ عدد سہام کا بھی بدستور جاری رہا۔ اگرچہ اس آسان مثال میں زندہ موجود رہنے والے وارث صرف تین ہی ہیں اور ہر ایک کے سہام اور حصے بالکل ظاہر اور صاف نظر آ رہے ہیں تاہم قاعدہ مروجہ کے مطابق ہم نے ایک اور خط الاحیاء یعنی زندہ وارثوں کے نام سے کھینچ کر تینوں زندہ وارثوں کے نام اس کے نیچے لکھ دیئے اور ہر نام کے نیچے اس کے حاصل کردہ سہام لکھ دیئے اور اس آخری خط کے درمیان مبلغ لکھ کر مجموعہ کل سہام کا لکھ دیا اب صورت اس مناسخہ کی اس طرح ہو گی۔

مسئلہ ۴		زید
	میت	
زوجہ		چچا
۱		سعید ۳
مسئلہ ۳		سعید مف ۳

Marfat.com

میت

شکور	حلیمہ
۲	۱

الاحیاء مبلغ ۴

ہندہ	شکور	حلیمہ
۱	۲	۱

۲/۷۲/۲۴/ مسئلہ ۸ — مثال دوم — خبیر الدین

میت

زوجہ	پسر از عظیمہ	پسر از زوجہ سابقہ	پسر از زوجہ سابقہ	دختر از زوجہ سابقہ
عظیمہ	شکور	حمید	ظہور	مجیدن
۱/۳/۸	۲/۶/۱۸	'۲'	۲/۶	۱/۳/۹

مسئلہ ۳ — تبائن — حمید مف ۲

برادر حقیقی	ہمشیرہ حقیقی	سوتیلی والدہ	برادر سوتیلا
ظہور	مجیدن	عظیمہ	شکور
۲/۴	۱/۶	محروم	محروم

مومف ۳ — ومف ۵

مسئلہ ۶ — توافق بالنصف — ظہور مف ۱۰

دختر	دختر	دختر	دختر	ہمشیرہ حقیقی
عزیزہ	رشیدہ	حکیمن	سلیمن	مجیدن
۱/۵	۱/۵	۱/۵	۱/۵	۲/۱۰

المبلغ ۷۲

الأحیاء

عظیمہ	شکور	مجیدن	عزیزہ	رشیدہ	حلیمن	سلیمن
۹	۱۸	۲۵	۵	۵	۵	۵

تشریح:

خبیر الدین کا جب بقضائے الٰہی انتقال ہوا تو ایک زوجہ عظیمہ اور اس کا بیٹا شکور موجود

Marfat.com

تھے۔ اور اس سے پہلے ایک زوجہ خبیر کی زندگی میں گزر گئی تھی۔ اس کے پیٹ سے حمید اور ظہور اور مجیدن موجود تھے۔ غرض مرنے کے وقت ایک زوجہ تین بیٹے ایک بیٹی وارث تھے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا وہ سب بقاعدہ فرائض انہیں پر تقسیم کیا گیا۔ یعنی کل مال واسباب کے آٹھ حصے کر کے ایک حصہ زوجہ کے نام پر لکھا اور باقی سات حصے اولاد کو دیئے۔ تین بیٹوں کو دو دو حصے دیئے گئے اور بیٹی کو ایک۔ یہ سات بھی ختم ہو گئے حساب برابر ہو گا۔

یہی چند روزہ آگے پیچھے کا فرق ہے آخر سب کو مرنا ہے بقا سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے کسی کو ہے نہیں۔ چھ برس کے بعد خبیر الدین کا بیٹا حمید بھی انتقال کر گیا۔ اس کے مرنے کے وقت اگرچہ اس کے باپ کی زوجہ ثانیہ عظیمہ بھی موجود تھی جو اس کی مائدر یعنی سوتیلی ماں ہوتی ہے۔ لیکن شریعت نے اس کا کوئی حصہ سوتیلے بیٹے کے مال میں مقرر نہیں فرمایا ہے لہذا یہ محروم رہ گئی۔

اسی طرح حمید مرحوم کا سوتیلا بھائی شکور بھی محروم رہ گیا کیونکہ مرنے والے کا حقیقی بھائی موجود ہے وہ اس سے مقدم ہے۔ اگر حقیقی موجود نہ ہوتا تو یہ علاتی (یعنی سوتیلا) ہی عصبہ بن کر وارث ہو جاتا۔ اب حمید کی میراث پانے کے قابل صرف دو وارث رہ گئے۔ ایک حقیقی بھائی ظہور اور دوسری حقیقی بہن مجیدن۔ بعد تجہیز و تکفین اور ادائے قرض وغیرہ کے کل مال کے یہ دو آدمی مستحق ہوں گے دو حصے بھائی کو ملے گا اور ایک حصہ بہن کو اور تین سہام بنا کر حساب درست ہو جائیگا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل تماشا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے

حمید کی میراث تقسیم ہو گئی۔ بہن بھائی لے کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ حمید کو سب بھول بھال گئے۔ تین ہی برس میں دوست دشمن سب کے دلوں سے فراموش ہو گیا ظہور اچھا خاصا پھرتا تھا۔ گرمی کے موسم میں ہیضہ کی وبا ہوئی اور بیمار ہو کر ایک ہی روز میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ زوجہ کا انتقال تو پہلے ہی ہو گیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی چار بیٹیاں اور ایک ہمشیرہ رہ گئی اس کے مال کے چھ حصے ہو کر دو ثلث یعنی چار حصے بیٹیوں کو دیئے گئے اور باقی دو حصے ہمشیرہ کو پہنچے جو میت کی لڑکیوں کی موجودگی میں عصبہ ہو جاتی ہے (اور اصطلاح فرائض میں عصبہ مع الغیر کہلاتی ہے)۔

اصلی مورث تو خبیر الدین تھا ایک مرتبہ اس کے مرنے پر مال تقسیم ہوا آٹھ سہام ہو کر پھر اس کے بیٹے حمید کی وفات پر تین سہام ہو کر تقسیم ہوا۔ پھر ظہور کے انتقال پر تقسیم ہوا چھ سہام بن کر اگر یہ تین مسئلے کوئی شخص ہم سے علیحدہ علیحدہ دریافت کرے تو ہم بہت سہولت سے تینوں مرنے

Marfat.com

والوں کی فرائض نکال کر دکھا دیں اور ہر مرتبہ مال تقسیم ہو جائے۔

لیکن جب کہ کئی وارث یکے بعد دیگرے گزر جائیں اور مال تقسیم نہ ہو بلکہ کئی انتقالات کے بعد مسئلہ دریافت کیا جائے تب مناسخہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (جیسا کہ ابتداء میں بتلا (ا) دیا گیا ہے) اور مسئلہ کے عدد اور میت کے مافی الید میں نسبت پر غور کر کے ضرب وغیرہ کی نوبت آتی ہے۔

اسی مثال دوم میں جب اول و دوم مورثوں کی وفات پر مال تقسیم نہ ہوا اور آخر میں آکر ظہور کے مرنے کے بعد مسئلہ پوچھا جائے تو ہم یہ صورت اختیار کریں گے جو مثال دوم کے شروع میں دکھائی گئی ہے۔ یعنی پہلے خبیر الدین کی فرائض نکال کر آٹھ سہام مسئلے کے تجویز کر کے دوسری سطر میں حمید کا مسئلہ درست کریں گے اور حمید کو دو سہام جو والد کی میراث میں سے ملے تھے ان کو اس کے نام مف بنا کر لکھ دیں گے اور اوپر کی سطر میں مورث کے وارثوں میں جہاں اس کا نام لکھا تھا وہاں قبر کا نشان بنا دیں گے۔

اب اس کے نام پر لکھے ہوئے عدد میں اور مسئلے کے عدد میں غور کرنے کی ضرورت ہوگی صاف صاف طور سے تبائن نظر آ جائے گا اور (حسب قواعد مذکورہ سابقہ) مسئلہ کے عدد ۳ اوپر والے سب اعداد کو ضرب دیں گے یعنی عظیمہ کے نیچے جو ایک سہام لکھا ہے اس کو تین میں ضرب دے کر اور ذرا سا خط کھینچ کر اس کے نیچے عدد ۳ لکھ دیں گے۔

اسی طرح شکور کے دو کو چھ بنا دیں گے حمید کے نام پر چونکہ قبر کا نشان ہے۔ لہذا یہاں ضرب نہیں دیں گے البتہ ظہور کے ۲ کو ۶ بنا دیں گے اور مجیدن کے ۳ کو ۳ میں ضرب دے کر نو لکھیں گے اور مسئلے کا عدد جو ۸ تھا اس کو بھی ۳ میں ضرب دے کر ۲۴ بنا دیں گے۔ یہاں سے فارغ ہو کر حمید کے وارثوں کو جو سہام پہنچے ہیں ان کو حمید کے مافی الید میں ضرب دیں گے ظہور کے دو سہام کے نیچے چار لکھ دیں گے اور مجیدن کے ایک حصہ کو ۲ بنا دیں گے۔

دوم نمبر کے میت یعنی حمید سے فراغت ہو جانے کے بعد ظہور کا انتظام ہوگا اس کے واسطے لفظ میت کا لمبا خط کھینچ کر سب وارثوں کو اس کے نیچے لکھ دیں گے اور خط کے اوپر بائیں طرف میت کا نام ظہور لکھ کر اوپر سے حاصل شدہ سہام تلاش کر کے مجموعہ اس کے نام پر مف بنا کر ۱۰

ا۔ تفہیم عوام کے لیے ایک ایک بیان بار بار دہرایا جاتا۔ ۱۲۔

Marfat.com

لکھیں گے اور پھر مسئلہ کا عدد ۶ لکھ کر چاروں دختروں کے نیچے ایک ایک سہام اور ہمشیرہ کے نیچے دو سہام لکھ دیں گے۔

اب پھر مافی الید اور مسئلے کے عدد پر (درستی حساب کے لیے) غور کریں گے اور معلوم ہوگا کہ ان میں توافق بالنصف ہے لہذا اجز وفق نکال کر دس کے اوپر ومعہ کا نشان بنا کر ۵ لکھیں گے اور چھ کے اوپر ومعہ کا نشان لکھ کر اس کا نصف ۳ لکھ دیں گے اس کے بعد جو عمل جاری ہوگا وہ آپ خود ہی سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ عدد ۳ اور ۵ میں تباین ظاہر ہے پس ۳ کی ضرب اوپر کے تمام اعداد میں جائے گی اور مف پر لکھے ہوئے عدد ۵ کی ضرب ظہور کے وارثوں کے تمام سہام میں آئے گی یعنی مسئلہ کا عدد چونکہ وفق نکل کر ۳ ہو گیا ہے لہذا اس کے اوپر کے تمام اعداد کو ۳ میں ضرب دیں گے۔ مجیدن کے ۲ کو ۶ کریں گے۔ پھر خبیر الدین کے وارثوں میں عظیمہ کے ۳ سہام کو ۹ بنا دیں گے۔ شکور کے ۶ سہام ضرب کھا کر ۸ ہو جائیں گے اور سب سے اوپر والا ۸ جو پہلی ضرب میں ۲۴ بن گیا تھا اب ۲۷ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ظہور کے عدد مافی الید کے وفق عدد ۵ کی ضرب نیچے کے وارثوں کے حصوں میں آئے گی تو چاروں لڑکیوں کے نیچے جو ایک ایک لکھا ہے وہ سب پانچ پانچ ہو جائیں گے۔ اور مجیدن کے دو سہام ضرب دینے سے دس ہو جائیں گے۔

اب یہ عمل ختم ہوا اور ہم نے احتیاطاً سب عددوں کا مجموعہ حساب کر کے دیکھا تو وہ ۲۷ ہے جو سب سے اوپر لکھا ہوا عدد ہے۔ اگر کمی بیشی ہوتی تو سمجھا جاتا کہ حساب میں کسی جگہ غلطی ہوگئی ہے کیونکہ نیچے کے سب عددوں کا مجموعہ سب سے اوپر والے آخری عدد کے مطابق ہونا چاہیے۔ مناسخہ کے اخیر میں سب زندہ وارثوں کے مجموعہ سہام دکھلانے کے لیے ایک آخری طویل خط الاحیاء کا کھینچ کر ۹ سہام عظیمہ کے دکھلائے ہیں اور ۸ شکور کے جوان کو صرف اوپر ہی کے مورث سے ملے تھے۔ مجیدن کو اول میت یعنی اپنے باپ سے ۹ اور حقیقی بھائی حمید سے ۶ اور دوسرے بھائی ظہور سے دس مجموعہ ۲۵ حاصل ہوئے۔ وہی اس کے نیچے لکھے گئے اور ظہور کی چاروں بیٹیوں کو صرف اپنے باپ ہی سے پانچ پانچ سہام پہنچے تھے وہ ان کے نام کے نیچے تحریر ہوئے اور الاحیاء کے اوپر المبلغ لکھ کر مجموعہ سہام درج کر دیا گیا اور یہ مختصر مناسخہ مکمل ہو گیا۔

اگرچہ ہمارا بیان بہت طویل ہو گیا ہے مگر کم استعداد عزیزوں کی خیر خواہی مجبور کرتی ہے کہ ایک مثال مناسخہ کی اور بھی لکھ کر سمجھائیں۔

مثال سوم۔ ۱۲۸/۳۲/۱۶/۴/ مسئلہ

Marfat.com

حلیمہ مورثہ

میت

شوہر	دختر	والدہ
شفیق	جمیلہ	خاتون
۴	۹	۶/۳

مسئلہ۴ مماثلہ شفیق مف۴

میت

زوجہ	والد	زبیدہ
خدیجہ۲/۴/۸	سعید۲/۴/۱۶	۱/۲/۸

دفع۲ مف۳

مسئلہ۶ توافق بالثلث جمیلہ

دختر	پسر	پسر	مف ۹
ہاجرہ	محسن	عزیز	نانی
۱/۳/۱۲	۲/۶/۲۴	۲/۶/۲۴	خاتون ۱/۳

مسئلہ۴ تبائن خاتون مف ۹

میت

شوہر	برادر	برادر
ظفر	امجد	شکور
۲/۱۸	۱/۹	۱/۹

مبلغ ۱۲۸

الاحیاء

خدیجہ	سعید	زبیدہ	ہاجرہ	محسن	عزیز	ظفر	امجد	شکور
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

تشریح:

یہ مناسخہ چار بطن کا ہے اور طریقہ وہی ہے جو پہلے دو مثالوں میں مذکور ہوا اس لیے مختصر

Marfat.com

طریق سے سمجھانے کی سعی کی جاتی ہے۔

حلیمہ کے انتقال پر جب مسئلہ بنانا چاہا تو معلوم ہوا کہ یہاں مستحق کم ہیں اور حصے زیادہ ہیں اس لیے رد ہوگا (جس کا بیان بہت پیچھے گزر چکا ہے) مگر چونکہ شوہر اور زوجہ رد کے مستحق نہیں ہورتے اور یہاں وارثوں میں شوہر موجود ہے۔لہذا ہم نے کل مال کے چار سہام بنا کر شوہر کو ایک دے دیا (کیونکہ جب مرنے والی کے اولاد موجود ہوتی ہے تو شوہر کو ربع ملتا ہے) باقی رہے تین ان میں سے اگر ایک نانی کو دے دیں اور دو دختر کو تو یہ درست نہیں بلکہ شوہر کو دینے کی بعد جو کچھ باقی ہے (بوجہ رد کے) اس کا چوتھا حصہ نانی کو ملنا چاہیے اور تین حصے دختر کو۔لہذا اس درستی حساب کے لیے ہم نے کل مجموعہ سہام تجویز شدہ ابتدائی یعنی ۴ کو ۴ میں ضرب دیا اب کل مجموعہ سہام ۱۶ ہو گیا۔اس کو تقسیم کرنا آسان ہے۔کل مال ربع یعنی سولہ میں سے چار شوہر کو دیئے باقی بارہ میں سے تین میت کی والدہ کو دیئے اور نو میت کی بیٹی کو۔

فائدہ:

جو شخص حساب کی مہارت رکھتا ہے یا تھوڑی سی عقل وہ سمجھ جائے گا کہ رد سے کیا فائدہ ہوا۔فائدہ یہ ہوا کہ اصل حصہ بیٹی کا نصف تھا یعنی سولہ میں سے آٹھ اب اس کو سولہ میں سے نو مل گئے رد نہ ہوتا تو روپیہ میں سے آٹھ آنہ ملتے اب نو آنہ کی مستحق ہوگئی۔نانی کو اس صورت میں چھٹا حصہ ملنا چاہیے تھا یعنی چھ میں سے ایک یا بارہ میں سے دو یا اٹھارہ میں سے تین۔یہاں رد کی وجہ سے سولہ میں سے تین پہنچے تو چھٹے حصے سے کچھ زیادہ مل گیا۔

حلیمہ کا مسئلہ ۱۶ سے مرتب ہو کر سہام تقسیم ہو گئے۔اس کے بعد شفیق کا نمبر آیا ۴ سے مسئلہ بسہولت بن گیا اولاد تو تھی نہیں ربع زوجہ کو دیا۔یعنی چار میں سے ایک اور باقی ماندہ کا تہائی یعنی تین میں سے ایک والدہ کو باقی دو والد کو دیئے گئے۔شفیق کو جو سہام زوجہ سے میراث میں ملے تھے اور اس کے نام پر مافی الید لکھے گئے تھے وہ بھی چار ہی تھے اور مسئلہ کا عدد بھی ۴ ہے ایسی صورت کو تماثل کہتے ہیں اور اس میں آسانی یہ ہے کہ نیچے اوپر کہیں بھی ضرب دینی نہیں پڑتی۔یہ مسئلہ آسانی سے طے ہو گیا تو اب اس کے بعد گزر جانے والی میت جمیلہ کے حال پر غور کیا جائے۔اس کے وارث دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں اور ایک نانی مسئلہ ۶ سے بنا کر چھٹا حصہ یعنی ایک نانی کو دیا۔دو دو سہام بیٹوں کو۔ایک بیٹی کو دیا گیا۔اس کو جو سہام اپنی والدہ سے ملے تھے اور اس کے نام پر مافی الید میں لکھے گئے تھے۔وہ ۹ ہیں اور اس کا مسئلہ تیار ہوا ہے ۶ سے اور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان

Marfat.com

میں تبائن نہیں بلکہ توافق ہے کیونکہ عدد ۳ ایسا ہے کہ ۹ کو بھی فنا کرتا ہے اور چھ کو بھی لہذا یہاں توافق بالثلث سمجھا جائے گا ۹ کا ثلث ہے ۳ اس میں نیچے ضرب جائے گی اور مسئلہ جو ۶ ہے اسکا ثلث ہے ۲ اس کی ضرب اوپر کے تمام اعداد میں جائیگی اس لیے ہم نے دوسرے بطن میں خدیجہ اور زبیدہ کے ایک ایک حصہ کو ۲ کر دیا اور سعید کے ۲ کو چار بنایا۔ اور پہلے بطن میں دو وارثوں پر تو قبر کا نشان تھا صرف خاتون زندہ تھی اس کے ۳ سہام کو ۶ لکھا اور سب سے اوپر کا عدد جو بضرورت ۱۶ بنایا گیا تھا اس کو بھی ۲ میں ضرب دیکر ۳۲ بنا دیا اور جمیلہ کے مافی الید ۹ کے ثلث ۳ میں اس کے نیچے لکھے ہوئے تیسرے بطن کے سب وارثوں کے حصوں کو ۳ میں ضرب دے دی جس کا ایک تھا اس کے تین ہو گئے اور جس کے دو تھے اس کے چھ بن گئے اور قصہ تمام ہوا۔ اب خاتون کی باری آئی۔ مسئلہ تو اس کا بہت صاف تھا کیونکہ جب میت کے اولاد نہیں ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے مجموعہ مال کے ۴ سہام بنا کر دو شوہر کو دے دیئے دو بھائی عصبہ تھے ایک ایک ان کا ہو گیا۔ لیکن خاتون کے مافی الید عدد ۹ اور اس مسئلہ مقرر شدہ ۴ میں تبائن ہے اس لیے نیچے اوپر کی ضربوں کی تکلیف پیش آئی مسئلے کا عدد جو چار تھا اس میں تمام اوپر کے سہام کو ضرب دی گئی سب سے اوپر کے عدد ۳۲ پر ۱۲۸ تحریر ہوا۔ پہلے بطن میں تو کوئی زندہ ہی نہ رہا تھا دوسرے اور تیسرے بطن کے سب وارثوں کے حصے ۴ میں ضرب دیئے گئے دو کے نیچے آٹھ اور چار کے نیچے سولہ اور تین کے نیچے بارہ اور چھ کے نیچے چوبیس لکھے گئے۔ چوتھے بطن کے تینوں وارثوں کے سہام کو خاتون کے مافی الید یعنی عدد ۹ میں ضرب دے دی گئی اور چاروں مورثوں کے مسئلے اور حساب کی درستی ہو کر مناسخہ صحیح ہو گیا۔ الاحیاء کے خط کے اوپر مبلغ ۱۲۸ لکھا گیا اور اس خط کے نیچے زندہ شمار ہونے والے نو وارثوں کے نام لکھ کر سب کا مجموعہ اوپر سے تلاش کر کے جوڑ کر ہر ایک کے نام کے نیچے لکھا گیا۔ سمجھانے کے واسطے بعض دفعہ وارثوں اور حصوں کی تفصیل کو آخر میں الفاظ وعبارت میں بھی لکھ دیتے ہیں کہ فلاں شخص مورث اعلیٰ کا ترکہ حسب قاعدہ فرائض وطرز مناسخہ اتنے سہام پر تقسیم ہو کر اتنے اتنے سہام فلاں فلاں وارث کو پہنچے اور اخیر میں اپنے اظہار نیاز وعبدیت کے لیے لکھا کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کبھی ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مناسخہ کے کسی درمیانی مورث کا مال بلا کسی تغیر اور فرق کے پہلے وارثوں کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر اس درمیانی وارث کا ذکر کرنا فضول سمجھتے ہیں اور باعث کثرت اعداد کا خیال کرتے ہیں اس لیے اس کا مسئلہ مستقل نہیں بناتے اور اس کے نام پر کالعدم لکھ دیتے ہیں۔

Marfat.com

مثال:

ایک شخص نے پانچ بیٹے دو بیٹیاں چھوڑیں مال ان پر تقسیم ہو گیا۔ پھر ایک بیٹی کا انتقال ہو گیا جس کا کوئی وارث سوائے ان چھ بھائی بہنوں کے نہیں ہے۔ پھر ایک بھائی کا انتقال ہوا جس کے زوجہ بھی ہے اور لڑکی بھی ہے تو اب اس مناسخہ میں اصل مورث کی بیٹی کا مسئلہ بنانا بے سود ہے کیونکہ اس کے وارث تو بلا تغیر وہی سب لوگ ہو گئے مگر اس معاملہ میں ذرا علم وفہم کی ضرورت ہے۔ بغیر سمجھے کسی کو کالعدم کر دینے سے حساب غلط ہو جایا کرتا ہے۔ حالانکہ عدد زیادہ ہو جائیں اور حساب صحیح ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ احقر نے اپنی آخری عمر میں جب کہ چون (۵۴) سالہ ہو جانے میں تین ماہ باقی ہیں اس بیان مناسخہ کے اضافہ کو الٹا سیدھا پورا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور احقر کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ شعبان ۱۳۴۸ھ

Marfat.com

حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ

کا

علمی وروحانی ورثہ

آپ کے ارشد تلامذہ:

آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ دینی حلقوں میں آپ حضرت میاں صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے وصال کو نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ آج بھی بدستور جاری ہے۔ برصغیر پاک و ہند افریقہ وایشیا اور اطراف عالم میں آپ کے ہزاروں شاگرد خدمت دین کرتے چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کے ارشد تلامذہ کی فہرست میں عصر حاضر کے صف اول کے علماء و محدثین کے اسماء گرامی شامل ہیں جن کی دینی و علمی خدمات اسلامی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان میں بہت سوں نے بڑے بڑے دینی اداروں کی بنیاد رکھی ہے اور مستند حدیث کو رونق بخشی ہے آپ کے ارشد تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ (خلیفہ اجل حضرت تھانوی) حضرت قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق روکاڑوی' مولانا عبدالرحمن صاحب چاٹگامی' مفتی ابراہیم بسم اللہ صاحبؒ مولانا مسیح اللہ خان صاحب (خلیفہ حضرت محمد منظور نعمانیؒ) کے علاوہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور اور دوسرے دینی مدارس کے بہت سے علماء و محدثین شامل ہیں جن کی فہرست طویل ہے آپ کے ان ممتاز تلامذہ کے وقتاً فوقتاً حاضر خدمت رہنے والے اور بغرض استفادہ واردین میں مولانا عبداللہ سندھی مولانا سید ابوالحسن ندوی مولانا احمد علی لاہوری' جیسے مشہور زمانہ اکابرین شامل ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب' مہاجر

Marfat.com

مدنی آپ کے بڑے مداحوں اور اہل تعلق میں سے تھے۔ اور اکثر اپنی مجالس میں میاں صاحب کا ذکر فرمایا کرتے تھے میاں صاحب کے بعض اقوال آپ نے اپنی کتاب ام الامراض میں نقل بھی فرمائے ہیں۔

آپ کی تالیفات وتصنیفات:

آپ نے اپنے ہزاروں شاگردوں اور عظیم علمی ورثہ سے مستفیدین کی ایک بڑی تعداد اور بیعت وتعلق رکھنے والے بہت سے خوش نصیب انسانوں کے علاوہ اپنی تالیفات وتصنیفات کا ایک وقیع ذخیرہ چھوڑا ہے جو امت مسلمہ کا بڑا دینی سرمایہ ہے۔ آپ نے عوام کی دینی رہنمائی کے لیے بہت سی مقبول ومفید عام کتابیں تالیف کرنے کے علاوہ بہت سے منفرد موضوعات پر بھی مستند کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں ''حیات خضر'' خاص طور پر قابل ذکر ہے اسی طرح وراثت کے مسئلے پر آپ کی کتاب مفید الوارثین اپنے موضوع کی بہترین اور سہل ترین کتب میں شمار کی جاتی ہے۔ آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الہند کی سوانح حیات عجیب والہانہ انداز میں لکھی ہے اور تحقیق وجستجو اور اپنے اسلوب خاص سے مزین معلومات کا واحد ذریعہ بنی ہے۔ اس کے علاوہ فتاویٰ محمدی الجواب المتین اور گلزار سنت آپ کی مقبول ترین کتب میں سے ہیں آپ کے زیر ادارت نکلنے والے القاسم والرشید جیسے مشہور رسالوں میں بھی آپ کے بہت سے مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع جو آپ کے شاگرد رشید اور روزمرہ کے حاضر رہنے والے علماء میں سے تھے (اور ابتداء آپ کے شریک کتب خانہ بھی تھے) اپنی تحریرات میاں صاحب کو ضرور بغرض اصلاح دکھلایا کرتے تھے۔

آپ کا ابتدائی مدرسہ

دیوبند کی قدیم ترین اور اولین درسگاہ علم دین مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث سے اپنی دینی وعلمی خدمات جاری رکھتے ہوئے آپ نے اپنے سلف صالحین اور خاندانی بزرگوں کی یادگار دینی مدرسہ کو برابر جاری رکھا یہ مدرسہ جہالت کی تاریکیوں میں ایک چراغ تھا۔ بغداد سے آ کر ہندوستان کو اپنی دینی خدمات کا مرکز بناتے ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی کے خاندان کے بعض قدسی صفت انسانوں نے دیوبند کی سرزمین کو اپنا وطن بنایا۔ اور یہاں ایک دینی مکتب قائم کیا۔ اس وقت دیوبند میں کوئی عالم تو درکنار کوئی معمولی مسئلہ بتانے والا

Marfat.com

شخص بھی موجود نہ تھا اور چھوٹے موٹے مسائل کے لیے بھی لوگ پھلت جایا کرتے تھے۔ اس اولین درسگاہ علم کے قیام کے بعد جہالت کی تاریکیاں دور ہونے لگیں اور بالآخر یہ اجالا بڑھتے بڑھتے دیوبند میں ایک بڑے دینی مدرسہ کے قیام پر منتج ہوا۔ جب منتخب اہل اللہ دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھ رہے تھے تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اسی خاندان و مدرسہ کے ایک خدارسیدہ و معصوم بزرگ میاں جی منے شاہ صاحبؒ کے دست مبارک سے دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھوایا۔ (تاریخ از مولانا محمد میاں صاحبؒ تقریر حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند و مفتی محمد شفیع صاحب و ذکی کیفی صاحبؒ القاسم دارالعلوم نمبر)۔

حضرت میاں صاحب نے اپنے خاندانی مدرسہ کے لیے ایک وسیع عمارت تعمیر کرائی جس کا ایک حصہ طلباء و مہمانوں کے لیے مخصوص فرمایا۔ چند کمرے دارالعلوم دیوبند کے بعض غریب و نادار طلباء کے لیے مخصوص رہتے جن کے قیام و طعام کا کوئی مستقل انتظام نہ تھا۔ آپ مدرسہ اور اس دارالضیافہ کے تمام اخراجات بذات خود برداشت فرماتے اور طلباء کے ساتھ آپ بے حد شفقت فرماتے۔ اس سراپا خیر عمارت کا نام آپ نے دارالمسافرین رکھا (یہ عمارت مدرسہ و خانقاہ کے امتزاج کا ایک بہترین نمونہ ہے دن کی رونق میں تعلیمی گہما گہمی رہتی ہے اور رات کی خاموشی میں اس کے بند کمروں سے اللہ اللہ کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔)

آپ کے وصال کے بعد حصول سعادت کی نیت سے اس مدرسہ کا نام میاں صاحبؒ کے نام سے منسوب کر کے مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند کر دیا گیا اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ آپ کا یہ مدرسہ دین پاک کی تعلیم و تبلیغ کا قدیم ترین مرکز ہے اپنی علمی خدمات اور روحانی برکات کی بناء پر بجا طور پر تمام مسلمانوں کے تعاون کا مستحق اور اس کا بہترین مصرف ہے ایک طرف اس مدرسہ میں سینکڑوں کی تعداد میں طلباء زیر تعلیم ہیں جن کے تمام اخراجات کی کفالت من جانب مدرسہ کی جاتی ہے تو دوسری طرف دعوت و تبلیغ کا کام پوری قوت و اہتمام سے جاری ہے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد اور مدرسہ کی تعمیری ضروریات کے پیش نظر ایک وسیع قطعہ اراضی پر شہری آبادی کے ایک کنارے واقع بھائیلہ روڈ پر مدرسہ کی عظیم الشان عمارت کی تعمیر کا کام مسلسل جاری ہے۔ درسگاہوں اور دارالاقامہ کی پرشکوہ عمارات کے ساتھ ساتھ ایک وسیع و عریض خوبصورت مسجد کی تعمیر بھی جاری ہے سنگ مرمر سے تعمیر شدہ یہ مسجد فن تعمیر کا بھی ایک بہترین شاہکار ہے۔ گزشتہ چند برسوں جب سے متوکلا علی اللہ اس تعمیر کا آغاز کیا گیا تھا آج تک تسلسل کے ساتھ

تعمیری کام جاری ہے۔ بحمد للہ یہ مدرسہ کے موجودہ مہتمم و بزرگ وسرپرست حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب مہاجر مدنی (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سہارنپوری ثم مہاجر مدنی) کی برسوں کی انتھک محنت و جدوجہد اور بابرکت دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ جس میں آپ کے اہل تعلق اور آپ کے بزرگوں کے ارادت مندوں کی ایک بڑی تعداد کا بھرپور اور مخلصانہ تعاون شامل ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اہل بیت نبوت خاندان غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی یہ تین سو سالہ یادگار امت مسلمہ کا ایک عظیم سرمایہ ہے۔ جس کے ساتھ دامے درمے سخنے ہر طرح کا تعاون کرنا ہر مسلمان کو عین سعادت تصور کرنا چاہیئے۔

تقریباً نصف صدی سے حضرت مہتمم صاحب جو حضرت میاں صاحب سید اصغر حسینؒ کے نبیرہ اور اپنے خاندان میں آپ کے روحانی جانشین بھی ہیں اپنی بے پناہ دعوتی مصروفیات کے باوجود مدرسہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضروریات کو بے حد اہمیت دیتے ہیں اور طلباء کے راحت و آرام کے لیے ہر ممکنہ سہولت بہم پہنچانے کے لیے مسلسل کوشاں رہتے ہیں مدرسہ کی موجودہ ترقیات اس کی پرشکوہ عمارات وسیع و عریض مسجد طلبا، کی تمام ضروریات و سہولیات سے آراستہ دارالاقامہ کی تعمیر تبلیغ و دعوت کی محنت کا منظم کام' طلبا، میں دعوتی مزاج و ماحول پیدا کرنے کی تدابیر اور ان کی تربیت ان کے کھانے پینے' قیام گاہ میں صحت و صفائی کا انتظام' خوراک و غذا کا عمدہ انتظام' جدید آلات و سہولیات سے آراستہ مطبخ' طلباء کے آرام دہ کمرے اور فرنیچر بجلی و پانی کی سپلائی کا معقول انتظام' بجلی کے جنریٹروں کے انتظام' علاج و معالجہ کے لیے خصوصی انتظام' طلباء کو ماہانہ جیب خرچ کے لیے معقول رقم کی فراہمی غرض مہمانان رسول کی راحت رسانی اور ان کو معیاری تعلیم سے آراستہ کرنے کی ہر ممکن تدبیر کرنا ہمیشہ سے آپ کے پیش نظر رہتا ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کے تمام اہل تعلق و معاونین مدرسہ کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کا بابرکت سایہ تادیر اس ادارے اور جملہ خدام مدرسہ کے سروں پر قائم رکھے آمین۔

۱۴/ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ سید جمیل حسین

نبیرہ حضرت میاں صاحب

نائب مہتمم اسلامیہ اصغریہ دارالمسافرین دیوبند

ہماری دیگر مطبوعات

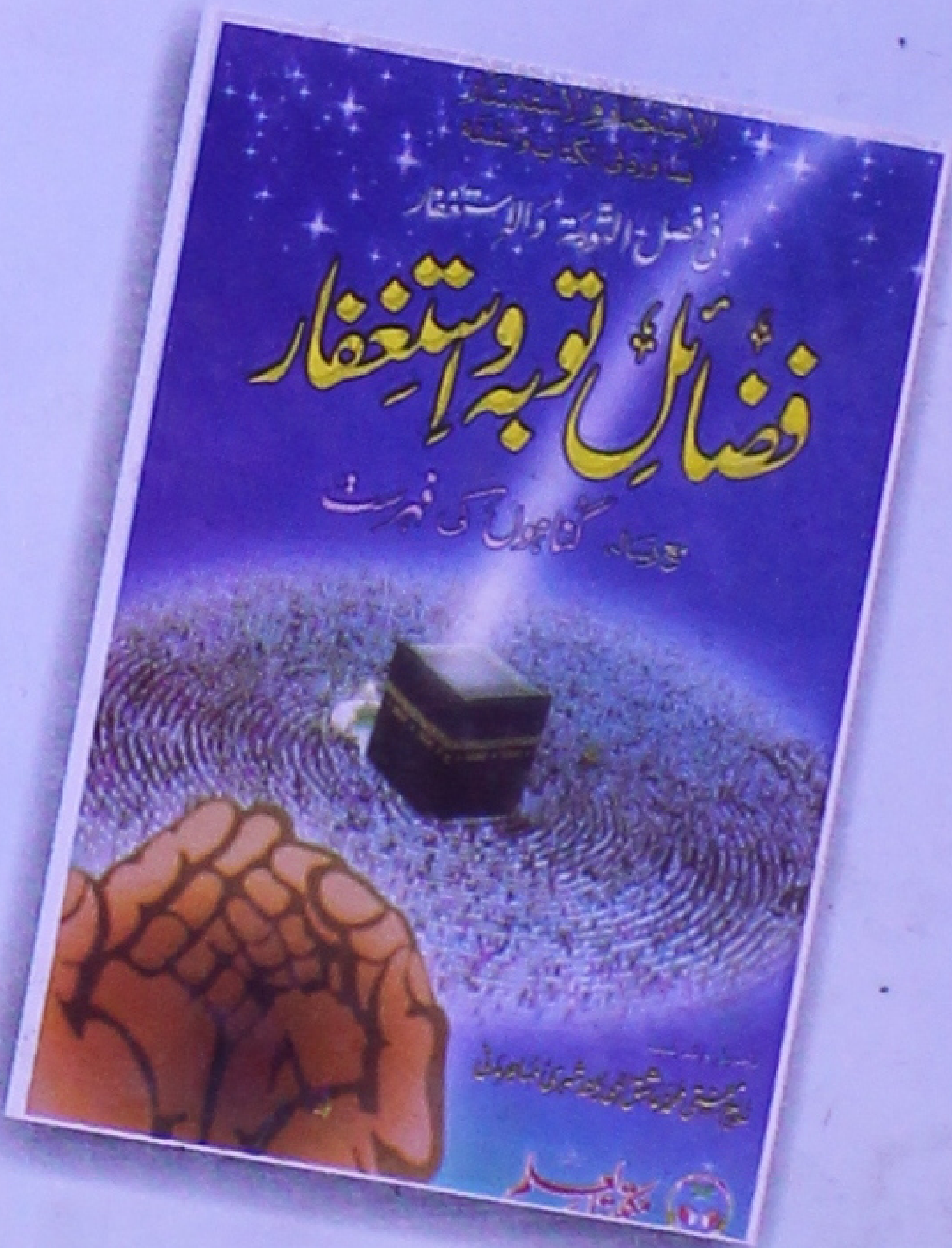

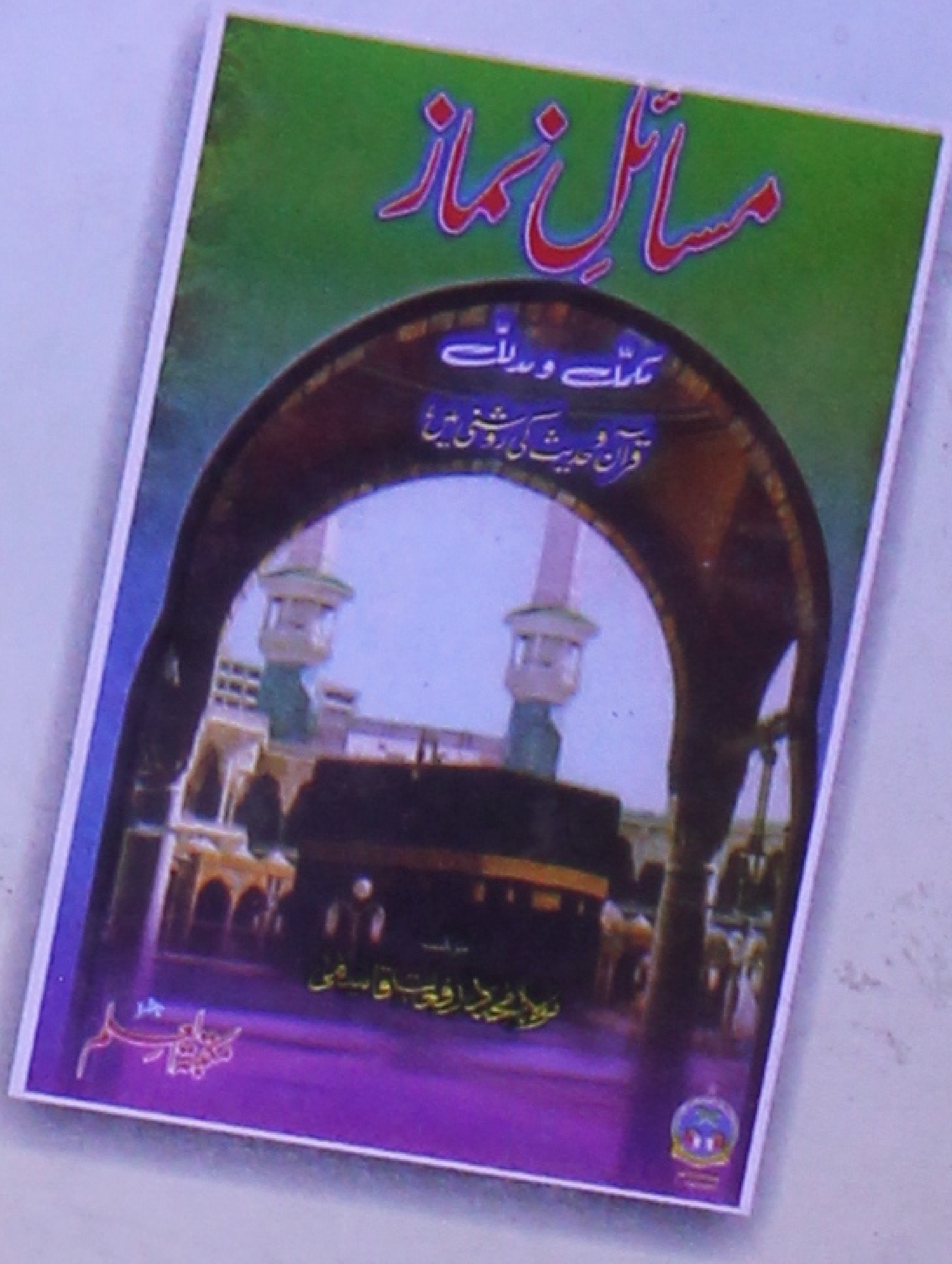

Marfat.com